واصف علی واصف
گفتگو ۳
3

واصف علی واصف

نام کتاب .... گفتگو ۳

مصنف .... واصف علی واصف

سن اشاعت ۱۹۹۹ء

ٹائیٹل .... فرح زیبا

قیمت .... روپے

تیرہ شبی حدود سے باہر نکل گئی

واصفؔ اب اپنے درد کا سُورج اچھال دے

(واصف علی واصفؒ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

(۱)

(۲)

(۳)

(۶)

(ط)

عرضِ ناشر

واصف صاحبؒ کا علم جب ضوفشاں ہوا تو لوگ جوق در جوق ان کے پاس آنے لگے اور اپنے اپنے ظرف اور طلب کے مطابق فیض یاب ہوتے گئے۔ لوگ ان سے اپنے اپنے سوال کرتے اور وہ جواب دیتے چلے جاتے۔ پھر ایک وقت ایسا آیا جب یہ صورت بن گئی کہ آنے والا ہر شخص ایک "سوال" ہوتا تھا اور واصف صاحبؒ ایک مکمل جواب۔ سوال و جواب کی یہ محفلیں تواتر سے منعقد ہونا شروع ہو گئیں۔ ان محافل میں واصف صاحبؒ سوالوں کے روایتی طور پر جواب نہیں دیتے تھے بلکہ سوال کرنے والے صاحب کے ساتھ ساتھ دوسرے اہلِ محفل کو بھی اپنی گفتگو میں شریک کر لیا کرتے۔ یوں محفل میں روایتی خطاب کی بجائے ایک ایسے مکالمے یا ڈائیلاگ کا رنگ نمایاں ہو جاتا تھا جس میں موجود ہر شخص ذاتی دلچسپی، شوق اور انہماک سے حصہ لیتا تھا۔ ان محفلوں کی دوسری خصوصیات کے علاوہ ایک نمایاں اور منفرد اعجاز یہ تھا کہ مستقل طور پر شرکت کرنے والے اصحاب

بھی ہر دفعہ نئے خیال، نئی سوچ اور نئے علم سے آشنا ہوتے تھے۔ بہت ہی کم مواقع پر ایسا ہوا کہ پچھلی محفل کی باتیں یا موضوع دہرایا گیا ہو۔

محفل کے اختتام پر تقریباً" ہر شخص اپنے سوال کے بوجھ سے آزاد ہو کر آگہی اور سرشاری کے لطیف جذبات لے کر رخصت ہوتا تھا۔........ ان محفلوں کے احوال پر مشتمل دو کتابیں ادارہ پہلے ہی پیش کر چکا ہے۔ اب اس سلسلے کا تیسرا حصہ پیش خدمت ہے۔

○

سوال کیا ہو؟

(ایک محفل میں واصف صاحبؒ کے بیان سے اقتباس)

اور سوال پوچھو ——— جلدی جلدی پوچھو۔ ہمارا بولنا اور پوچھنا یہ سب ریکارڈ ہو رہا ہے۔ آنے والے زمانوں میں بلکہ بہت دور کے زمانوں میں آج کی یہ پوچھی ہوئی بات کئی سوالوں کا جواب بن جائے گی۔ آپ صاحبان فکر ہیں اور اپنے دور میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کو اپنے زمانے میں کچھ سوالوں سے آشنائی ہوئی اور اس سوال کی کسی جواب سے آشنائی کرائی گئی اور پھر سوال اور جواب والے دونوں چلے جائیں گے مگر سوال جواب کا ریکارڈ چھوڑ کے چلے جائیں گے۔ یہ پھر آنے والے زمانوں میں آنے والے سوالوں کا جواب بن جائے گا۔ اس لئے آپ سوال سے گریز نہ کرو۔ بعض اوقات یہ آپ کا اپنا سوال ہوتا ہے اور بعض اوقات یہ کسی اور کے لئے سوال ہوتا ہے۔ جب آنے والے زمانوں میں آپ کا سوال اور یہ جواب پہنچے گا تو پھر بات آگے سے آگے چلی جائے گی اور ان لوگوں کے لئے آسانی پیدا ہو جائے گی۔ جس جگہ پر کوئی تکلیف ہوتی ہے وہیں پر علاج پیدا ہو جاتا ہے' جہاں بیماری پیدا ہوتی ہے وہیں علاج پیدا ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ حل فرمانا چاہے تو زمانے کے مسائل زمانے ہی میں حل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے بے دریغ سوال کیا کرو۔

۱

۱ اگر کسی آدمی کو کوئی تکلیف ہو اور پریشانی ہو تو اس کا کیا حل ہے؟

سوال:۔

اگر آدمی کو کوئی پریشانی ہو' کوئی تکلیف ہو اور اس کا حل بھی نظر نہ آتا ہو' تو پھر کیا کرنا چاہیے؟

جواب:۔

پہلے آپ تکلیف کا مفہوم سمجھیں۔ تکلیف اس آدمی کو ہوتی ہے جو اپنے آپ کو کاریگر سمجھے' مطلق العنان جانے اور آزاد سمجھے یعنی کہ پابندیوں کے اندر اپنے آپ کو آزاد سمجھے۔ ہم جانتے ہیں کہ موت بھی مقرر ہے' یعنی مر بھی جانا ہے اور زندگی میں صحت اور بیماری بھی ہوتی ہے۔ جب انسان کو اپنی بے بسی کا شعور ہوتا ہے تو اس کو تکلیف کا خیال آتا ہے' اگر آپ کو اپنی بے بسی اور تکلیف اور مشکل کا حل نظر نہیں آرہا تو اس میں ایک چیز ضرور نظر آئے گی اور وہ یہ ہے کہ مشکلات اور حل نہ ہونے والی مشکلات یا انسان کو خدا سے دور کر دیں گی یا خدا کے قریب کر دیں گے۔ اگر مشکل آپ کو اللہ سے دور کر رہی ہے تو یہ مشکل کسی قدیم برے عمل کی سزا ہے' تو یہ مشکل ایک سزا ہے! وہ آدمی

جو مشکل میں بھی خدا کے پاس نہیں گیا اس کے لئے مشکل ایک سزا ہے اور اگر مشکلات میں کسی نے اپنے آپ کو خدا کے قریب کر دیا تو ایسی مشکلات تو ہزار بار آئیں۔ یہ مشکل بڑی مبارک ہے کہ جس مشکل نے خدا کے زیادہ قریب کر دیا۔ اب آپ اپنی مشکل کا جائزہ لو کہ آپ اللہ کے قریب ہو گئے ہو کہ دور ہو گئے؟ اگر غریبی اللہ کے قریب کر دے تو غریبی مبارک، اگر غریبی آپ کو باغی بنا دے تو یہ عذاب ہے بلکہ دوہرا عذاب ہے کہ ایک تو غریبی ہے دوسرا اللہ سے بھی دور ہو گیا۔ تو اس لئے مشکلات نہ تو اچھی ہوتی ہیں اور نہ بری ہوتی ہیں۔ مشکلات اچھے آدمی کے لئے اچھی ہوتی ہیں اور برے آدمی کے لئے بری ہوتی ہیں۔ اولیائے کرام پر مشکلات آتی ہیں، شہدائے کرام پر مشکلات آتی ہیں۔ ایک آدمی کے لئے یہ عذاب ہے کہ وہ خدا کو نہیں مانتا ہے۔ وہ کہتا ہے میں نے بڑی احتیاط کی اور احتیاط کے باوجود اندر سے معاملہ Slip کیسے ہو گیا۔ کہتا ہے کہ میں نے تالے لگائے تھے اور تالوں کے اندر سے گھوڑا چوری ہو گیا۔ اب یہ کیا ہے؟ آپ نے اردگرد پہرا لگایا، سارے اصول رکھے، فکر کیا، غور کیا اور بڑی حفاظتیں کی ہیں مگر حفاظت کے اندر سے صحت Slip کر گئی۔ اب یہ کون ہے جو یہ سب کر رہا ہے۔ اگر تو آپ خدا پر اعتبار کرتے ہو اور اس کی طاقتوں پر اعتبار کرتے ہو تو پھر تو یہ نہیں پوچھنا چاہئے کہ مشکل کا حل کیا ہے؟ مشکل کا حل پھر مشکل کشا ہی ہے، چاہے وہ مشکل حل کرے یا نہ کرے۔ کیا تم نے خود مشکل ڈالی ہے کہ اب اس مشکل کا حل خود ڈھونڈنے لگ گئے ہو؟ اب یہ دیکھو کہ مشکل آتی کیوں ہے؟ مشکل دنیادار پر تنگی حالات کی وجہ سے آتی ہے۔ حالات کا مطلب

یہ ہے کہ خواہش زیادہ ہو اور حاصل کم ہو۔ دنیا دار کے لئے یہ بڑی مشکل ہے۔ مشکل کیوں آتی ہے؟ جب خواہش زیادہ ہے اور آمدن کم ہے' حالات کمزور ہیں یعنی دکاندار کی آمدن کم ہے اور خرچہ ہی خرچہ ہے۔ دوسری مشکل رشتے داروں کی طرف سے آتی ہے۔ یہ اذیت ہوتی ہے جو یہ لوگ پہچانتے نہیں۔ ان کی طرف سے جائز ناجائز تقاضے ہوتے ہیں۔ شادی کا فنکشن ہو تو مشکل ہے اور خدانخواستہ موت ہو جائے تو مشکل۔ پھر انسان کے اوپر سماجی تقاضے اور ذاتی تقاضے ہیں' اپنی اولاد کے تقاضے ہیں' پھر بندوں کے تقاضے ہیں' خیال کے تقاضے ہیں' اور احوال کے تقاضے ہیں یعنی تقاضا ہی تقاضا ہے اور بیچارہ بندہ ایسے ہے جیسے حصار میں جکڑا گیا ہے اور رسیوں کے ساتھ بندھ گیا ہو۔ رسیاں کیا ہیں؟ یہ واجبات ہیں' جو آپ نے ادا کرنے ہیں۔ واجبات کیا ہوتے ہیں؟ جو آپ نے دینا ہے یعنی حال یا مال۔ بس آپ اس میں جکڑ کے رکھ دیئے گئے ہیں۔ کس نے جکڑ کے رکھ دیا ہے؟ اسے فطرت کہہ لو' اللہ کہہ لو' اب آپ اس حصار سے باہر نہیں نکل سکتے۔ یہ چیز دنیا دار کے لئے تکلیف بنتی ہے یعنی پیسے کی کمی اور وابستگیوں کی اذیت۔ اگر اچانک کوئی تکلیف آ جائے' اچانک زلزلہ آ جائے' بھونچال آ جائے' بارش آ جائے' سیلاب آ جائے۔ اللہ کی طرف سے یہ خوفناک اور Violent چیزیں آتی ہیں۔ یہ بڑی خوفناک چیزیں ہوتی ہیں اور ایک عام آدمی اس میں گھر جاتا ہے کہ میں کس عذاب سے دو چار ہو گیا ہوں' کبھی سیلاب میں پیاسا ہوں' کبھی دریا میں ڈوب رہا ہوں' کبھی تشنگی ہی تشنگی ہے' کبھی ایسی بات ہے کہ پانی ہی پانی ہے اور پینے کو ایک بوند بھی نہیں ہے۔ یہ کیا ہے' یا اللہ! اب وہ

پریشان رہتا ہے۔ یہیں سے تو اللہ پہچانا جاتا ہے۔ اگر اس کا میلان خدا کی طرف نہ ہو تو پھر وہ پریشان ہو جائے گا یا پاگل ہو جائے گا۔ اللہ کا کام غور سے دیکھو۔ اللہ بہشت بناتا رہتا ہے اور جنت کے دروازے کھول کے بیٹھا ہوا ہے اور بتاتا ہے کہ یہ بہشت کے راستے ہیں اور یہ بہشت کی خوبیاں ہیں' آپ یہاں بہشت میں آ سکتے ہو اور ایسا ہو سکتا ہے' لیکن بہشت کے ساتھ دوزخ کا دروازہ بھی کھلا ہے' وہ جانتا ہے کہ لوگوں نے بیان کے باوجود بہشت کو نہیں ماننا۔ پیغمبروں نے بیان کیا اور اولیائے کرام نے بیان کیا کہ یہ بہشت کے راستے ہیں۔ اولیائے کرام نے دنیا میں بہشتی دروازے بھی لگا دیے ہیں۔ جیسے بابا صاحبؒ نے پاک پتن شریف میں ایک بہشتی دروازہ لگا دیا۔ اس کے باوجود' اتنی سہولتوں کے باوجود' اتنی نوازشوں اور عنائتوں کے باوجود کچھ بندے ادھر ہی رہ جائیں گے۔ آپ یہاں جتنا مرضی بیان کرو' جہاں جو مرضی بیان کر لو' چاہے جتنا الصلوٰۃ خیر من النوم کہتے جاؤ۔ لیکن "صاحب نوم" اپنی نوم یعنی نیند میں ہی رہے گا۔ لہٰذا ثابت یہ ہوا کہ بہشت کے بیان ہونے کے باوجود اور نیکوں کے لئے نیک راستوں کے باوجود اور ماں باپ کی دعاؤں اور ماں باپ کی نوازشوں کے باوجود' اولاد گمراہ ہو جاتی ہے۔ ماں باپ کہتے ہیں ایسا مت کرو' اور وہ کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ انسان کی فطرت میں سرکشی لکھ دی گئی ہے۔ جب سرکشی لکھ دی گئی ہے تو وہ انسان باغی ہو جائے گا اور اسی راستے پر چلے گا جس سے منع کیا گیا ہے۔ اور نتیجہ وہی ہو گا جو نہیں ہونا چاہیے۔ مطلب کیا ہوا؟ مطلب یہ ہوا کہ اب تکلیف یا مشکل کیسے آئی؟ کہ تم نے اپنے آپ کو بیان شدہ راستے سے ہٹا کے کسی اور

راستے پر گامزن کر دیا۔ وہ راستہ کیا تھا؟ درمیانی راستہ۔ نہ نمائش کرو اور نہ کوئی واقعات کرو' نہ اپنی ہستی سے باہر سوچو۔ مطلب یہ ہے کہ سادہ زندگی گزارو۔ آمدن کے اندر خرچ کرو۔ آنے والے کا بھلا ہو اور جانے والے کی خیر ہو اور تم اپنی زندگی گزارو۔ اگر کوئی شخص سماج کی ضرورتوں کے ماتحت کسی بھی خواہش میں مبتلا ہو گیا اور کچھ کر بیٹھا تو نتیجہ یہ ہو گا کہ دنیا دار کو تکلیف ہو گی۔ دنیادار کو تکلیف سے بچانے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ دین دار بن جائے۔ اسی دنیا میں دین دار لوگ رہتے ہیں جو جانتے ہیں کہ کسی نمائش کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر آپ اصل کو دیکھنے لگ جاؤ تو بے شمار جھگڑوں سے بچ جاؤ گے۔ مطلب یہ ہے کہ اصل چیز انسان کی اوقات ہے' کہ وہ کیا ہے؟ ضرورت کیا ہے؟ تم لوگ کون ہو؟ کہ جانا تم نے مٹی میں ہے مگر کیا رنگ جمائے ہوئے ہو؟ غرور کیوں کر رہے ہو؟ اس بات کو پہچانو تو تکلیف نہیں آئے گی۔ تکلیف کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا یعنی تکلیف نہیں آتی کسی انسان پر مگر اس کی وسعت کے مطابق۔ گویا کہ تکلیف آتی ہے' تمہیں تمہاری وسعت کا تعارف کرانے کے لئے کہ تم کتنے وسیع ہو؟ اور اگر تم بے چین ہو گئے تو پھر تکلیف عذاب ہے

ایک جگہ اور فرمایا گیا کہ

تکلیف آتی ہے الا بما کسبت ایدیکم "یعنی مگر جو کچھ کیا تمہارے ہاتھوں نے"۔ اس لئے تکلیف آتی ہے۔ تکلیف کیوں آئی؟ تمہارے اعمال' تمہارے کسب کی وجہ سے کہ تم نے جو کچھ کیا' آج دیکھ تیرا نتیجہ کیا ہے؟ جو بویا اب کاٹ۔ تکلیف اس لئے آئی کہ اس کے پیچھے تمہارا

اپنا ہاتھ ہے۔ یہ بات سمجھ آئی؟ تکلیف کے پیچھے کون تھا؟ تم نے خود ہی تکلیفیں لکھی ہیں اور اپنے ہاتھ سے لکھی ہیں۔ اپنی تکلیف کا انسان خود مصنف ہے۔ ایک اور جگہ تکلیف کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کہا ہے الا باذن اللّٰہ "مگر میرے حکم سے آتی ہے"۔ اب یہ تینوں باتیں نوٹ کرو۔ تکلیف آئی اللہ کے حکم سے اور تکلیف آتی ہے تمہارے کرتوتوں کی وجہ سے اور یہ تکلیف تمہارا اپنا کیا کرایا ہے اور یہ کہ تکلیف آتی ہے تیری وسعت کے مطابق' اب گلہ نہ کرو' شکر کرو۔ تکلیف جو ہے یہ تمہیں مقام صبر سے متعارف کرانے کے لئے آتی ہے۔ اور یہ یاد رہنا چاہئے کہ اللہ "صابرین" کے قریب ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ ان اللّٰہ مع الصابرین تکلیف دے کر اللہ نے صبر سے تمہیں آشنا کرایا۔ اگر تکلیف پر تکلیف آ جائے تو یہ وقت صبر اور نماز سے گزارو۔ اگر تکلیف آ جائے تو انسان کو کیا کرنا چاہئے؟ اس کا جواب یہ ہوا کہ واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ یعنی استعانت مانگ صبر کے ساتھ' اور نماز کے ساتھ۔ تو آپ کی نماز اور آپ کا صبر جو ہے یہ اس تکلیف کا حل ہے۔ تو مشکل کا حل کیا نکلا؟ صبر اور استقامت کے ساتھ وقت گزارنا۔ تکلیف دے کر اللہ تعالیٰ نے صبر کے ساتھ تمہارا تعارف کرایا۔ مشکلات صبر سے تعارف کراتی ہیں۔ اور یہ مشکلات ایک بڑی نعمت کے ساتھ تعارف کراتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ تکلیف والے کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو گیا تو بڑی مبارک بات ہو گئی۔ اس کا ذرا دھیان کرنا چاہئے اور تکلیف آنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمہیں لوگوں کی تکلیف سے آشنائی مل جاتی ہے۔ یہ جو آج تیرے سر پر پڑی تو تیری چیخ

نکلی ہے اور وہ جو شخص کل تکلیف سے چلا رہا تھا' تم نے اس کی تکلیف کو نوٹ نہیں کیا۔ تو تکلیف جو ہے تمہیں دوسروں کے درد سے آشنا کرے گی۔ ہوا یہ کہ وہ چلاتا رہا اور تو نے غور نہیں کیا۔ تکلیف کے ذریعے تمہیں اس انسان کی تکلیف سے آشنا کرایا گیا اور جانوروں کی تکلیف سے آشنا کرایا گیا۔ یہ تکلیف اس لئے آتی ہے۔ کس لئے آتی ہے؟ تمہیں آشنا کرانے کے لئے' تمہیں تم سے آشنا کرانا' تمہیں تمہارے رب سے آشنا کرانا۔اور تکلیف تمہیں اپنے محسن کے ساتھ آشنا کراتی ہے کہ کون ہے جو تکلیف میں تمہارا ساتھ دیتا ہے۔ وہی تمہارا محسن ہے۔ اس دنیا میں جہاں غیر ہی غیر ہیں' کوئی کوئی اکا دکا محسن مل جائے گا اور جس نے محسن کی آشنائی کر لی تو یہ بڑی بات ہے۔ گویا کہ تکلیف جو ہے یہ سب سے بڑی Education ہے اور Quick Education ہے۔ یہ تعلیم نہ کتابوں سے ملتی ہے اور نہ دوسرے واقعات سے ملتی ہے۔ تکلیف کی یہ تعلیم سب سے زیادہ تیز ہے' فوری اور Effective اثر کرنے والی ہے۔ یہ انجکشن سے بھی تیز ہے۔ تکلیف کے بارے میں میاں محمد صاحبؒ نے ایک بڑی بات کی ہے۔

جے دکھ دے کے راضی ہوون تے سکھ دکھاں توں وارے
دکھ قبول محمد بخشا تے راضی رہن پیارے

تو اگر وہ دکھ دے کر راضی ہوتا ہے تو ہمیں دکھ قبول ہے۔ اگر وہ دکھ دے کے راضی ہوتا ہے تو اور کیا چاہئے؟ زندگی لے کے بھی اگر راضی

ہوتا ہے تو بھی ٹھیک ہے۔ تو سب سے بڑی بات یہ ہے کہ صرف اس تصور کے ساتھ خاموش وقت گزار دو کہ جاننے والا جانتا ہے اور وہ دیکھنے والا ہے اور دکھ بھیجنے والا بے خبر نہیں ہے۔ اتنی بات کر لو تو پھر تمہیں کمال حاصل ہو جائے گا' تب تکلیف کمال ہو گی۔ کہتے ہیں کہ یہ مقام دل ہے۔

یہ مقام دل ہے کہ الاماں' یہ کہاں نصیب قدسیاں
کہ فغاں گئی سوئے لامکاں' تو مکیں کا دل تھا ہلا ہوا

یعنی کہ اگر فریاد اس کے پاس جائے جس کے پاس سب فریادیں جاتی ہیں تو تکلیف والے کی فریاد عرش ہلا کے رکھ دیتی ہے۔ تو گویا کہ تکلیف نے تمہیں موثر کر دیا' Effective بنا دیا۔ تیری فغاں میں اثر پیدا ہو گیا۔ تیری فریاد میں تاثیر ہو گئی۔ گویا کہ درد نے تمہیں صاحب تاثیر بنا دیا۔ اور وہ بے وقوف آدمی ہے جو مار کھاتا جا رہا ہے اور اثر نہیں لیا اس نے۔ وہ ہر بار مار کھاتا جا رہا ہے اور پھر ایک بڑی تکلیف کا انتظار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس تکلیف کے ذریعے اس کو قریب تر کرنا ہے۔ اب اسے چاہئے کہ اس غم پہ راضی ہو جائے۔ نہیں راضی ہوتا تو پھر اگلے غم کے لئے تیار ہو جائے۔ اگر وہ یہیں قریب ہو جائے تو اگلے غم کی ضرورت ہی کوئی نہیں۔ اب آپ کو پتہ ہونا چاہئے کہ تکلیف ہوتی کیا ہے؟ تکلیف کس چیز کا نام ہے؟ کیا یہاں کوئی بندہ ایسا ہے جو اپنے حالات پر پوری طرح راضی ہو؟ سب گلہ کرتے ہیں' کون آدمی ہے جس کو پیسہ نہیں چاہئے۔ سب کو چاہئے۔ ہر کوئی کہتا ہے دعا کریں تھوڑے

سے حالات بہتر ہو جائیں۔ حالات بہتر ہونے چاہئیں۔ حالات کیسے بہتر ہوتے ہیں؟ بچے ٹھیک ٹھاک ہوں اور تم ٹھیک رہو' ہر آدمی اپنے حالات سے بہتر حالات چاہتا ہے کیونکہ اپنے علاوہ اپنی زندگی چاہتا ہے کیوں کہ ہر آدمی کی کوئی نہ کوئی خواہش ہے۔ ایسا کوئی نہیں ہے جو ضرورت مند نہ ہو۔ اب اس ضرورت مند کو کیا تکلیف ہو گی؟ وہ چیختا جا رہا ہے۔ بہت کم ایسے لوگ ہیں جن پر قرضہ واجب الادا نہ ہو۔ کون ہے جو ہر طرح سے آسانی میں جا رہا ہو؟ کس کی زندگی آسان ہوئی ہے؟ آپ یہ بتاؤ کہ کون سی آنکھ آپ نے دیکھی ہے جو روئی نہ ہو؟ کیا آپ نے ایسی آنکھ دیکھی ہے؟ میں نے تو نہیں دیکھی۔

کون سی آنکھ ہے جو غم سے یہاں روتی نہیں
جانے والوں کی مگر رفتار کم ہوتی نہیں

جانے والے چلتے جا رہے ہیں' رونے والے روتے جا رہے ہیں۔
اگر جدائی ہو گئی ہے تو یہ اللہ کا کام ہے۔ اس نے ہر آنکھ میں آنسو رکھ دیا ہے۔ ہر انسان کی فطرت میں غم لکھ دیا ہے۔ غم ملے گا۔ غم کا حصہ ملے گا۔ غم ضرور ملے گا۔ اس نے لکھ دیا ہے کہ اتنا کام کرو گے تو اتنا غم ملے گا اور اتنی خوشی ملے گی۔ اب غم کی جو وجہ اور جو مرضی بنالو! جسے تم تکلیف کہہ رہے ہو اسے ہم تو نصیب کہتے ہیں۔ آگے تمہاری مرضی' جو کہہ لو۔ اب ادھر سے چٹھی آ گئی ہے' وہ محبت کی چٹھی ہو یا تکلیف کی ہو' ہے تو آپ کے نام کی۔ محبت کی چٹھی وصول کر لیتے ہو اور غم کی چٹھی آ گئی ہے تو کہتے ہو کہ وہ اسی کو واپس دو۔ عزرائیل صاحب آ گئے تو

پھر کیا کرو گے؟

غم میں ہر انسان اپنے آپ کو بے کس کہتا ہے' غم کو بھی اسی طرح قبول کرو' جس طرح خوشیاں قبول کرتے ہو۔ رات بھی اتنی عزیز ہو جتنا دن ہے۔ بھیجنے والے نے دن بھیج دیا' پھر بھیجنے والے نے جدائی بھیج دی' اگر بھیجنے والا ایک ہے تو پھر یہ دونوں ایک ہیں۔ کون دونوں؟ غم اور خوشی' ایک ہی مصنف کی لکھی ہوئی چیزیں ہیں۔ خوشی بھی قبول ہے' غم بھی قبول ہے' یہ بھی اللہ کی عنایت ہے' یہ اس کی نوازش ہے کہ غم بھیج دیا۔ اگر خدا کو نہ چھوڑو تو مشکلات تمہیں ترقی دیتی ہیں' تمہاری سختی کو موم بناتی ہیں اور تمہیں حساس طبیعت بناتی ہیں۔ اس لئے غم کی بڑی کاروائی یہ ہے کہ غم تمہیں بہت ہی نرم کر دیتا ہے۔ اگر غم نہ ہو تو انسان پتھر ہی رہتا ہے۔ اگر کسی کا باپ فوت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی بات جب تک تم سمجھو گے نہیں تو تمہیں بات سمجھ نہیں آئے گی۔ ہمیشہ کے لئے دنیا میں رہنے کی اس نے اجازت نہیں دی۔ اللہ کہتا ہے' میں اور میرے فرشتے ہمیشہ سے حضور پاک ﷺ پر درود بھیجے جا رہے ہیں۔ اللہ کا کوئی عمل درمیان کے شروع نہیں ہوتا اور اللہ پتہ نہیں کب سے درود بھیجتا جا رہا ہے؟ تب سے بھیجتا جا رہا ہے' جب سے حضور پاک ﷺ کی شان موجود ہے۔ لہٰذا درمیان میں آنے والے حضور پاک ﷺ پہلے بھی موجود تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ بہر حال کہتا ہے کہ میں درود بھیجتا ہوں اور میرے فرشتے درود بھیجتے ہیں اور جب تک قرآن کریم موجود ہے' درود کا عمل بند نہیں ہو سکتا۔ اگر درود کا عمل بند نہیں ہونا ہے' تو رسالت کا عمل جاری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا درود جاری ہے۔ میں

بندوں کے درود بھیجنے کی بات نہیں کر رہا۔ اب اللہ جو درود بھیجتا ہے اور درود بھیجتا ہی رہتا ہے اور ایک خاص میعاد کے بعد موت کا عمل جاری ہوتا ہے تو یہ کیا بات ہوئی کہ اللہ تعالیٰ درود بھی بھیجتا جا رہا ہے اور پھر موت کے عمل سے بھی گزار رہا ہے۔ یعنی کہ اپنی محبوب ہستیوں کو بھی اس نے موت کے عمل سے گزار دیا۔ یہ اللہ کی شان بے نیازی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو بھی Spare نہیں کرے گا۔ یہ اس کا کام ہے۔ مطلب یہ کہ تکلیف یا غم یا موت کا عمل جو ہے ہر آدمی اس میں سے گزرے گا اور اس میں اللہ کا قرب موجود رہتا ہے۔ ہر انسان کے ساتھ یہ ہو رہا ہے۔ ہر انسان کے ساتھ یہ واقعہ ہو رہا ہے تو حضور پاک ﷺ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب اور کون ہو سکتا ہے؟ اس عمل سے وہ بھی گزر گئے۔ تکلیف کے عمل سے وہ بھی گزر گئے۔ آپ مسلمان ہو اور سیرت میں یہ بیان کرتے ہو کہ حضور پاک ﷺ غریب تھے اور وہاں تم یہ بھی کہتے ہو کہ تمہیں حضور پاک ﷺ سے محبت ہے؟ سارے مسلمان حضور پاک ﷺ سے محبت کرتے ہیں۔ حضور پاک ﷺ غریب تھے لیکن آپ لوگوں کو غریبی سے محبت نہیں ہے۔ اگر حضور پاک ﷺ سے محبت ہے اور آپ خود ہی بیان کرتے ہو کہ حضور پاک ﷺ غریب تھے تو تمہیں غریبی سے محبت کیوں نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں تو پھر تمہیں فاقہ کیوں پسند نہیں۔ یعنی کہ محبوب آدمی کی تو ہر چیز محبوب ہونی چاہیے۔ تمہاری محبت کے اندر ملاوٹ ہے۔ ہر شئے میں آپ ملاوٹ کرتے جا رہے ہو۔ محبوب کے پاس جو کچھ ہے، اسے بھی محبوب رکھو تو پھر بات

سمجھ آئے گی۔ ایک دفعہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پکا مکان بن رہا تھا' حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا یہ کس کا مکان بن رہا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فلاں صحابی کا مکان ہے۔ پھر آپ مسجد گئے' کچھ نہیں فرمایا' اور کچھ عرصے کے بعد وہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے' سلام کیا۔ آپ نے منہ پھیر لیا۔ اس نے باقیوں سے پوچھا حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض سے لگتے ہیں' بات کیا ہے؟ مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا اتنی بات ہوئی کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ یہ مکان کس کا ہے؟ تو ہم نے بتایا کہ یہ آپ کا ہے۔ اس کے بعد یہ واقعہ ہو گیا۔ وہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے اور مکان گرا دیا۔ واپس آ کر السلام علیکم کہا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا وعلیکم السلام' اور فرمایا کہ تم یہاں ٹھہرنا چاہتے ہو یا تم یہاں سے رخصت ہونا چاہتے ہو۔ یعنی رخصت ہونے والے قافلے کا قیام سے کیا تعلق؟ تو مطلب یہ ہے کہ جب تک تمہیں ساری باتوں کا ایک مربوط انداز میں علم حاصل نہ ہو تو تم پریشان رہو گے۔ آدھا سامان مغرب سے لیتے ہو' آدھا مشرق سے لیتے ہو۔ کلینک کا سارا سامان اور یہ الیکٹرونکس جاپان سے خریدتے ہو' کچھ ادھر سے لیتے ہو' کچھ ادھر سے لیتے ہو اور پھر کلمہ' نماز پڑھتے ہو' یہ تباہی ہے۔ اگر تمہیں کلمہ اور کلمہ والے پسند ہیں تو پھر وہ زندگی اختیار کرو' جو زندگی ان سے متعلق ہے۔ تو پھر تمہیں تکلیف نہیں ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم پاش پاش ہو گئے۔ ایک مربہ سا تو بن گیا ہے۔ سب ملاوٹیں تو ہو گئی ہیں اور سب پریشان ہو گئے ہیں۔ اگر انسان کو یہاں سے رخصت ہونا یاد رہے تو وہ بہت ساری

تکلیفوں سے بچ جائے گا۔ وہ چیزیں کرو، وہ مقامات حاصل کرو، وہ سامان بناؤ، جو تمہیں رخصت ہونے میں مدد دیں۔

ایک بندے نے مکان بنایا تو اپنے پیر صاحب کے پاس گیا کہ جناب میں نے مکان بنایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مبارک ہو۔ ایسا مکان بنانا کہ چھوڑتے وقت تکلیف نہ ہو! اب تم نے کیا مکان بنانا ہے۔ جتنا اچھا بنے گا اتنا ہی، چھوڑتے ہوئے تکلیف ہو گی۔ لہٰذا ہم جو کچھ حاصل کرتے رہتے ہیں اسے چھوڑنے میں تکلیف ہو گی۔ تکلیف تو ہر حال میں ہو گی، حاصل میں بھی تکلیف اور چھوڑنے میں بھی تکلیف۔ بڑی مشکل سے حاصل ہوا اور بڑی مشکل سے چھوڑا۔ آسانی سے حاصل کر لو اور آسانی سے چھوڑو۔ ایک درویش ایک آدمی کے پاس گیا کہ خدا کے لئے خیرات دو! اس نے کہا بابا جی ٹھہر جاؤ ابھی میں کام میں لگا ہوا ہوں، کافی دیر گزر گئی اس نے پھر سوال کیا، کہنے لگا لو جی تھوڑا سا کام اور رہ گیا، کام سے فارغ ہو کے تمہیں دوں گا۔ ابھی میں مصروف ہوں۔ وہ درویش غصے میں آ گیا اور کہنے لگا کہ تم اتنے مصروف ہو تو مرو گے کیسے؟ وہ بھی آگے بولا جیسے تو مرے گا۔ درویش نے کہا، دیکھو، میں تو یوں مروں گا۔ درویش نے ایک چادر بچھائی، کلمہ پڑھا اور مر گیا۔ "ہماری موت تو اتنی آسان ہے، تو بتا کیسے مرے گا؟" درویش کے مرنے کے بعد اس کو خیال آیا اور اس پر اتنی ہیبت طاری ہو گئی کہ ساری دکان لٹا دی اور ہر شئے چھوڑ چھاڑ کے جنگلوں میں چلا گیا۔ وہ فریدالدین ایک عام آدمی تھا۔ اب وہ فریدالدین عطارؒ ہو گئے۔ ان پر راز آشکار ہو گیا اور مخفی آشکار ہو گیا۔ وہ بات سمجھ گئے کہ فقیر کون تھا؟ فقیر یہ بتانے کے لئے آیا تھا کہ تو اتنا Busy ہے کہ

تجھے مرنے کی سمجھ نہیں آ رہی' پھر تو موت کے وقت کیسے مرے گا؟ اگر آپ کو مرتے وقت عزرائیلؑ سے تھوڑی سی مہلت ملنے کا امکان ہو تو آپ اسے بھی یہ کہہ دو گے کہ ٹھہر جاؤ' ابھی دو چار خطوں کے جواب دینے ہیں' کسی کے پاس جانا ہے' آج تو فنکشن ہے' شادی ہو رہی ہے' ذرا چابیاں دے لوں اور وصیت نامہ لکھ دوں۔ مگر موت کی تکلیف کا ادراک رکھنے والے معرفت الٰہی کو پا جاتے ہیں۔ معرفت الٰہی کا جو چشمہ ہے وہ سمندر ہی سے نکل رہا ہے اور سمندر ہی میں واپس جا رہا ہے۔ دریا سمندر ہے کہ سمندر ہی دریا ہے اور سمندر عجیب شے ہے کہ اس میں سے چار دریا نکال لو' پھر سمندر کا سمندر ہے۔ پچیس دریا ڈال دو تو پھر بھی سمندر ہے۔ سمندر کچھ نکالنے سے کم نہیں ہوتا اور کچھ ڈالنے سے بڑھتا نہیں ہے۔ یہ تو بے نیاز ہے' یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ بے نیاز کی تعریف کیا ہے؟ کہ جس سے کچھ نکالا جائے یا اس میں کچھ ڈالا جائے تو نہ کمی ہو اور نہ اس میں بیشی ہو۔

اس لئے آنکھیں کھولنے والا' کوئی واقعہ اگر آپ کی آنکھ کھول دے تو سمجھ لو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی شان بیان کر رہا ہے۔ ہر شئے اللہ کے قریب جا رہی ہے۔ ہر چیز ادھر کو رواں دواں ہے۔ تو مطلب ہے کہ ہر برے آدمی کے لئے بات مشکل ہے اور تکلیف وہ ہے اور اچھے آدمی کے لئے ہر بات آسان ہے۔ ہر عمل پیغامِ دوست ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہر ہونے والا واقعہ اس اللہ کا مظہر ہے۔ صرف آپ نے ماننا ہے۔ دنیا میں ماننے والے بھی رہیں گے اور منکر بھی رہیں گے۔ تم یاد رکھو کہ ہر مقام اللہ تعالیٰ کا مقام ہے اور یہاں سجدہ کرو تو خبر وہاں ہو جائے گی۔ اصل میں

اللہ جو ہے وہ تیرے دل کے کعبے میں مکیں ہے۔ اپنے دل کے کعبے کی تلاشی لو' کہیں اس میں دنیا کی آرزو تو نہیں پھنسی ہوئی۔ اگر دل میں دنیاوی آرزوئیں ہیں تو تمہیں کعبہ کدھر سے ملے گا۔ پھر تو یہ دل بت کدہ بن گیا۔ اگر دل سے دنیا کی آرزو نکالو تو یہی کعبہ ہے اور کوئی کعبہ نہیں! اصل میں یہی کعبہ ہے۔

ہے زمیں پہ کعبہ میرا مکاں
میں فلک پہ رکھتا ہوں لامکاں
تیرے دل میں رہتا ہوں ہر زماں
ہے نشاں ہی میرا جلوداں

کہتا ہے زمیں پہ کعبہ ہمارا ہے۔ کعبۃ اللہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ آسمان پہ لا مکاں ہے۔ اصل میں رہائش ہے انسان کے دل میں' تو اپنے دل کو آرزوؤں سے خالی کر۔ اسے کعبہ بنا۔ کعبہ کیا ہے؟ وہ اس دل کا نام ہے جو دنیاوی آرزوؤں سے خالی ہو۔ پس یہ اتنا چھوٹا سا کام کرنا ہے آپ نے کہ دل کو آرزوؤں سے خالی کرو۔ اپنے آپ کو آرزوں سے خالی کرو۔ اپنے آپ کو اللہ کا بنا کے رکھو۔ اس کی طرف سے جو چیز آتی ہے وہ قبول کرو' چاہے تکلیف وہ ہو

دکھ قبول محمد بخشا تے راضی رہن پیارے

اگر وہ تمہارے دکھ میں راضی ہوتا ہے تو اور کیا چاہیئے۔ اللہ کے ساتھ ہنگامہ نہ کیا کرو اور زیادہ لڑائی نہ کیا کرو۔ ایک کام ضرور کرو۔ گلہ کرنا چھوڑ دو۔ کسی انسان کا گلہ خدا کے پاس نہ کرنا اور خدا کا گلہ انسان

کے پاس نہ کرنا۔ یہ وعدہ کرو! کیا وعدہ؟ کہ گلہ نہیں کرنا۔ یہ نہ کہنا کہ میرے حالات پھر خراب ہو گئے۔ یاد رکھو' اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو تو کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ اس لئے گلہ نہ کرو اور جاننے والے اللہ سے بار بار تقاضا نہ کرو۔ اللہ سب جانتا ہے۔

غالبؔ نہ کر حضور میں تو بار بار عرض
ظاہر ہے تیرا حال سب ان پر کہے بغیر

وہ تیرے کہنے کے بغیر بھی جانتا ہے۔ دعا یہ کیا کرو کہ یا اللہ تو جانتا ہے اور تجھے پتہ ہے کہ میرے لئے تو نے کیا مقرر کر رکھا ہے اور جو تو نے مقرر کر رکھا ہے وہ مجھے مانگے بغیر دے دے اور جو تو نے مقرر نہیں کیا مجھے اس کے مانگنے کی توفیق نہ دے۔ بس آپ کی دعا منظور ہو جائے گی۔ کیا دعا کرنی ہے؟ کہ اے اللہ جو میرے لئے ہے مجھے مانگے بغیر دے دے اور جو میرے لئے نہیں ہے اس کے مانگنے کی توفیق نہ دے۔ آمین! آپ کی دعا قبول ہو گی۔ بس اتنا ہی کہنا جو ہے وہ مانگے بغیر مل جائے گا۔ جو نہیں ہے' وہ مانگنے کے باوجود بھی نہیں ملے گا۔ تو لہٰذا جو ہونا ہے ہونے دو' جو آتا ہے آنے دو' جو جاتا ہے جانے دو۔ تمہارا کام کیا ہے؟ راضی رہنا اور ہر حال میں راضی رہنا!

رہنا ہے ہر حال میں راضی
خالق سنگ ہے جیون بازی

ہر حال میں راضی رہنا تمہارا کام ہے اگر اس کے ساتھ بازی لگا رہے ہو تو پھر چلنے دو' کبھی وہ لے گیا اور کبھی وہ دے گیا۔ ہم ہر حال میں

راضی رہیں۔ ہر موسم میں راضی' بہاروں میں راضی' خوشیوں میں راضی' اور تکلیف آ جائے تو بھی راضی۔ اگر تکلیف آ جائے اور انسان بے بس ہو' دور دور تک حل نہ ہو تو بے چارہ انسان کیا کرے؟ اس کا حل یہ ہے کہ انسان راضی ہو جائے۔ پھر تکلیف تو تکلیف نہیں رہے گی۔ تکلیف جو ہے یہ جدائی کا نام ہے۔ تکلیف کیا ہے؟ جدائی کا نام ہے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ ایک آدمی کو تکلیف ہو اور وہ راضی رہے۔ اب اگر اس کا دوست اس کے پاس آ کے بیٹھ گیا تو تکلیف کم ہو جائے گی۔ صرف دوست پاس آیا تو تکلیف کم ہو گئی اور اگر اللہ پاس آ جائے تو پھر تکلیف کیا ہے؟ اگر اللہ پاس ہو اور تکلیف ہو تو یہ بڑی نا شکری کی بات ہے۔ اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دو تو تکلیف نہیں ہو گی۔ اب آپ دعا کرو۔ اچھے زمانے آئیں' اچھے حالات ہوں' خداوند تعالیٰ آپ لوگوں کی صحت قائم رکھے' آپ لوگوں پر جو افتاد پڑی ہے یا مشکلات پڑی ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آسان کرے اور اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے محسنوں کے قریب رکھے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس مشکل زمانے میں ایمان قائم رہے اللہ آپ کا ایمان محفوظ کرے' ہم تو اس زمانے سے محفوظ نہیں رہ سکتے' ہمارے لئے تو اس میں بہت مشکل ہے۔ جس طرح کے حالات جا رہے ہیں یا اللہ ! ہمارے ایمانوں کو تو ہی محفوظ کر اور غریبی کے باوجود ہمیں راضی رکھ۔ ہماری حفاظت تو آپ ہی کرا ہم اپنی کیا حفاظت کریں گے تو ہی ہماری حفاظت کر۔ تو مہربانی فرما! اللہ تعالیٰ ہم پر احسان کر' آسانی عطا فرما' اور مہربانی کر۔

صلی اللّٰہ تعالٰی علی خیر خلقہ و نور عرشہ افضل الانبیاء

والمرسلین حبیبنا شفیعنا سیدنا و مولانا محمد و آلہ
واصحابہ اجمعین آمین۔

○

۱ دینی لحاظ سے مہمان کے بارے میں وضاحت فرمائیں۔

۲ سر! کن کن لوگوں سے تعلق رکھا جائے؟

۳ آج کل جس طرح کی زندگی جا رہی ہے اس میں کیا عمل کیا جائے اور ایمان کیسے بچایا جائے؟

سوال:

مہمان کو رحمت کہتے ہیں لیکن ہر گھر میں کچھ قاعدے قانون ہوتے ہیں تو دینی لحاظ سے مہمان کے بارے میں وضاحت فرمائیں؟

جواب:

پہلی بات تو یہ ہے کہ مہمان وہ ہے جو اس علاقے کا رہنے والا نہ ہو جہاں سے وہ آیا ہے' اس جگہ رہنے کے لئے اس کے پاس آپ کے علاوہ کوئی وسائل نہ ہوں اور تیسرا یہ کہ وہ اپنے کام کے لئے نہ آیا ہو۔ آپ کے ہاں جو مہمان ہوتے ہیں وہ تعلقات کے حوالے سے مہمان ہوتے ہیں' یہ مہمان شریعت کے حساب سے نہیں آتے مثلاً" آپ نماز پڑھنے جا رہے ہیں اور اسے کہیں کہ نماز کے لئے چل مگر مہمان کہتا ہے کہ میں تو ٹھہر کر نماز پڑھوں گا۔ یہ تو آپ کے تعلق کی بات ہے' آپ لوگوں کے ہاں جتنے مہمان آتے ہیں یہ تعلقات کی بناء پر آتے ہیں۔ ویسے اس بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے کہ کچھ انسان مزاجاً" مہمان ہوتے ہیں. اور کچھ انسان مزاجاً" میزبان ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی انسان کا ایک مزاج ہے کہ کچھ لوگ خود کو گھر میں ہی مہمان سمجھتے ہیں اور کچھ

لوگ خود کو دنیا کے اندر مہمان سمجھتے ہیں کہ وہ آئے' ٹھہرے اور چلے گئے۔ دنیا دنیا کی رہی اور وہ واپس چلے گئے جہاں سے آئے تھے۔ ایسے لوگ کہتے ہیں کہ دنیا ایک مسافر خانہ ہے اور ہم مہمان ہیں' تو اب بات یہ بنی کہ مہمانوں کے گھر پر مہمان آ گئے اور پردیسی کے گھر دوسرے پردیسی آ گئے' اس طرح بات دور تک چلی جائے گی۔

آپ کی بات کا آسان جواب یہ ہے کہ جتنی دیر تک وہ شخص اپنے مہمان ہونے کے عمل سے آپ لوگوں کو گراں نہیں گزرتا' تب تک اسے مہمان نہ سمجھو اور اگر آپ کی برداشت آپ کی کمر توڑ رہی ہے تو پھر آپ اس سے معذرت کر لو۔ اگر وہ چاہت والا ہے تو دعا کرو کہ اور کچھ دن ٹھہر جائے یعنی اگر پسندیدہ ہے تو کچھ روز اور ٹھہرے اور اگر ناپسند ہے تو پھر اس کا آپ تکلف نہ رکھو کیونکہ آپ سے اس کا مزاج نہیں ملتا۔ پھر یہ نہ ہو کہ آپ اس کو ناپسند کرتے کرتے کچھ سخت بات کہہ بیٹھو کہ یہ اللہ نے کھانا ہے تو میں نے تمہیں کھلا دیا ہے' ورنہ یہ بھی نہ کھلاتا۔ مدعا یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو بندش میں نہ رکھو۔ مہمانوں کے ساتھ بڑے حساب سے رابطہ رکھو۔ وہ آدمی آپ کے ہاں مہمان ہونا اچھا لگتا ہے جس کے ہاں جا کے آپ خود ٹھہرنا پسند کریں۔ اگر آپ کو اس کے ہاں جا کے ٹھہرنا پسند نہیں ہے تو جب وہ آپ کے ہاں ٹھہرے گا تو آپ کو ناپسند ہو گا۔ یہ قرب والے کی بات ہے' اگر وہ نامحرم ہے تو اس کو گھر میں احتیاط سے رکھا جائے یا مہمان سرائے بنائی جائے یا اس طرح الگ رکھا جائے کہ یہ مردانہ ہے اور یہ زنانہ ہے' اور اگر ایسا واقعہ نہیں ہے اور انتظام نہیں تو پھر اس کو کہیں اور Stay کرا دیا جائے۔ تکلیف

سے مہمان نہ رکھا جائے۔ مہمان جو آپ کی زندگی پر Extra بوجھ بنے یعنی کہ جو آپ کی Normal Life سے ہٹ کے ہو تو وہ مہمان نہیں ہے۔ اگر آپ کے ہاں جو کچھ پکتا ہے اس کو بھی وہی کچھ کھلایا جائے اور آپ کے ہاں ایسے آئے جیسے آپ ہی کے ہاں رہتا ہے تو پھر وہ مہمان صحیح ہے اور اگر مہمان تکلف بن جائے' تکلیف بن جائے تو آپ اسے ایک آدھ دفعہ کھانا کھلا کے معذرت کر لیں تو بہتر ہے۔ اور اگر کوئی مہمان آپ کا رشتے دار' اپنا ہے اور کچھ زیادہ عرصہ ٹھہر رہا ہے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ کا خرچ بڑھ رہا ہے تو یہ کبھی نہ سوچنا' مثلاً" رشتے داروں میں بھانجا آ گیا یا کوئی بھتیجا آ گیا اور گھر میں آ کے مہمان ٹھہرا اور آپ کہو کہ سمجھتا ہی نہیں کہ حالات کیسے ہیں لیکن آپ یہ نہیں سمجھ رہے کہ اسے کیا مجبوری اور تکلیف ہے جس میں گاؤں کا یہ آدمی آیا ہے۔ اس وقت آپ اپنے مزاج میں گرانی نہ پیدا کرنا کیونکہ یہ اسلام کے خلاف ہے' جس نے آپ کو کھانا دیا ہے اسی نے مہمان کو بھیجا ہے۔ وہ آپ کو کھانا پہلے دے چکا ہے اور مہمان بعد میں بھیجا ہے' اس کا رزق لکھا ہوا۔ شکر کرو کہ وہ آپ کے دسترخوان پہ آیا ہے ورنہ رزق اس کا لکھا ہوتا اور کھاتے آپ رہتے۔ ایک درویش کے پاس ایک مہمان آیا' وہ کھانا لائے اور کہا بسم اللہ کیجئے۔ مہمان نے کہا میں تو بسم اللہ نہیں کہتا کیونکہ میں تو یہودی ہوں۔ درویش نے کہا اگر تو یہودی ہے تو چل دوڑ یہاں سے۔ جب تہجد کا وقت ہوا تو آواز آئی کہ آج کے بعد تیری نماز بند ہے' تو ہمارے کسی کام کا آدمی نہیں' جو شخص ہمیں نہیں مانتا ہم اسے ساٹھ سال سے رزق دیتے آ رہے ہیں' تمہارے پاس آیا اور تم نے

میرا بہانہ بنا کے اسے گھر سے نکال دیا۔ تو اللہ نے یہ کہا کہ رب ہونے
میں یعنی پالنے میں دین نہیں ہے۔ ربوبیت کے عالم میں دین نہیں ہے۔
اگر بکری بھوکی مر جائے تو آپ پر سخت حساب آ سکتا ہے۔ ایک دفعہ
حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حکم آ گیا ہے کہ بھوکے کو کھانا کھلاؤ تو
صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ اگر وہ ایمان والا نہ ہو تو؟ آپؐ نے فرمایا کہ
بھوکے کو بھوکا ہونا چاہئے' مومن اور کافر کی بات نہیں ہے۔ تو شرط یہ
ہے کہ بھوکا ہونا چاہئے' اگر بھوکے کے پاس کھانا نہیں ہے تو اسے کھانا
کھلاؤ جس طرح رب بھوکے کو کھانا دیتا ہے۔ رب کے معنی ہیں پالنے
والا۔ آپ ربوبیت کے طور پر کھانا کھلاؤ یعنی یہ نہ ہو کہ اگر مسلمان ہے تو
کھانا دینا ہے۔ اس طرح کھلاؤ جس طرح رب کھلا رہا ہے' سب کو' کافر کو
بھی اور مومن کو بھی اور زمین پر رہنے والے ہر جاندار کو و ما من دابۃ
فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔ "یعنی جو بھی اس زمین پر مخلوق ہے اللہ
کے پاس ہے اس کا رزق"۔ تو اللہ رب العالمین ہے۔ اللہ ذات ہے اور
"رب" اس کی ایک صفت ہے یعنی پالنے والا۔ وہ صرف مسلمانوں کا
نہیں بلکہ ساری کائنات کا رب ہے' وہ سورج کو روشنی دیتا ہے اور دریا کو
پانی اور روانی دیتا ہے' مچھلیوں کو پالنے والا ہے اور ہر چیز کو پالنے والا ہے'
وہ ہندو مسلم سب کائنات کا رب ہے۔ اللہ تمہارا اللہ ہے' یعنی کہ اللہ
آپ کا معبود ہے اور رب جو ہے یہ سب کا ہے۔ جب آپ یہ مان لیں
کہ آپ کو رزق رب نے دیا ہے' وہ جس کی آپ عبادت کرتے ہیں اس
کا نام بھی رب ہے' اس رزق میں سے اگر اس کی کائنات کا کوئی بھی
ضرورت مند ذی جان انسان آپ سے تقاضا کرے تو کھانے کا انکار نہ کرنا'

جس طرح رب انکار نہیں کرتا۔ رب نے کبھی کسی سے انکار کے باوجود یہ نہیں کہا کہ تم مجھے مانتے نہیں ہو تو میں تجھے رزق نہیں دیتا۔ اللہ اس لئے اللہ ہے' Great اس لئے ہے کہ وہ نہ ماننے والوں کو بھی Serve کرتا ہے بلکہ انہیں پہلے دیتا ہے اور زیادہ دیتا ہے تاکہ وہ یہ نہ کہے کہ نہ ماننے کی وجہ سے میں نے اسے کھانا نہیں دیا۔ اس لئے مومن کو چاہیے کہ ربوبیت کے عمل میں کہیں اسلامیت نہ ڈال دے۔ اگر کسی شخص کو کھانے کی ضرورت ہو اور آپ کے پاس آئے تو وہاں بڑی فیاضی کے ساتھ اسے کھانا کھلاؤ اور جو شخص صرف کھانے کی نیت سے آئے اس کو چیک کر لو۔ مثلاً" آپ باہر کے کسی ملک رہتے ہیں اور ایک شخص آ کر کہتا ہے کہ مجھے ہوٹل میں ٹھہراؤ جب کہ اس کی جیب میں پیسے بھی ہیں تو اس کو Avoid کرو۔ کیونکہ یہ اس کا پیشہ ہے' اور پیشہ ور مہمان سے بچو' لیکن "پیشہ ور میزبان" ہو جاؤ۔ اپنا دسترخوان Open رکھو۔ اگر آپ یہ فیصلہ کر لیں کہ شام کا کھانا آپ نے اپنی ٹیبل پر کسی ایک اجنبی کے ساتھ کھانا ہے تو چالیس دن کے اندر آپ کو فقیری مل جائے گی۔ جس نیت سے آپ یہ عمل کر رہے ہیں کہ میں نے کسی اجنبی کے ساتھ کھانا ضرور کھانا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک دن ایسا اجنبی بھیجے گا جو آپ کو فیض دے جائے گا۔ فیض گھر میں ملا کرتا ہے۔ اللہ کسی فاصلے کا تو نام نہیں ہے۔ اللہ فاصلے سے آزاد ہے' اللہ نیت کا فاصلہ طے کراتا ہے' نیت گھر میں ہوتی ہے۔ نیت یہ ہے کہ آپ اگر اپنے اندر ہی اندر قبلہ رو ہو گئے تو قبلہ آپ کے روبرو ہو گیا۔ اس لئے جب آپ کی نیت اللہ ہو جائے تو آپ کوئی عمل کریں تو وہ اللہ کی رضا کے لئے ہو گا۔ کسی بزرگ کی نشانی

یہ بتائی جاتی ہے وہ سڑک پر بیٹھے مہمان کو تلاش کر رہے تھے' اس دن کوئی مہمان نہ آیا وہ بھوکے ہی سو گئے۔ ایسے لوگ مہمان نہ آنے پر پریشان ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا آپ مہمان کی عزت کریں اور پیشہ ور مہمان سے بچیں۔

مہمان ضرورت مند ہونا چاہئے چاہے اس کا دین کچھ بھی ہو۔ لیکن جو رشتے دار آپ کے ہاں مہمان آتے ہیں ان کا ایک الگ شعبہ ہے' وہ شعبہ ذی القرباء کا ہے یعنی وہ اقربا ہیں' اس لحاظ سے آپ پر واجب ہے اور خون کے لحاظ سے آپ پر ان کا حق ہے کیونکہ کسی وسیلے سے وہ آپ کے خون کا حصہ ہے اور وہ آپ سے خون کے ان ذرات کا حصہ لینے آتے ہیں۔ ان کو Accommodate کیا کرو' بلکہ جاتے وقت ان کو کچھ ضرور دے دیا کرو۔ اگر آپ کے تعاون سے ان کو Encouragement مل جائے تو ان کے بے شمار مسائل Confidence کے ساتھ حل ہو جائیں گے کیونکہ وہ گاؤں سے نیا شہر آیا ہوتا ہے اور اگر آپ کا تعاون مل جائے تو اسے Confidence مل جاتا ہے اور وہ شہر میں اپنے امکانات کو Explore کر سکتا ہے۔ اس کو یہ موقعہ ملنا چاہئے۔ یہ بات کہ رشتے دار کون ہوتے ہیں تو آپ کے اور آپ کی بیوی کے رشتے دار۔ اس کی حد یہ ہے کہ آپ کے اور بیوی کے فرسٹ کزن ہونے چاہئیں۔ ان کو مہمانوں کے خانے میں نہ رکھنا۔ اگر استاد آ جائے تو وہ گھر کا مالک ہے' اسے مہمان نہ سمجھنا' چاہے وہ پرائمری کا استاد ہو۔ اسے کہنا کہ جو آپ نے پہلا سبق پڑھایا تھا' آج بھی اس سبق کا حصہ ہے۔ اس طرح اگر والد کا کوئی دوست مل جائے تو اسے والد

کی طرح سمجھنا' والدہ کی کوئی کلاس فیلو مل جائے تو اسی طرح سمجھنا۔ اس لئے مہمانوں کے بارے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ باقی اگر آپ کی آنکھ کھل جائے تو آپ اپنے پاس اپنے گھر میں ہی مہمان ہیں۔ مہمان وہ ہوتا ہے جس کا قیام عارضی ہو' تو میرا خیال ہے اگر دنیا کو مہمان سرائے کہا جائے تو آپ کی ملکیت کیا ہے؟ ایک آدمی نے گھر پر بڑا مضمون لکھا تھا' اس نے سوچا کہ چڑیا کے گھونسلے کو تباہ کر دیا جائے' پھر اسے خیال آیا کہ پتہ نہیں یہ گھر چڑیا کا ہو اور میں اس کے گھر میں رہتا ہوں' نہ کہ وہ میرے گھر میں رہتی ہے۔ تو پتہ نہیں اس کا بسیرا تو بعد میں رہے گا اس لئے چڑیا کو شوں کر کے اڑا نہ دیا کرو یہ پتہ نہیں ہوتا ہے کہ وہ مالک ہے اور آپ اس کے مہمان ہو۔ اس لئے بڑے دھیان کے ساتھ ان باتوں کا خیال کرو کہ مہمان کون ہے' جو مالک نہ ہو وہ مہمان ہوتا ہے۔ اگر آپ اپنی ملکیت نہ جتاؤ تو آپ بھی مہمان ہو۔ ساری کی ساری ملکیت امانت ہے اور آپ مہمان ہو۔ ان الذین قالو ربنا اللّٰہ ثم استقامو تتنزل علیھم الملٰئکۃ یعنی جن لوگوں نے یہ کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر اس بات پر قائم ہو گئے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ تم ڈرو نہیں' کھاؤ پیو' ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اللہ ان کا میزبان ہوتا ہے ان کے لئے یہ دنیا بھی خوشی کی بات ہے اور آگے بھی جنت ہے' ان کو ڈرنا نہیں چاہئے کیونکہ کھلانے سے رزق کم نہیں ہو گا ایسے لوگوں سے اللہ کہتا ہے نحن اولیاؤکم کہ ہم تمہارے دوست ہیں' اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اب جس نے ایک بار اللہ کو رب کہا تو اللہ کی طرف سے میزبانی ہو گی۔ اگر انسان کی آنکھ کھل جائے

اور اسے اس بات کا پتہ چل جائے تو وہ دیوانہ وار مہمانوں کو ڈھونڈے گا' اگر گھر میں سکون نہ ہوا یا رحمت کی کمی محسوس ہوئی اور دین میں تسکین نہ ہوئی تو فوراً" مہمان کو تلاش کرے گا۔ تو مہمان رب کا ایک روپ ہے۔ اگر کسی نے ساری عمر مال جمع کیا اور گن گن کے رکھا جمع مال وعدہ اور اسے کہو کہ حج کیوں نہیں کیا تو کہے گا وقت نہیں ملا۔ ایسے شخص کے پاس رزق بے شمار ہے مگر اللہ نے اسے اپنے رستے میں قبول نہیں کیا۔ ساری عمر جمع کرتا رہا لیکن آخری وقت میں یہ جمع کس کام کی۔ اگر اللہ قبول نہ کرے تو آپ کے پاس پڑا ہوا پیسہ آپ میں بڑا غرور پیدا کرتا ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں ہوتا۔ یہ پیسہ عذاب ہے۔ جو پیسہ اللہ کی راہ میں خرچ ہو وہ راحت جاں ہے۔ دعا کرو اللہ کی راہ والا آپ سے کچھ لینے کے لئے آ جائے۔ اس مہمان کا شکر ادا کرو جس کی وجہ سے اللہ کی راہ میں Compulsory خرچ کرنا پڑ گیا ورنہ اس کا امکان نہیں تھا۔ اسی طرح سائل کنجوس کو سخی بنانے آ جاتا ہے۔ شکر کرو کہ اللہ نے تمہیں دینے والا بنایا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ میزبان کا ہاتھ اوپر ہوتا ہے۔ جب سرکارؐ نے یہ فرمایا تو لوگ مہمان کو ڈھونڈتے تھے' بھوکے کو ڈھونڈ کے کھانا کھلاتے تھے۔ کچھ صحابہ کرامؓ یہ کرتے تھے کہ دو دن کی بھوک رکھ کر دوسرے صحابیؓ کے پاس چلے جاتے تھے تاکہ اس کو بھوکے کو کھانا کھلانے کا ثواب مل جائے۔ بھوکا آدمی کھانا کھاتا جائے گا اور ساتھ ساتھ دعا کرے گا کہ یا رب العالمین میری بھوک مٹ گئی ہے' اب اس شخص پر فضل کر۔ اس لئے ڈھونڈ کر بھوکے کو کھلاؤ' ڈھونڈ کر سائل کو

پیسے دو۔ بھوکے کو کھانا کھلانا اللہ کا حکم ہے۔ اللہ کے حکم کا کوئی متبادل نہیں۔ اللہ نے حکم دیا کہ روزہ رکھو اور اگر نہیں رکھ سکتے تو دس بھوکوں کو کھانا کھلا دو۔ حالانکہ اللہ کے حکم کا Alternate نہیں ہوتا مگر یہاں Alternate نکال دیا کہ بھوکے کو کھلاؤ، یتیم کو کھلاؤ اور فقیر کو کھلاؤ۔ پھر اللہ نے فرمایا کہ ہم غنی ہیں اور تم لوگ فقیر ہو۔ اپنے آپ کو فقیر سمجھو، غریب سمجھو، پھر آپ کو مہمان کی قدر ہو گی کہ وہ غریب بھی ہے اور غریب الدیار بھی ہے اور ضرورت مند بھی ہے۔ شکر کرو اللہ نے آپ کا پیسہ قبول فرمایا۔ پرانے درویش مہمانوں کی بڑی آؤ بھگت کیا کرتے تھے۔ ایک روز اپنے درویش کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کی کہ شاید میری عبادت کمزور ہو گئی ہے، کوئی مہمان نہیں آیا۔ جو مستند درویش ہیں ان کے بعد بھی آج تک لنگر پکتے جا رہے ہیں اور لوگ کھاتے جا رہے ہیں۔ فقیری ہے ہی لنگر۔ لنگر کا جاری ہونا فقیری کی ایک خاص قسم کی سند ہے۔ اگر آپ پاکپتن میں بابا فریدؒ کے ہاں جاؤ تو پتہ چلے گا کہ انہوں نے اپنی زندگی میں دو اڑھائی سیر اناج کھایا، لوگوں نے پوچھا کہ اتنا کم کیوں کھایا تو فرمایا میں ایک سیر بھی کھا سکتا تھا لیکن میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھانے کے قریب پہنچ جاؤں، اس لئے میں نے زیادہ کھا لیا۔ اس طرح حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے ہاں جو دیگ پکتی ہے وہ بڑی مشہور دیگ ہے۔ ایک سو بیس من چاول ایک وقت میں پکتے ہیں۔ آپ اپنے گھر میں پانچ کلو چاول پکاتے ہو تو شور مچاتے ہو کہ دیگ پکا لی ہے۔ اور جس کا اتنا بڑا لنگر ہے وہ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور رات کو عبادت میں قائم ہیں۔ اس طرح تعلیم دی ہے انہوں نے۔ یہ فقیری

ہے۔ لفظ "غوث" کا کیا مطلب ہے؟ غوث کا معنی مدد کرنے والا اور معانی کے ساتھ یہ مرتبہ ہے۔ غریب نواز ایک Title ہے اور اس کا مطلب ہے غریبوں کے ساتھ نوازشیں کرنے والا۔ یہی ان کا مرتبہ ہے۔ داتا صاحبؒ کے لفظ "داتا" کا مطلب ہے دینے والا' یہ ہندی کا لفظ ہے۔ فارسی میں لفظ ہے "گنج بخش" یعنی خزانہ دینے والا۔ تو داتا کا مطلب ہے دین والا' دینے والا' یعنی کہ کھلانے والا' پلانے والا اور رونقیں لگانے والا۔ وہ خود اپنے حال میں اور فقیری میں ہیں لیکن آنے والے کے لئے لنگر خانہ موجود ہے۔ اسی طرح آپ تونسہ شریف چلے جاؤ تو لنگر خانہ موجود ہے۔ کوئی نہیں پوچھے گا کہ تم کون آدمی ہو؟ بس لنگر مل جائے گا۔ اسی طرح بری امام سرکارؒ پہ چلے جاؤ تو لنگر ہے۔ کہیں چلے جاؤ لنگر خانہ موجود ہے۔ یہ لنگر خانہ کیسے چلتا ہے؟ آپ کے پیسوں سے چلتا ہے مگر آپ پیسے نہ دو تب بھی لنگر چلتا ہے۔ کمال تو یہ ہے! اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی ایسا سسٹم ہے کہ جس سے وہاں پر ربوبیت کا Exhibition ہوتا ہے۔ آپ کے ہاں مہمان آ جائے تو آپ کہتے ہیں کہ اس مہینے کا بجٹ خراب ہو گیا۔ جس آدمی کو باطن کی کوئی تنگی آ جائے اور کوئی بات سمجھ نہ آئے تو اسے چاہئے کہ دسترخوان کو Open کر دے تو دل "اوپن" ہو جائے گا۔ آپ کی Dining Table جتنی کھلی ہو گی آپ کا دل اتنا Open ہو جائے گا' دل میں کشادگی آئے گی' رزق میں کشادگی آئے گی۔ اس لئے مہمان کو ڈھونڈ کر لایا کرو۔ کچھ مہمان خود بخود آ جائیں گے۔ تو مہمان برکت ہے' رحمت خداوندی کی نوید ہے' آپ کی کنجوسی میں سخاوت کا شعبہ ہے۔ مہمان اللہ کی مہربانی ہے کہ اللہ اپنا دیا ہوا پیسہ اپنی

راہ میں قبول کرتا ہے اور اس مہمان کے دم سے آپ کو عزت ملتی ہے۔ آنے والا بھی مہمان ہے اور آپ بھی یہاں پر مہمان ہو۔ اقبال نے کہا تھا:

نہیں بیگانگی اچھی رفیق راہ منزل سے
ٹھہر جا اے شرر ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں

کہتا ہے تو جانے والا ہے تو میں بھی جانے والا ہوں۔ جب آپ کو یہ یقین آ جائے کہ ہم سب جانے والے ہیں تو پھر کیا مہمان اور کیا میزبان۔ ہم سب مسافر ہیں:

مسافر ہیں دنیا میں بازار امکاں کے تماشائی

ہم سارے کے سارے مسافر ہیں اور یہ دنیا مسافر خانہ ہے۔ کیا آپ اپنے ساتھ کچھ مال لائے تھے' اور جو شخص اپنے ساتھ مال لایا تھا' وہ اپنے ساتھ مال لے جا سکتا ہے لیکن جو یہاں کا ہے وہ یہاں رکھ دے۔ لایا تو صرف برہنگی کا لباس تھا اب اس لباس میں واپس جا۔ یہاں کا یہیں رکھ جا اور اللہ کا حصہ اللہ کو دے دے' تو تیرے پاس تیرا اپنا حصہ کیا ہے؟ اگر کوئی کہے کہ میں نے اپنا ذہن لگایا ہے تو ذہن کس نے دیا۔ ہاتھ کی قوت کس نے دی' اللہ نے دی۔ تو آج جو تیرے پاس رزق ہے اگر تو مانتا ہے کہ اللہ کی طرف سے رزق ہے تو مہمان کو بھی اللہ کی طرف سے مان۔ اور یہ احتیاط رکھتے ہوئے کہ ایسا نہ ہو کہ وہ کوئی چور ہی ہو۔ یہ احتیاط بھی ہونی چاہئے۔ تو مہمان کی بہت عزت کرو' حتی الوسع اس کے ساتھ نرمی کرو اور اسے آزردہ نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وجہا من

..........................۔ اس کی Insult نہ کرنا' Insult کا مطلب یہ ہے کہ مہمان سے یہ نہ کہنا کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو' اس کو At home محسوس کرو' اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو مہمان سمجھو' پھر بات Easy ہو جائے گی۔ بس یہ سمجھو کہ آپ اس کا رزق کھا رہے ہو۔ اس لئے اسے ادب سے اور شوق سے کھلاؤ۔

سوال:

سر! آپ نے کہا ہے کہ اجنبی کو ڈھونڈیں تو ہم لوگ اپنے دوستوں کو عام طور پر سوسائٹی میں ڈھونڈتے رہتے ہیں اور اس کے لئے Public Relationings کرتے ہیں۔

جواب:

یہ جو Public Relationing ہے' یہ بات مہمانوں کے شعبے میں نہیں آتی۔ اس میں وہ مہمان نہیں ہے اور نہ کوئی غریب الدیار ہے مثلاً" اپنے محلے کے آدمی کو شام کو بلالیں تو وہ مہمان نہیں ہے۔ بیٹی کی شادی ہے اور ولیمہ ہے تو یہ مہمان نہیں ہوتے۔ لوگ شادی کا ولیمہ بڑے بڑے ہوٹلوں میں دیتے ہیں اور ادھار لے کر دیتے ہیں' وہاں پر Selected Gathering کرتے ہیں۔ وہ آپ کی اپنی شہرت اور نمائش کے لئے ہوتا ہے۔ تو مہمان اور چیز ہے اور Public Relationing اور چیز ہے۔ یہ الگ فنکشن ہے۔ یہ جو پریذیڈنٹ ہاؤس میں روز کھانے ہوتے ہیں' یہ مہمان کی بات نہیں' یہ اور مجبوریوں کی بات ہے بلکہ ابتلاء کی بات ہے۔ یہ فضول خرچی کے ضمن میں آتا ہے۔ کیونکہ اس میں

بے شمار خرچہ ہوتا ہے اور قوم میں غریبوں کی حالت اور ہے۔ کھانا فقیری کی صفت ہے۔ فقیری کی حفاظت مہمانوں کی خدمت سے کرو۔ جب فقیری کی حفاظت کرنی ہو تو پیسے لے کے باہر نکل جاؤ اور مہمانوں کی خدمت کرو۔

سوال:

سر! کل دو شخص باتیں کر رہے تھے' وہ باتیں تو کچھ اور کر رہے تھے لیکن ان کے دل میں کچھ اور تھا' اس شخص سے تعلق بھی ہے تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ اس کے علاوہ کن کن لوگوں سے تعلق رکھا جائے؟

جواب:

اگر کسی کے اندر ظاہر اور باطن کا فرق نظر آ جائے تو اس سے تعلق مدھم کر لو' تعلق کم کر دو۔ جس آدمی کے قول و فعل میں فرق ہو جائے تو وہاں تعلق سے گریز کر لو۔ تمہاری نجات اسی میں ہے کیونکہ تعلقات کا رنگ جو ہے بغیر عمل کے بھی اثر کرتا ہے' آپ کوئی عمل نہ کریں اور جس آدمی کے باطن اور ظاہر میں فرق ہو۔ جو کہتا کچھ اور ہو' کرتا کچھ اور ہو' اگر اس کا پتہ چل جائے تو ایک تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ آپ کو انسان سے آگاہی ہو گئی' دوسرا یہ کہ اس سے نجات پانے کے لئے تھوڑا سا الگ ہو جائیں۔ اگر وہ شخص آپ کا رشتے دار ہو تو پھر سلام کہتے ہوئے اس کے ساتھ اتنا تعلق رکھو جتنا واجبی ہو۔ تعلق رشتے کا ہو تو نہ توڑنا اور اگر تعلق اپنا بنایا ہوا ہو تو بے شک توڑ دینا۔ جو

تعلق خدا نے بنایا ہے وہ نہ توڑنا۔ جو خدا نے تعلقات بنائے ہیں مثلاً" بہن بھائیوں کے تعلق خدا نے بنائے ہیں تو آپ اس کو نہیں توڑ سکتے۔ جو بنے بنائے رشتے آ رہے ہیں ان کا احترام ہر حال میں واجب ہے' تم اس کو توڑنے کی صلاحیت نہیں رکھتے کیونکہ اللہ نے منع کر دیا ہے۔ آپ ماں باپ کو ترک نہیں کر سکتے' بہنوں کو نہیں نکال سکتے' اس بیٹی کا رشتہ خدا نے بنا دیا ہے' ان سب کا احترام لازم ہے کیونکہ یہ اللہ کا ارشاد ہے۔ اقربا Define ہو چکے ہیں۔ بیوی کے اقربا ہیں' اور خاوند کے اقربا ہیں۔ ان کا اور حق ہے' آپ کو اس تعلق کی آخری دم تک حفاظت کرنی پڑے گی۔ میاں بیوی کو اپنے Relation کا آخری دم تک خطرہ لاحق ہو گا' بعض اوقات بڑھاپے میں ایسا اختلاف ہو جاتا ہے کہ میاں بیوی کے تعلقات میں فساد آ جاتا ہے۔ Human Relation میں جس کو ایک بار اپنا کہہ چکو پھر اس سے بگاڑ پیدا نہ کرو' یہ ہے انسان کی عظمت۔ دوست کو دوست کہنے سے پہلے تحقیق کر لو' ایک بار پھر تحقیق کر لو اور اگر دوست بن چکے ہو تو پھر اس کی حفاظت کرو۔ اگر دوست میں منافقت آ رہی ہے اور اس کے ظاہر اور باطن میں فرق ہے تو اس کا یہ فرق نکالو' اس کی یہ مصلحت بھی منافقت ہوتی ہے' اس لئے اس سے Fight کرو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لم تقولون مالا تفعلون یعنی وہ کہتے کیوں ہو جو کرتے نہیں ہو۔ ظاہر کا اور باطن کا فرق نہیں ہونا چاہئے۔ منافق کی تعریف اللہ نے یہ کی ہے کہ منافق وہ ہے کہ جب مسلمانوں کے پاس جائے تو کہتا ہے ہم تمہارے ساتھ ہیں اور جب اپنے شیاطین کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو ان کے ساتھ مذاق کر

رہے تھے، مسلمانوں سے تو By the way بات کی تھی، اصل میں تو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ منافق کی بات پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے۔ منافق جج کر آئے تو سمجھو جھوٹ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر منافق آپ کے پاس آئیں اور آ کر یہ کہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ سچے رسول ہیں تو میں تو جانتا ہوں کہ آپ سچے ہیں اور آپ بھی جانتے ہیں کہ آپ سچے ہیں، لیکن جو یہ منافق کہہ رہا ہے کہ آپ سچے ہیں، یہ جھوٹ کہہ رہا ہے۔ گویا کہ منافق سچ بولے تب بھی جھوٹ ہے، دھوکہ ہے۔ منافق کے سچ پر کبھی اعتبار نہیں کرنا چاہیئے۔ اس لئے منافق سے تعلق نہیں رکھنا چاہیئے۔

سوال:

آج کل جس طرح کی زندگی جا رہی ہے اس میں کیا عمل کیا جائے اور ایمان کو کیسے بچایا جائے؟

جواب:

اس دنیا کے اندر آپ کے پیدا ہوتے ہی خود بخود عمل شروع ہو جاتا ہے چاہے انسان کا کوئی بھی عقیدہ نہ ہو۔ آپ خود بخود سکول چلے جاتے ہیں۔ سکول کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ عربی میڈیم والے درس نظامی کے بعد مسجد کے امام بن جاتے ہیں۔ ایسے بھی لوگ ہیں جو اسلام کو پسند کرتے ہیں لیکن مسجد کے امام کو پسند نہیں کرتے، وہ اپنے بچے دارالعلوم میں نہیں بھیجتے بلکہ انگریزی سکول میں داخل کراتے ہیں۔ کچھ بچے اردو میڈیم سکولوں میں پڑھنے جاتے ہیں۔ پھر داخلے کے لئے دوڑ

دھوپ اور کوشش کرنی پڑتی ہے۔ اس میں ایمان کی کیا ضرورت پڑی۔ صحت میں کوئی نقص ہو جائے تو اپنے علاقے کے کلینک جانا پڑتا ہے۔ اس میں ایمان کی کیا ضرورت ہے۔ ڈاکٹر کی فیس' سکول کی فیس بلکہ ٹیوشن کی فیس کے پیسے دینے پڑتے ہیں۔ پھر آپ کو کمانے کی ضرورت پڑ گئی' جائز ناجائز۔ سماج کے مطابق مکان بنانا' شادیوں کے معاملات' اچھے رشتے کی تلاش' اچھی سواری خریدنا۔ یہ سب واقعات ایمان کے بغیر ہو رہے ہیں۔ گویا کہ سماج ایسی مشین ہے کہ سب کام خود بخود Settle ہوتے جائیں گے اور آپ خود بخود عمل پہ مجبور ہو جائیں گے۔ صبح سے شام تک یعنی زندگی کی ابتداء سے لے کر انجام تک عمل جاری ہے' اس میں اسلام کی ضرورت ہی کوئی نہیں۔ دفتر جانا ہو' مشین چلانی ہو تو بجلی کی ضرورت ہو گی اس میں دین کی کیا ضرورت ہے۔

سورج سے کسی نے پوچھا تھا کہ تمہارا مذہب کیا ہے؟ تو اس نے کہا میرا مذہب تو صرف روشنی ہے۔ سورج کا مذہب صرف روشنی ہے' سورج مسلمان نہیں ہے۔ آپ مسلمان ہیں۔ مسلمان ہوتا ہے کسی کو ماننے والا اور اللہ کی عبادت کرنے والا۔ عبادت کرنے والا مومن ہوتا ہے۔ اللہ ساری کائنات کا پالنے والا ہے اور اس نے ہمیں اسلام کا راستہ دکھایا ہے اور ان حالات میں ایمان کو محفوظ رکھنا کمال ہے۔ لوگ یہ کرتے ہیں کہ یورپ جاتے ہیں تو کہتے ہیں ساتھ میں عمرے کا ویزا بھی لگوا لو۔ یہ اضافی عمرہ ہوتا ہے' اصل نہیں کیونکہ یہ روٹ میں آ گیا ہے۔ یہ ہیں آپ کے ایمان کے اور دین کے واقعات۔ ورنہ اگر اصل ایمان ہو تو آپ کبھی وہ کام نہ کریں جو ایمان کے علاوہ ہو۔ یہ بڑی مشکل اور

کٹھن زندگی ہے' حالات زمانہ اور طرح کے ہیں' اس میں ایمان کی جوت کو محفوظ رکھنا بڑا مشکل ہے۔ دعا کرو کہ ان حالات میں آپ کا ایمان محفوظ رہ جائے۔ ایمان پر دو چیزیں حملہ کرتی ہیں۔ پہلی چیز ہے "تسکین وجود" یا "لذت وجود"۔ وجود کی لذت کے سارے زمرے اور شعبے ایمان میں حائل ہوں گے۔ دوسری چیز ہے پیسے کی محبت۔ اگر یہ دو چیزیں نکل جائیں تو ایمان محفوظ ہو جائے گا۔ لذت وجود کا مطلب ہے اپنے جسم یعنی Body کو Gratification یا تسکین میں لانا۔ زیادہ سونا اور زیادہ کھانا اور زندگی میں بہت زیادہ Involvement۔ یہ سب لذت وجود ہیں اور ایمان کی راہ میں حائل ہوتے ہیں۔ اسی طرح پیسے کی محبت ہے۔ جس طرح کرکٹ میں سینچری بناتے ہوئے کوئی ننانوے پر آؤٹ ہو جائے تو ہارٹ فیل ہونے کا امکان ہوتا ہے' اسی طرح پیسے جمع کرنے والا بھی سینچری پہ سینچری بناتا ہے۔ یہ سینچریاں گننے کے کام آتی ہیں اور کھانے کے کام نہیں آتی۔ جو پیسہ جو صرف گننے کے کام آئے اور کھانے کے کام نہ آئے وہ اسلام کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ ایسا پیسہ لذت تو دے گا لیکن ایمان میں رکاوٹ ہو گا۔ ایسی تمام چیزیں جو وجود کی لذت کا باعث ہیں وہ اسلام کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ اگر یہ دو چیزیں نکل جائیں تو باقی کا اسلام محفوظ ہو جائے گا۔ آپ غور کرو کہ آپ کی اصل نیت کیا ہے۔ اگر آپ شادی سنت نبوی ﷺ کے لئے کرتے ہیں تو فقیر کے لئے تو یہ حکم اور اگر شادی لذت کی خاطر کرتے ہیں تو یہ حرام ہے۔ فقیر کے لئے شادی حکم ہے اور اگر شادی لذت کے لئے ہو تو اللہ کے حبیب پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ ایسا وقت آ جائے تو نکاح سے بھاگ جاؤ۔۔۔

داتا صاحبؒ کے بارے میں آپ جانتے ہو کہ وہ اللہ سے مکمل آشنا ہیں' اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ شادی ہونے لگی مگر اللہ نے مہربانی کر دی۔ تو داتا گنج بخشؒ ایسی ہستی ہیں کہ شریعت کے خلاف بات نہیں کر سکتے۔ جیسا ان کا منصب تھا اسی طرح کے ان کے فرائض ہوتے ہیں۔ فقراء نے تو یہاں تک کہا ہے کہ شادی کے جو احکامات ہیں اگر وہ لذت کے لئے ہیں تو یہ اتنا ہی گناہ ہے جتنا نکاح کے بغیر۔ اگر اللہ کا حکم سمجھ کے کیا جائے تو پھر صحیح ہے۔ حضور پاکؐ کا فرمان ہے کہ نکاح ہماری سنت ہے اور جس نے سنت کو ترک کیا وہ ہم میں سے نہیں۔ تو ہم حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہونے کے لئے شادی کرتے ہیں۔ اگر یہ نیت نہیں تو پھر کوئی ثواب نہیں۔ ایک حدیث شریف سینہ بہ سینہ چلی آ رہی ہے۔ کچھ صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' جس طرح آپ کے حکم میں استثناء ہوتی ہے تو کیا شادی کے حکم میں بھی کوئی استثناء ہے؟ آپؐ نے فرمایا آج کے بہت عرصہ بعد ایک وقت آئے گا جب انسان کے ماں باپ اور اس کے بیوی بچے اس کو ہلاک کر دیں گے' اگر ایسا وقت آ جائے تو اس وقت کے لئے میں حکم دیتا ہوں کہ بہتر ہے کہ انسان پہاڑوں میں چلا جائے اور شادی نہ کرے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہؐ! کیا ایسا وقت آ سکتا ہے کہ ماں باپ یا بیوی بچے' انسان کو ہلاک کر دیں گے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ایسا وقت ہو گا کہ ماں باپ اور بیوی بچے' انسان کو اس کی غریبی پہ غیرت دلائیں گے اور اس کے پاس ایمان بیچنے کے لئے کوئی چارہ نہیں رہ جائے گا۔ اگر ایسا وقت آ جائے تو شادی سے بھاگ جاؤ اور اپنے ایمان کی حفاظت کرو۔

پیسے کی محبت ایمان سے دور کرے گی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھی پیسہ تھا مگر وہ سخی تھے۔ سخی کی کیا تعریف ہے؟ سخی وہ ہوتا ہے جس کے پاس پیسہ ہوتا ہے لیکن پیسے سے محبت نہیں ہوتی۔ ان کی محبت اللہ کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ پیسہ اللہ کی راہ میں قربان کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا ہے الهکم التکاثر حتٰی زرتم المقابر۔ یعنی تمہیں کثرت مال نے غافل کر دیا حتیٰ کہ تم قبروں میں جا گرے۔ مال کی کثرت غافل کر دیتی ہے۔ مال کی کثرت کی محبت اور وجود کی لذت سے بچ جائے تو انسان کا ایمان محفوظ ہو جاتا ہے۔ تو آپ وجود کی لذت سے بچو' نیند فرض ہے لیکن اگر نیند لذت کے لئے ہو تو اس سے بچو' بھوک ہے تو کھانا کھاؤ مگر بہت زیادہ کھانے سے بچو' جسم کی لذت کے مضامین سے بچو' پیسہ گننے کی لذت سے بچو' اس طرح آپ کا ایمان محفوظ ہو جائے گا۔

آخر میں سب کے لئے دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ آسانی عطا فرمائے اور مشکل آسان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی کو آسان اور خوش بنا دے۔ آمین۔

○

۱۔ موت کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔

۲ موت سے پہلے مرنے کا کیا طریقہ ہے؟

۳ قوالی سنتے سنتے کوئی بے ہوش ہوجائے تو کیا اسے موت سے پہلے مرنا کہہ سکتے ہیں؟

۴ اسلامی شریعت میں خاندانی منصوبہ بندی جائز ہے یا نہیں؟

سوال :۔

موت کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔

جواب :۔

ہم الفاظ استعمال کرتے رہتے ہیں اور الفاظ کے مفاہیم جو ہیں وہ بعض اوقات بدلتے رہتے ہیں۔ کچھ الفاظ ہم ایسے استعمال کرتے ہیں جن کا معنٰی سمجھ نہیں آتا۔ مثلاً" ایک لفظ ہم کہہ دیتے ہیں "کعبہ شریف"۔ کبھی تو یہ " مقام " خیال میں آتا ہے اور کبھی جائے نماز پر بنا ہوا ایک نقشہ خیال میں آتا ہے کہ یہی کعبہ ہے مگر یہ تو کعبہ نہیں ہے۔ پہلے جائے نماز سے کعبہ کی تصویر ہٹا دو۔ یہ کوئی صحیح بات نہیں ہے۔ یہ جو ہے کعبے کا فوٹو ہے۔ کعبہ تو مقدس چیز ہے اور جائے نماز پر بنا ہوا صحیح نہیں ہے۔ تو اگر دل میں کعبہ نہ ہو تو پھر وہ جائے نماز پر بنا ہوا کعبہ کیا ہوا۔ کعبہ تو وہی ہے جس کی طرف آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ اسے نیچے نہیں ہونا چاہئے۔ تو جس طرح لفظ "کعبہ" کے معنی بدلتے رہتے ہیں اسی طرح لفظ "موت" کے معنی بھی اور ہو سکتے ہیں۔ زندگی میں سوالوں کے

جواب شروع شروع میں سمجھ آ جائیں تو سفر آسان ہو جاتا ہے۔ اب موت کے بارے میں یہ ہے کہ موت جو ہے کسی ایک Moment کا نام نہیں ہے۔ Moment کا معنیٰ "لمحہ" یعنی موت کسی ایک لمحے کا نام نہیں ہے۔ موت کے عمل کی عمر اتنی ہے جتنی زندگی کے عمل کی عمر ہے۔ ساری زندگی کا عمل جو ہے' یہ اصل میں موت ہی کا عمل ہے۔ تو جب ہم کہتے ہیں کہ ہم زندہ ہیں' دراصل ہم مرتے جا رہے ہیں اور جو آخری لمحہ ہے اس کو ہم موت کہتے ہیں۔ اصل میں موت سارے Process کا نام ہے' مثلاً" بچپن کے آشنا چہرے بچپن میں ہی رخصت ہونا شروع ہو گئے دادا' دادی' نانا' نانی' محلے دار' رشتے دار سب رخصت ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ تو نگاہ' منظر اور یادوں کی موت ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ بہت سارے لوگ اللہ کو پیارے ہوتے گئے۔ تو اس طرح موت شروع ہو گئی' یعنی زندگی کے ساتھ ہی موت شروع ہو گئی' بچپن کے دوست گئے تو موت شروع ہو گئی' بچپن کا اپنا زمانہ بھی گیا تو موت شروع ہو گئی' سکول کے دن بھی گئے تو موت شروع ہو گئی۔ حاصل گم ہو گیا تو موت ہو گئی۔ حاصل گم ہونا پوری موت ہوتی ہے' جن لوگوں کا دوست یا محبوب جدا ہو جائے تو وہ تو پوری موت ہوتی ہے۔ عزرائیلؑ نے سستی سے ملاقات کی تو اس نے کہا ہم عزرائیل ہیں اور تیری جان لینے آئے ہیں تو وہ کہتی ہے کہ "جان تو وہ لے چکا" "کون لے گیا؟ وہ کیچ کا راجہ' مہاراجہ' پنوں! تیرے لئے میرے پاس ہے ہی کچھ نہیں"۔ عزرائیل کو سستی نے واپس کر دیا۔ تو ہوا یہ کہ ایک محبت کرنے والا انسان اگر جان لے جاتا ہے تو یہ بھی ایک موت ہے۔ سستی کی جان پنوں

کے پاس تھی۔ جان کس کے پاس ہوتی ہے؟ جان محبوب کے پاس ہوتی ہے۔ محبوب کا چلے جانا بھی ایسے ہے کہ موت شروع ہو گئی' آہستہ آہستہ عمر کا ڈھل جانا بھی موت ہے۔ کسی نے پوچھا کہ موت کی شکل کیا ہے؟ اس نے کہا تیری اپنی شکل ہے اور اسی شکل نے میت بن جانا ہے! کہتے ہیں کہ وہ مر گیا' کل تک تو وہ شخص وہی تھا جو زندہ تھا۔ اب مرا کون؟ زندہ کون تھا؟ اور درمیان میں کیا واقعہ ہو گیا؟ جس کو تم مردہ کہہ رہے ہو' ابھی اس کو زندہ کہہ رہے تھے۔ اب وہ بولتا نہیں ہے ۔ زندگی میں بھی کئی دفعہ نہیں بولا' پھر بھی تم نے اسے زندہ کہا' وہ چلتا نہیں تھا کیونکہ سویا ہوا تھا لیکن پھر بھی اسے زندہ کہتے تھے۔ لیکن اب کوئی واقعہ اس کے اندر ہو گیا ہے۔ وہ واقعہ کیا ہے؟ روح نکل گئی ہے۔ روح تو مرتی نہیں ہے' پھر تم روتے کیوں ہو؟ کیا جسم چلا گیا! جسم تو زندہ تھا ہی نہیں وہ مرے گا کیا؟ تو پھر مطلب یہ ہے کہ موت ہے کیا؟ زندگی اور موت ہے کیا؟ روح اور جسم کی ملاقات کا نام زندگی ہے اور جدائی کا نام موت ہے۔ جب روح اور جسم الگ ہو جائیں تو اسے موت کہتے ہیں' جب روح اور جسم اکٹھے ہو جائیں تو اسے زندگی کہتے ہیں۔ اگر زندگی زندہ ہوتی ہے تو موت مرتی ہے' یہ کچھ بھی نہیں ہوتا' یہ صرف آپ کا خیال ہے۔ فرض کرو اگر انسان کہتا ہے کہ وہ مر گیا تو مرنے کے بعد وہ انسان اپنے ماں باپ کے پاس چلا گیا اور زندگی میں بچوں کے پاس رہا۔ وہ شخص مرا کب؟ وہاں بھی اپنے ہیں' یہاں بھی اپنے ہیں' یہاں کو ہم زندگی سمجھ رہے ہیں' وہاں کو ہم موت سمجھ رہے ہیں' حالانکہ وہ ماں باپ کی گود میں چلا جائے گا اور آرام سے بیٹھے گا' وہ کہیں گے اتنی دیر لگا کے کیوں آئے

ہو۔ یہ کہے گا کہ مکان کی رجسٹری کرائی تھی یا انتقال کرانا تھا۔ مکان کو منتقل کرتے کرتے آپ انتقال کر جاتے ہو۔ تو بچے کس کے حوالے کر جاؤ گے؟ جس کے حوالے آپ کے والدین آپ کو کر کے گئے تھے۔ "آپ ہمیں کس کے حوالے کر گئے تھے"؟ وہ کہیں گے "ہم تو اللہ کے حوالے کر کے آئے تھے"۔ "تو ہم بھی اللہ کے حوالے کر کے آئے ہیں"۔ میرے بعد دنیا میں کیا ہو گا؟ میرے سے پہلے دنیا میں کیا ہوتا رہا ہے؟ سارا کچھ جو پہلے ہو گیا ہے وہ بعد میں بھی ہو جائے گا۔ ہم ایسے ہی گھبراتے رہتے ہیں' پریشان کرتے رہتے ہیں اپنے آپ کو کہ پتہ نہیں کیا ہو جائے گا یعنی اگر ہم مرگئے تو پتہ نہیں کیا ہو جائے گا۔ اصل میں موت جو ہے یہ کسی جرم کی سزا نہیں ہے' اور کسی محنت کا انعام نہیں ہے' جدائی عارضی ہے' اس لئے گھبرانے کی بات کوئی نہیں ہے' کیونکہ امر الٰہی ہے' اس لئے فکر کی بات کوئی نہیں ہے۔ اگر آپ کا بیٹا جدا ہو کے انگلینڈ چلا جائے تو پھر آپ خوش ہوتے ہو' چاہے اس نے دس سال کے بعد آنا ہو اور اگر اللہ کے پاس چلا جائے تو تم گھبراتے ہو' چاہے دو مہینے کے بعد تمہیں بھی جانا پڑ جائے! میرا مقصد یہ ہے کہ اس میں کوئی گھبراہٹ والی بات نہیں ہے۔ مسلمان کے لئے گھبراہٹ والی بات نہیں ہے۔ پہلی بات یہ کہ یہ امر الٰہی ہو رہا ہے اور یہ سب کے ساتھ ہوتا ہے۔ جو واقعہ حضور پاکؐ کے ساتھ ہوا وہ واقعہ سب کے ساتھ ہو رہا ہے' اس میں گھبراہٹ کی بات کوئی نہیں ہے اور مرنے کے بعد نیکی کا سارا منظر جو ہے' آگے ہے اور رخصت ہونے پہ ہے یعنی مرنے کے بعد نظر آتا ہے۔ مشکل کشاؑ کو ماننے والے مشکل کشاؑ کو مرنے کے بعد ہی مل

سکتے ہیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات بھی بعد میں ہو گی' اللہ سے بھی بعد میں ہو گی' پردہ یہاں ہے اور حقیقت وہاں ہے۔ تو اس لئے جب پردہ ہستی چاک ہوتا ہے تو حقیقت سامنے ہوتی ہے۔ تو حقیقت کی طرف چلے جانا موت تو نہ ہوئی ناں! بلکہ اصل موت جو ہے وہ حقیقت سے قرب ہے۔ یہ غفلت ہے جس میں ہم بیٹھے ہیں اور وہ بیداری ہے۔ جب آپ سونے لگیں تو سوتے وقت محسوس ہو گا کہ دن کے کچھ واقعات یاد ہیں' آہستہ آہستہ واقعات بھولتے جائیں گے۔ سونے کے بعد پھر ایک اور' نیا منظر خواب میں شروع ہو جائے گا۔ دیکھنے والا سمجھ رہا ہوتا ہے کہ وہ زندہ ہے لیکن سو رہا ہے' ادھر میں نے دیکھا کہ میں خواب میں کہیں چلا گیا اور انسان خواب میں اپنے آپ کو پورا زندہ سمجھتا ہے' بیدار سمجھتا ہے' اور پھر جب اس کی انکھ کھلتی ہے تو سمجھ آتا ہے کہ یہ تو خواب تھا اور پھر وہ واپس زندگی میں آ جاتا ہے۔ بس اسی طرح جب زندگی ختم ہو گی پھر محسوس ہو گا کہ یہ خواب ہی تھا۔ تو خواب میں بڑے کاروبار کئے تھے' ساری چیزیں کدھر چلی گئیں؟ پتہ چلا سارے کا سارا سودا دھرا ہی رہ گیا کیونکہ جب خواب ختم ہو جائے گا تو پھر تو وہاں کچھ بھی نہیں ہو گا۔ خواب ختم ہونے کے بعد آپ ہی آپ ہوں گے اور خواب کے عمل کا حساب ہو جائے گا کہ تم نے کیا کیا۔ یہاں سے لینا دینا کچھ نہیں ہے صرف سودے کا انداز ہی آپ کا عمل ہے' سودا آپ کا عمل ہے یعنی کہ یہاں اگر آپ یہ سمجھیں کہ کوئی سودا وہاں لے کر جانا ہے' تو پھر دیکھنا یہ ہے کہ کسی انسان کے ساتھ دھوکا تو نہیں کیا' یہ عمل ہے' کسی انسان کو نقصان تو نہیں پہنچایا' یہ عمل ہے' کیا آپ اللہ تعالیٰ کے حکم پر

چلتے رہے' یہ عمل ہے! عمل یہ نہیں ہے کہ آپ نے کوئی چیز حاصل کر لی ہے بلکہ چیز حاصل کرنے کے انداز کا نام عمل ہے کیونکہ حاصل تو صرف یہ ہے کہ للّٰہ ما فی السمٰوٰت و ما فی الارض یعنی "زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے وہ اللہ کے لئے ہے"۔ سارے کا سارا مال اللہ کا اپنا ہے۔ پھر آپ نے کیا حاصل کرنا ہے! تو اس جگہ سے حاصل کچھ بھی نہیں ہونا کیونکہ فنا کی بستی ہے۔ اس فنا کے دیس میں قیام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کو آپ یوں سمجھ لو کہ چار دن کی زندگی ہے' انسان نے چلنا ضرور ہے کیونکہ کوئی ٹھہرا نہیں آج تک' اس لئے آپ موت کو زندگی کا انعام سمجھو:

روزِ اول سے یہی ہے زندگی کا سلسلہ
موت کیا ہے زندگی کا آخری اک مرحلہ

اور یہ کہ:

موت کیا ہے' حق سے بندے کو ملانے کا سبب
موت سے ڈرتے نہیں جو جاگتے ہیں نیم شب
پیر' پیغمبر' ولی' درویش' مردانِ خدا
موت کی وادی سے گزرے ہیں بہ تسلیم و رضا

مطلب یہ ہے کہ آپ ہر روز موت کا عمل دیکھ رہے ہیں' رات کی موت سورج کا نکلنا ہے' اور سورج کی موت شام کا آنا ہے' مقصد یہ ہے کہ یہ واقعہ ہر روز آپ دیکھ رہے ہو۔ موت پر اداس ہونے والا ایمان میں کمزور ہے۔ اس کو اللہ کا عمل سمجھ کے اس کو دیکھتے جاؤ کہ یہ

کیا ہے؟ کہ بلانے والے نے اپنے پاس بلا لیا' پہلے بلانے والے نے بھیج دیا اور کہا کہ جاؤ کام کے لئے اور جب کام ختم ہو گیا' وقت ختم ہو گیا تو اب واپس جاؤ۔ اب یہ ممکن نہیں کہ آپ واپس نہ جاؤ۔ آپ کے پاس ایک Specified period ہے' ایک Retirement کی Age ہے۔ ایک Tenure ہے' مثلاً" آپ نے دس سال کام کرنا ہے' محدود سالوں کی زندگی ہے' ایک Limited Time ہے۔ جس چیز کا آغاز ہو گیا اس کا انجام ضرور ہونا ہے۔ جو بنا' وہ ٹوٹے گا ضرور۔ بننے والی چیز ٹوٹے گی' پیدا ہونے والا مرے گا اور آنے والا جائے گا۔ جو ہمیشہ سے ہے وہ ہمیشہ رہے گا۔ جس کا یوم پیدائش ہے اس کا یوم وصال ضرور آئے گا۔ اللہ کا نہ یوم پیدائش ہے نہ یوم وصال۔ وہ اس لئے ہر پیدائش سے پہلے ہے اور ہر موت کے بعد ہے۔ ازل سے پہلے ہے' ابد کے بعد ہے' جو لازوال ہے' اسے ہی خدا کہیں گے۔ اب یہ بات بھی سمجھ لو کہ اللہ کس کو کہتے ہیں؟ جو پیدا نہ ہوا اور جس کو موت نہیں ہے۔ پیدا ہونے والی شے کو اللہ نہیں کہتے۔ اللہ وہ نہیں ہوتا جو پیدا ہو۔ تو اللہ وہ ہے جو پیدائش سے باہر ہو اور موت سے باہر ہو۔ جس کا یوم پیدائش ہو' وہ انسان ہوا اور جس کا یوم وصال ہو' وہ انسان ہوا۔ اب اللہ چاہے جس کا ذکر جتنا مرضی بلند کر دے۔ حضور پاک ﷺ کے بارے میں فرمایا "ورفعنالک ذکرک" یعنی ہم نے آپؐ کا ذکر بلند کر دیا۔ حضور پاکؐ کا نام اپنے نام کے ساتھ ملا دیا' اور ہمیشہ کی زندگی عطا کر دی۔ اللہ جسے چاہے شہید بنا دے اور جسے چاہے شہیدوں کا سربراہ بنا دے۔ لیکن ہم یہ کہیں گے کہ انسان' انسان ہے' اللہ' اللہ ہے کبھی یہ Confuse نہ کرنا کہ اللہ اور انسان ایک ہیں۔

موت جو ہے یہ اللہ کی طرف سے ہے اور یہ جدائی کا نام ہے۔
اگر محبوب اس طرف ہے تو موت بہت افسوس والی بات ہے۔ اگر محبوب
وہاں ہے تو موت خوشی کی بات ہے۔ اس لئے اپنے محبوب وہاں کے رکھا
کرو۔ جن لوگوں کے محبوب وہاں ہیں وہ پردے سے باہر ہیں' وہ
آئندہ کے لئے ہیں' وہ بزرگ ہیں' وہ نیک ہیں' ان کے لئے تمام
واقعات ہیں' ان کے لئے موت کوئی غم نہیں ہے۔ جن کا محبوب فانی
ہے' ان کے لئے موت بڑے افسوس کی بات ہے اور جن کا محبوب باقی
ہے ان کو افسوس ہی کوئی نہیں ہے۔ پیسے سے محبت کرنے والا موت میں
بڑا دکھی ہو گا۔ مکان سے محبت کرنے والا موت سے بڑا دکھی ہو گا۔ ایک
آدمی نے مکان بنایا' مکان بنانے کے بعد اس نے کہا کہ میں نیاز دے
دوں' داتا صاحبؒ کے نام کی نیاز دے دی۔ دیگ پکا کے درمیان میں رکھ
دی گئی۔ وہ آیا اور دیگ تقسیم ہو گئی تب اس نے کہا یہ تم نے کیا کر دیا'
میرا فرش خراب کر دیا' دیگ کی کالک لگ گئی ہے۔ ایک جاننے والے
نے کہا تیری نیاز منظور نہیں ہوئی ہے' جس نام کی نیاز کر رہا ہے اس سے
بھی تو Allergic ہے۔ اگر کسی کے نام کی نیاز ہو تو دیگ کی کالک گندی
نہیں ہوتی' ان کا ادب نہیں ہے تو پھر تو نے پکایا کیا اور کھایا کیا؟ تعلق نہ
رکھنے والا موت میں دکھی ہو گا۔

لہٰذا موت جو ہے اس میں دیکھنا یہ ہے کہ کس چیز سے جدائی ہو
رہی ہے۔ موت جدائی بھی ہے' موت وصال بھی ہے۔ تم نے یہ دیکھنا
ہے کہ محبوب کس طرف ہے۔ اگر محبوب دنیا میں رہ گیا ہے تو پھر موت
بہت افسوس کی بات ہے' اور اگر محبوب آگے ہے تو موت وصال ہے۔

اس لئے اس کا نام وصال رکھا گیا' ایسی جدائی کا نام وصال ہے۔ اس لئے نہ کوئی انسان مرتا ہے' نہ کوئی جیتا ہے۔ یہ خیال کی بات ہے اور یہ واقعات کی بات ہے۔ جس گھر میں آپ رہتے ہیں' ہر وقت بچے آپ کے ساتھ تو نہیں رہتے' ہر روز آپ سو جاتے ہیں' ہر روز کام کرتے رہتے ہیں۔ تو موت جو ہے یہ اللہ کے پاس چلے جانے کا نام ہے۔ لیکن جو لوگ یہاں بھی اللہ کے پاس ہیں ان کے لئے موت جو ہے کوئی شے نہیں ہے' تو ایمان کی تعریف یہ ہے کہ انسان موت سے اداس نہ ہو' یہ امر ہے اللہ تعالیٰ کا' اور کہتے ہیں کہ موت جو ہے بعض اوقات برے آدمی کو گناہ سے بچا جاتی ہے کہ آئندہ گناہ نہ ہو گا کیونکہ وہ جلدی فارغ ہو گیا اور نیک آدمی کو کہتے ہیں کہ موت نیکی سے محروم کر دیتی ہے۔ اس لئے دیکھنا یہ ہے کہ آپ کا عمل کیا ہے؟ تو ماننے والا چلا گیا' اس کے لئے اللہ کا امر آ گیا اور زندہ رہنے والے پر فرض یہ ہے کہ وہ اس کے لئے یاد کا تحفہ رکھے۔ اصل میں راز یہ ہے کہ جس کو تم بھول گئے وہ مر گیا اور جس کو تم نے یاد رکھا وہ کبھی نہ مرا۔ تو موت کیا ہے؟ فراموشی کا نام ہے۔ یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ اگر تم کسی کو یاد رہے تو موت نہیں ہے۔ جتنے بزرگوں کو تم یاد کرتے جا رہے ہو وہ سارے زندہ ہیں۔ جن کے آستانے پہ جاتے ہو' جن کے مزار پہ جاتے ہو' جن کی آپ زیارتیں کرتے ہو' جن کے آپ حج کرتے ہو' وہ سب زندہ ہیں کیونکہ "زندہ" یاد کا نام ہے اور اگر یاد رخصت ہو گئی تو بندہ زندگی میں مر گیا۔ اگر کسی سے کہیں کہ آپ کے سارے دوست آپ کو بھول گئے ہیں' بس وہ مر گیا۔ کچھ لوگ زندگی میں مر جاتے ہیں اور کچھ لوگ موت میں زندہ ہو جاتے

ہیں۔ اس لئے نہ کوئی موت ہے' نہ کوئی زندگی ہے۔ یہ سب رونق ہے' میلہ ہے' گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے' یہ منظر روز ہی مرتا رہتا ہے' یہ روز ہی زندہ ہوتا رہتا ہے۔ یہ ایک Process چلا آ رہا ہے' ازل سے چلا آ رہا ہے' انسان مرتا آ رہا ہے' اور انسان ابھی تک نہیں مرا یعنی مکمل طور پر انسان مر نہیں گئے۔ انسان کی ایک زمانے سے اکائی چلی آ رہی ہے یعنی ایک ایسی اکائی چلی آ رہی ہے کہ کب سے انسان مرتا ہی چلا جا رہا ہے لیکن پھیلتا بھی جا رہا ہے' مرتے مرتے پھیلتا جا رہا ہے۔ قبرستان بھی بڑھتے جا رہے ہیں' بندے بھی بڑھتے جا رہے ہیں۔ بندہ مرتا ہے اور زندہ ہے' مرتا ہے اور زندہ ہے' مرتا ہے اور زندہ ہے! وہ لوگ جو بے مقصد زندہ رہتے ہیں ان کو موت ستاتی ہے اور جو بامقصد رہتے ہیں ان کا موت کچھ نہیں کر سکتی۔ مقصد جو ہے یہی ایک چیز ہے جو موت سے بچاتی ہے' بامقصد زندگی موت سے آپ کو بچاتی ہے۔ مقصد کا آغاز ہو جائے تو انسان موت سے بچ جاتا ہے۔ کوئی مقصد' جسے Devotion کہتے ہیں اگر Devotion یا عقیدت یا عزم یا استقامت کسی کام کے لئے ہو جائے تو پھر اللہ کے فضل و کرم سے موت کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔ اللہ کے حکم پر چل پڑو تو موت کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔ محبت کے راستے پر چل پڑو تو وہاں بھی موت سے کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ کوئی اگر کہتا ہے کہ کون سا موسم ہے تو محبت کرنے ولا کہتا ہے کہ ایک ہی موسم ہے۔ محبت کرنے والوں کا ایک ہی موسم ہے' ان کے دو موسم ہوتے ہی نہیں ہیں۔

اب آپ غور کرو کہ یاد کا نام زندگی اور بھول جانے کا نام موت ہے' اور

وصال کا نام زندگی اور جدائی کا نام موت۔ محبوب اس طرف ہو تو موت ہے اور اگر آگے کی طرف ہو تو یہ زندگی ہے۔ اس لئے آپ اللہ کے فضل پر چلو۔ موت سزا نہیں ہے۔ بعض اوقات موت انعام بھی ہے یعنی دنیا کے اندر عظیم ہستیاں یعنی عظیم شہدائے کرام جو ہیں یہ موت کی ہی کہانی ہے' اگر عزم کے ساتھ ہو جائے تو یہ بڑی Great بات ہے' ہے تو یہ موت' لیکن اصل میں شہادت ہے۔ اس موت کا نام شہادت بن گیا۔ جب موت شہادت بن جائے گی تو یہ عظمت بن جائے گی حالانکہ یہ موت ہے۔ موت بے مقصد انسان کی ہوتی ہے۔ موت جو ہے دنیادار کی ہوتی ہے۔ موت دنیا کے طلبگار کی ہوتی ہے' جو یہاں ٹھہرنا چاہے اس کی موت ہوتی ہے' جو پہلے ہی نکلنا چاہے وہ اس طرح ہے کہ :

تاڑی مار اڈا نہ باھو
اسی آپے ای اڈن ہارے ہو

یعنی اے باھو ہمیں زبردستی نہ اڑا' ہم خود ہی اڑنے والے ہیں' ہم پہلے ہی موت کی طرف چلنے والے ہیں' اس لئے ہم تو پہلے ہی تیار بیٹھے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت عزرائیلؑ حضرت نوحؑ کے پاس گئے' حضرت نوحؑ پہچان گئے۔ عزرائیلؑ نے کہا امرالٰہی آ گیا' اس سے پہلے کہ روح اور جسم کی جدائی کا اللہ کا حکم میں پورا کروں آپ یہ فرمائیں کہ آپ نے طویل زندگی پائی' ۹۰۰ سال کی زندگی پائی' آپ نے زندگی کو کیسا پایا۔ انہوں نے کہا کہ واقعہ تو اتنا سارا ہے کہ یہ چند روزہ زندگی تھی جو میں نے تیرے انتظار میں گزاری ہے۔ میں نے یہ نو سو سال کی زندگی تیرے

انتظار میں گزاری ہے۔ بات اتنی ساری ہے کہ اگر زندگی نوسو سال کی ہو تب بھی جدائی آنی ہے کیونکہ عزرائیل کو آنا ہے بلکہ آپ کا اپنا ہی نام ہوتا ہے عزرائیل ۔ یہ اندر سے مرتا چلا جاتا ہے' باہر سے موت نہیں آتی ہے بلکہ اندر کا عمل جو ہے بند ہو جاتا ہے۔ اندر ہی اندر ایک Process بند ہو جاتا ہے۔ اس لئے مومن جو ہیں وہ موت سے گھبراتے نہیں اور آپ اندازہ لگاؤ درویشوں کے کمال کا' بزرگان دین کا۔ آپ کہتے ہو کہ آپ کی زندگی جو ہے مر چکی ہے' زندگی میں اداسیاں اور تاریکیاں ہیں اور وہاں ان کے مزار پہ' موت پہ میلہ لگا ہوا ہے۔ سارے آستانے جو ہیں یہ قبرستان ہیں' یہ مرے ہوئے لوگ ہیں۔ مثلاً" یہ مادھو لال حسینؒ ہیں' اندر قبر ہو گی' مطلب یہ ہے کہ بندہ مرچکا ہے لیکن وہاں میلہ ہے۔ موت کے اندر میلہ لگانا ہی تو فقیری ہے۔ درویشی کیا ہے؟ موت پہ میلہ لگا دینا۔ اور دنیا داری کیا ہے؟ میلے کے اندر موت۔ دنیا دار کہتا ہے مرتے وقت اتنا مال چھوڑ گیا اور زندگی میں کہتا ہے بڑا افسوس ہے' ہم غریب ہوتے جارہے ہیں کیونکہ اب صرف ڈیڑھ کروڑ روپیہ باقی رہ گیا ہے' پتہ نہیں ہمارا کیا ہو گا۔ اور کوئی دنیا دار یہ کہتا ہے کہ ترقی نہیں ہو رہی ہے' مدت ہو گئی ہے۔ حاکم وقت گھبراتا رہتا ہے کہ کیا ہو گیا؟ کہتا ہے پکی بات ہونی چاہئے۔ زندگی خود کچی ہے' ریت کی طرح ہے۔ ریت کے اندر کیا پکی بات ہو گی۔ برف کی سل میں کیا پکی بات ہو گی کیونکہ برف نے پگھل ہی جانا ہے۔ برف نے اندر ہی اندر پگھل جانا ہے اس لئے زندگی میں پکی بات کوئی نہیں ہے۔ یہ جو آپ میں Sense of Insecurity کا خیال آتا ہے تو لفظ Security کی تمنا ہی

تمہیں Insecure کرتی ہے۔ اصل میں Insecure کون کرتا ہے؟ Security کی تمنا۔ جتنا تم محفوظ ہونا چاہتے ہو' اتنا ہی غیر محفوظ ہوتے جاتے ہو۔ یہ یوں سمجھ لو کہ زندگی ایک بہت بڑی شاہراہ ہے یعنی Highway ہے۔ اس شاہراہ پر بڑے امکانات ہیں' بڑے راستے ہیں' بڑے واقعات ہیں' چلتے چلتے جاؤ۔ اب جب جوانی آئی تو یہ Highway بڑی وسیع ہے' آپ سب کچھ کر سکتے ہو' یعنی یہ بھی کر سکتے ہو۔ وہ بھی کر سکتے ہو ایک وقت تھا کہ آپ جہاں سے مرضی پلاٹ خرید لو۔ پھر انتخاب کرتے کرتے آپ نے ایک ہی پلاٹ منتخب کر لیا۔ اس طرح باقی سارے Chancesضائع ہو گئے کیونکہ آپ نے ایک چانس اختیار کر لیا' پھر ایک مکان بن گیا' پھر آپ نے ایک نقشہ بنا لیا تو باقی نقشے سارے مر گئے اور صرف ایک نقشہ رہ گیا۔ اس مکان میں آپ نے اپنی زندگی گزارنی ہے۔ اب یہ زندگی جو ہے ایک سڑک سے ایک گلی میں آ گئی یعنی ایک بند گلی میں' جہاں سے واپسی مشکل ہے۔ یہیں سے اس بندے نے یا بوڑھا ہو کے نکلنا ہے یا مر کے نکلنا ہے۔ اس طرح وہ شخص امکانات کی ہائی وے سے بند گلی میں پہنچ گیا۔ ایک آدمی اپنے پیر صاحب کے پاس گیا اور کہا مکان بنا رہا ہوں' انہوں نے کہا بیٹا بہت اچھا مکان بناؤ۔ اس نے پوچھا کیسا بناؤں' پیر صاحب نے کہا بس ایسا بناؤ کہ چھوڑتے ہوئے تکلیف نہ ہو' بس یہی کچھ ہم نے کرنا ہے کہ ایسا مکان بنانا ہے کہ چھوڑتے وقت تکلیف نہ ہو۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جنہیں چھوڑتے ہوئے تکلیف ہوتی ہے۔ ایک بادشاہ تھا' اس بادشاہ کا آخری وقت آ گیا تو جان نہیں نکل رہی تھی' اس وقت جان اٹک گئی' مولوی

اور حافظ سورۃ یٰسین پڑھتے رہے۔ آخر اس زمانے کے درویش کے پاس گئے اور کہا کہ جناب بات یہ ہے کہ جہاں پناہ کی جان نہیں نکل رہی ہے' تیس چالیس دن ہو گئے ہیں' بڑے عذاب میں مبتلاء ہیں' اس سلسلے میں کیا کیا جائے۔ انہوں نے کہا بات یہ ہے کہ یہاں پر سورۃ یٰسین کام نہیں آئے گی' اس شخص کو وہ خزانہ دکھاؤ جو یہ ہندوستان سے لائے تھے۔ یہ محمود غزنوی کی بات ہے۔ جب اس کو خزانہ دکھایا گیا تو اس نے سوچا کہ میں یہ سب چھوڑ کے جا رہا ہوں اور اس بات سے اس کا ہارٹ فیل ہو گیا۔ آپ کی پڑی ہوئی چیزیں جو ہیں ناں یہی آپ کو مارتی ہیں۔ قبر میں آپ کچھ ساتھ لے کر نہیں جا سکتے۔

تو زندگی صرف یہاں ہے۔ وہاں تو پھر آپ نے ہر شے سے نکل کر جانا ہے۔ اس لئے موت کیا ہے؟ اجزاء کا پریشاں ہونا۔ آپ اپنے حاصل سے الگ ہوتے جا رہے ہو اور آپ کو سمجھ نہیں آتی۔ کسی آدمی کی نظر کمزور ہو جاتی ہے جو کہ کل تک ٹھیک تھی۔ اس کا نام موت ہے! کسی آدمی کا ہاضمہ خراب ہوا تو معدہ کی موت ہے' کسی آدمی کا دوست جدا ہوا تو یہ موت ہے! کسی آدمی کا کوئی بزرگ یعنی دادا' نانا مر گیا تو یہ اس کی اپنی موت ہے! کسی آدمی کے پیسے گم ہوئے' موت ہے! کسی کے جسم میں کوئی واقعہ ہو گیا تو یہ اس کی اپنی موت ہے! شہر میں اگر کوئی واقعہ ہو گیا تو یہ موت ہے! خیال میں کوئی منظر ٹوٹ گیا تو یہ موت ہے! موت تو لگا تار چلی آ رہی ہے۔ پھر زندگی کیا ہے؟ زندگی جو ہے آپ کا اپنا ہی نام ہے۔ موت کیا ہے؟ یہ بھی آپ کا اپنا نام ہے۔ تو اپنے نام پر دھیان رکھا کرو۔ آپ مطمئن رہو' اس لئے میں نے آپ کو بتایا تھا کہ

اس زندگی میں انسان نے نہ کچھ کھونا ہے' نہ پانا ہے اس نے صرف آنا ہے اور جانا ہے۔ آپ زندگی میں آ گئے ہیں اور اب جانے کا انتظار کرو۔ اس میں گھبرانا نہیں ہے کچھ لوگ چلے گئے ہیں' باقی جو ہیں وہ تیار بیٹھے ہیں۔ آپ نے تیار رہنا ہے اور گھبرانا نہیں ہے۔ جانے والوں کے لئے دعا کیا کرو اور انہیں بھول نہ جایا کرو۔ جانے والوں کا یہ بڑا کمال ہوتا ہے کہ زندہ رہنے والوں کو خدا کے ساتھ ملا جاتے ہیں' ایسا غم دے جاتے ہیں کہ زندہ رہنے والے خدا کے قریب ہو جاتے ہیں۔ کسی مولوی نے کبھی خدا کے قریب نہیں کیا' کسی بادشاہ کے شرعی قانون نے نہیں کیا بلکہ مرنے والا قریب کر گیا۔ ایسا غم دے گیا کہ خدا کے قریب کر گیا۔ یہ ہوتی ہے جانے والوں کی مہربانی کہ وہ جا کر آپ کو خدا کے قریب کر جاتے ہیں۔ اس لئے جانے والوں کو سلام' اور ٹھہرنے والے اپنی باری کا انتظار کریں' مگر گھبرانا نہیں ہے کیونکہ وقت پر جانا ہے اور اس وقت سے پہلے نہیں جا سکتے۔ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ بڑے گھبرائے ہوئے آئے حضور پاک ﷺ کے پاس اور موت کے بارے میں پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تمہاری موت ہی تمہاری حفاظت کرتی ہے۔ زندگی کی حفاظت کرنے والی شے موت ہے۔ موت نے زندگی کو کسی حادثے میں ختم نہیں ہونے دینا جب تک وہ وقت نہیں آ جاتا۔ تمہیں اس وقت تک موت نے بچا کے رکھنا ہے جب تک خود نہ آ کر تمہیں مل لے اور کہے السلام علیکم۔ کہتے ہیں ابھی ابھی بس کا ایک حادثہ ہوا اور ایک بندہ بچ گیا' پھر وہ جہاز میں گیا' جہاز کا حادثہ ہوا' سارے چلے گئے او وہ بندہ پھر بچ گیا۔ سب دریا برد ہو گئے لیکن وہ بندہ پھر بچ گیا' ہر جگہ وہ بند. بچ گیا بچ کے کنارے۔ یہ ا تو

وہاں عزرائیلؑ کھڑا تھا اور کہا کہ چلو وقت آ گیا ہے۔ موت کا دن مقرر ہوتا ہے۔ نہ کوئی احتیاط اس سے بچا سکتی ہے اور نہ کوئی حادثہ اس کو ختم کر سکتا ہے کیونکہ اس کا ایک دن مقرر ہے۔ ایک دفعہ حضرت سلیمانؑ کے پاس ایک آدمی بھاگا بھاگا آیا اور بولا آپ حاکم وقت ہیں، زمین اور آسمان کے بادشاہ ہیں، آپ مہربانی کر کے مجھے بچائیں، میرے پیچھے عزرائیلؑ لگا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پھر آپ کا کیا کیا جائے۔" آپ مجھے یہاں سے بہت دور ہندوستان بھیج دیں" انہوں نے اسے ہندوستان بھیج دیا۔ دوسرے دن عزرائیلؑ حضرت سلیمانؑ سے ملے تو پوچھا کہ کل ایک شخص آیا تھا، اس کا کیا بنا۔ انہوں نے کہا میں حیران پریشان تھا کہ اس بندے کی موت ہندوستان میں لکھی ہوئی ہے اور یہ ابھی تک یہاں بیٹھا ہوا ہے، ٹائم پورا ہو گیا ہے، اب کریں تو کیا کریں۔ یہ تو آپ نے مہربانی کی کہ اس کو وہاں پہنچا دیا اور میں نے وہاں اس کی روح قبض کر لی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کوئی نہیں جانتا کہ کون سی زمین میں تمہیں کس وقت مرنا ہے، کسی کو نہیں پتہ کہ دفن کہاں ہونا ہے، کسی کو نہیں پتہ کہ سانس کہاں ختم ہونی ہے۔ اس لئے دعا کیا کرو کہ یا اللہ سلامت رکھ اور سب کے ساتھ سلامت رکھ۔ زندگی کیا ہے؟ سب کا ساتھ۔ اور جدائی کا نام موت ہے۔ اللہ تعالیٰ زندگی اور موت دونوں کو سلامت رکھے۔

سوال:

یہ جو کہتے ہیں مرنے سے پہلے مرنا، اس کا کیا طریقہ ہے؟

جواب:

مرنے سے پہلے مرنا' یہ آسان بات ہے۔ مرنے کے بعد جو کچھ تمہارے بغیر ہونا ہے وہ کچھ اپنی موجودگی میں کر لو۔ جو چیز مرنے کے بعد تمہارے بغیر چل جائے وہ چیز زندگی میں اپنے بغیر چلنے دو۔ اسے کہتے ہیں مرنے سے پہلے مرنا۔ یعنی آپ کے جانے کے بعد آپ کا گھر چل جائے گا اور لوگ گزارہ کریں گے یا نہیں کریں گے؟ یہ آپ کی موجودگی میں نہیں ہوتا۔ کبھی اپنے آپ کو Withdraw کر کے دیکھ لو۔ اس سے پہلے کہ آپ کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا جائے' آپ کیوں ناں تھوڑا سا ایک طرف ہو جاؤ۔ یہ ہے مرنے سے پہلے مر جانا۔ ایک دن آپ نے کھانا چھوڑ دینا ہے' کھانے کی موجودگی میں ہاتھ کھینچ کے دیکھو۔ یہ ہے مرنے سے پہلے مرجانا۔ گویا اس کا مطلب یہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان کی زندگی جیسے معطل ہوتی ہے اس کو زندگی کے اندر ہی تھوڑی دیر کے لئے معطل کر دو۔ تو آپ کو سمجھ آ جائے گی کہ بات کیا ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی ایسے ایک مقصد کے لئے اپنے آپ کو Devote کر دو تاکہ باقی مقاصد ہیچ ہو جائیں۔ بس یہیں سے آپ کو مل جائے گا مرنے سے پہلے مرنا اور موت سے پہلے موت۔ مثلاً" آپ نے ایک Cause بنا لیا' ایک بزرگ کے ساتھ نسبت کر لی۔ اب اگر آپ پیدل حج پہ جاتے ہو تو چھ مہینے جانے میں لگاؤ اور چھ مہینے آنے میں لگاؤ یعنی سال میں ایک حج یا دو سال میں ایک حج یا تین سال میں ایک حج۔ آپ چلتے جا رہے ہو اور آپ کا کام ہے چلتے رہنا' چلتے رہنا۔ اب

آپ مرنے سے پہلے مرگئے۔ باقی کے شعبۂ حیات کہاں گئے؟ گھر والے کس کے حوالے کر آئے ہو؟ کہتا ہے جس کے سفر میں جا رہا ہوں انہی کے حوالے کر آیا ہوں۔ مرنے سے پہلے مرنے کا مطلب یہ ہوا کہ ایک کام میں ایسے لگ جانا کہ باقی کے سارے کام اللہ کے سپرد کر دینا۔ یہ ایک کیفیت میں گم ہو جانا ہے۔ یعنی ایک کیفیت میں ایسے گم ہو جانا کہ باقی ہر چیز سے بے خبر ہو جانا:

منم محوِ خیال اُو نمی دانم کجا رفتم
شدم غرقِ وصال اُو نمی دانم کجا رفتم

یعنی میں اس کے خیال میں ایسا گم ہوا کہ کہاں سے کہاں چلا گیا اور اس کے وصال میں ایسا غرق ہوا کہ کہاں سے کہاں چلا گیا۔

اس سے پوچھو کہ آپ کہاں جا رہے ہو؟ کہتا ہے مجھے نہیں پتہ کہاں جا رہا ہوں۔ تو وہ اس خیال میں گم ہو گیا۔ یہ ہے مرنے سے پہلے مر جانا' اپنے آپ سے علیحدہ ہو جانا۔ جدا ہو جانا' اپنے آپ کو چھوڑ دینا۔ جو چیزیں زندگی والے کرتے ہیں' وہ نہ کرنا۔ ایک آدمی " مرنے سے پہلے مرنے والا " درویش تھا اس نے روزہ رکھا ہوا تھا' کسی شہر میں داخل ہو رہا تھا۔ وہاں لوگوں نے اس کے استقبال کے لئے ہجوم اکٹھا کر دیا۔ اس کو پتہ چلا سارے شہر کا ہجوم ہے' تو جب ہجوم کے قریب آیا تو اس نے کھانا شروع کر دیا۔ تو مریدوں نے کہا آپ نے لوگوں کے سامنے یہ کیا کر دیا ہے؟ درویش نے کہا لوگوں کے سامنے تو میں نے روزہ توڑ دیا اور اس کی قضا میرے لئے آسان ہے لیکن یہ جو تعریف کا جن ہے یہ برداشت کرنا

میرے لئے مشکل ہے۔ تو اپنے آپ سے جو مرجاتے ہیں وہ شہرت سے الگ ہو جاتے ہیں' دولت سے بھی الگ ہو جاتے ہیں۔ نیک نامی اور بدنامی دونوں سے فارغ ہو جاتے ہیں' ایک مقصد میں گم ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک مشاہدہ ہے' مرنے سے پہلے مرجانا ایک مشاہدہ ہے۔ یہ کرنا چاہئے لیکن یہ ہر آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔

اور سوال پوچھو ------

سوال:

قوالی سنتے سنتے کوئی آدمی بے ہوش ہو جائے تو کیا اس کو موت سے پہلے مرنا کہہ سکتے ہیں؟

جواب:

ایک بزرگ قوالی سن رہے تھے۔ ایک مصرعہ آگیا:

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را

یعنی تسلیم کے خنجر سے ہلاک ہونے والے کے لئے۔

جب یہ مصرعہ انہوں نے سنا تو ان کا وصال ہو گیا یعنی کہ اتنا سننا اور پھر اس کے ساتھ برابر ہو جانا' یہ ایک لمحے کا نہیں بلکہ زندگی بھر کا عمل ہے۔ عارضی طور پر گم ہو جانا مرنے سے پہلے مرنا نہیں ہے۔ مرنے سے پہلے مرنا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے تاکہ وہ باقیوں سے بالکل جدا ہو۔ اب ان کے آستانے پر قوالی نہیں ہوتی۔ ان کا نام کیا ہے؟ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ۔ یہ ہیں موتوا قبل ان تموتوا یعنی موت

سے پہلے مرنے والے۔

سوال:

اسلامی شریعت میں خاندانی منصوبہ بندی جائز ہے یا نہیں؟

جواب:

یہ تو گورنمنٹ کے قانون ہیں۔ اسلام کے بارے میں اسلام کی باتیں موجود ہیں۔ اسلام کے اندر کوئی ایسی دیسی بات جائز نہیں ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ کوئی شخص غریبی کے ڈر سے اولاد کو ضائع کرتا ہے یا قتل کرتا ہے تو بڑی گرفت میں آئے گا۔ و لا تقتلوااولادکم من خشیته املاک یعنی اولاد کو رزق کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ بای ذنب قتلت" میں کس گناہ میں قتل کی گئی؟"۔ کس طرح ان لوگوں نے اولادوں کو قتل کیا تھا۔ اسلام ان باتوں کو نہیں مانتا۔ اسلام غریبی سے نہیں ڈرتا بلکہ امیری سے ڈرتا ہے' یہ تمہاری بے ایمانیاں ہیں جو غریبی سے ڈرتی ہیں' اسلام غریبی سے نہیں ڈرتا۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ اگر مجھے تمہارے گمراہ ہونے کا ڈر نہ ہوتا تو تمہیں سونے اور چاندی کے مکانات دے دیتا لیکن تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ میری امت جو ہے یہ شرک تو نہیں کرے گی لیکن یہ دولت کے اندر اتنی گم ہو جائے گی کہ اس کے لئے مشکل ہو جائے گی۔ اونٹوں کی مہار لے کر چلنے والے' اونچی اونچی عمارتیں بنائیں گے تو پھر مشکل وقت آ جائے گا۔ ایسا واقعہ آیا پڑا ہے۔ تو غریبی سے نہ ڈرو بلکہ دولت سے ڈرو۔ خطرہ کس سے ہے؟ دولت سے ہے' گمراہ تمہیں دولت نے کرنا ہے' غریبی نے نہیں کرنا۔ یہ

تقسیم بھی ہمیشہ کے لئے یاد رکھ لو کہ اسلام میں Good اور Bad' اچھے اور برے کی تقسیم ہے' ایک اچھا امیر' دوسرا برا امیر۔ برا امیروہ ہے جو پیسے کے ذریعے برائی کو خریدے' برائی کو فروغ دے' اچھا امیروہ ہے جو پیسے کے ذریعے نیکی کو فروغ دے۔ برا غریب بہت برا ہے' برا غریب وہ ہے جو دوسروں کے مال پر قبضہ کرے اور فراڈ کرے' چوری کرے' ادھر کرے' ادھر کرے' لوگوں کے مال پر نگاہ رکھے۔ برا غریب ایک اور بھی ہے جو خدا کی رحمت سے مایوس ہو جائے۔ اچھا غریب وہ ہے جو یہ جانتا ہو کہ ہمارے بزرگوں نے بلکہ حضور پاکؐ نے غریبی کو پسند فرمایا ہے۔ تو غریب جو ہے اگر وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو تو غریب ہی اللہ کے قریب ہے اور ایک جگہ پر غریب مایوس ہو جائے پھر وہ کافر ہو جاتا ہے۔ پھر وہ غریب بہت مشکل سے بچتا ہے جو مایوس ہو جائے۔ بس آپ اچھے امیر کا ذکر کرو' اچھے غریب کا ذکر کرو۔ برا دونوں حالتوں میں برا ہے۔ اسلام کے اصول اٹل ہیں اور طے ہیں۔

سوال:

کوئی شخص مرجائے تو اس کے لئے دعا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے۔ کیا یہ عذاب اس کے جسم پر ہوتا ہے یا روح پر؟

جواب:

کسی شخص کے قبر کا عذاب جو ہے وہ بعد میں زندہ آدمی کے تصور میں ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ وہ قبر کے عذاب سے محفوظ ہو جائے تو

اصل میں ہم بھی عذاب کے احساس سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ قبر کا عذاب اس کے ساتھ جو ہوا' سو ہوا' یہ تو زندہ آدمی کے ساتھ ہو رہا ہے' جو بعد میں ہے۔ دوزخ کیا ہے؟ مرنے کے بعد کا واقعہ ہے اور بتایا کب جا رہا ہے؟ زندگی میں۔ لہٰذا زندہ آدمی کے احساس کے اندر دوزخ آ گئی۔ اگر کوئی گناہ یا غلطی کرتا ہے' یہ دوزخ میں جائے گا۔ تو زندہ آدمی کو موت سے پہلے بتایا جا رہا ہے کہ دوزخ کیا ہے؟ آگ کیا ہوتی ہے؟ زندہ آدمی کو بتایا جا رہا ہے کہ قبر جو ہے ناں یہ Tight ہو جائے گی حالانکہ مردہ آدمی کو کیا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے مردہ آدمی کو Tight کیا کرنا ہے' پھر بتایا جاتا ہے کہ وہاں اندھیرا ہو گا۔ جب آنکھیں ہی نہیں ہوں گی تو اندھیرا کیا ہو گا' یہ تو تمہیں بتایا جا رہا ہے' تمہارے احساس پہ غالب کیا جا رہا ہے کہ قبر جو ہے وہ بہت Tight کرنے والی چیز ہے۔ تو عذاب اس پر بھی ہوتا ہے جو مردہ ہے اور زندہ رہنے والے پر بھی ہوتا ہے۔ آپ کا حق ہے کہ آپ دعا کیا کرو کہ ان کا عذاب ٹل جائے' آپ دعا کیا کرو قرآن پاک پڑھ کر کہ ان کو سکون مل جائے اور اس طرح تمہیں قرآن کی توفیق مل جاتی ہے۔ دعا کیا کرو کہ اللہ ان پر مہربان ہو جائے اور ان پر مہربانی ہو گی۔ اس لئے یہ قبر کا عذاب جسے بیان کیا گیا یہ مردے کو ہو گا۔ مردہ جو ہے اس کو اللہ زندہ حالت میں کر دیتا ہے۔ سب سے بڑی بات آپ یاد رکھو کہ زندہ آدمی کو بتایا جا رہا ہے مردے کا عذاب! مردے سے بات نہیں ہوئی ہے' یہ آپ لوگوں کو بتایا جا رہا ہے کہ مردے پر عذاب ہوتا ہے تاکہ زندہ آدمی یہ سمجھ لے کہ جانے والا اتنا دور بھی نہیں چلا گیا اور وہ تمہارے احساس میں موجود ہے۔ اس لئے آپ اس کا خیال کرو۔ آپ

اس کا دھیان کرو اور بھول نہ جاؤ۔ جانے والے نے کبھی یہ نہیں بتایا کہ میں عذاب میں ہوں۔ جو بھی خبر لینے کے لئے گیا ہے ابھی تک واپس نہیں آیا ہے۔ کوئی بتانے کے لئے آئے گا تو پھر دیکھیں گے' فی الحال تو یہ ہے کہ جس کے اعمال اچھے نہیں اس پر عذاب ہے۔ ایک مثال ملتی ہے کہ ایک دفعہ حضور پاک ﷺ قبرستان تشریف لے گئے' ایک قبر کے پاس کھڑے ہو گئے فرمایا یہ کس کی قبر ہے' صحابہؓ نے عرض کی فلاں کی ہے' آپؐ نے پوچھا اس کے خاندان سے کوئی ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اس کی والدہ ہے' آپؐ نے فرمایا چلو اس کے پاس' آپؐ نے فرمایا بات یہ ہے کہ بیٹے کو معاف کردو۔ عورت غصے میں تھی۔ آپؐ نے اس سے کہا چلو قبرستان تک اور اسے ساتھ لے گئے اور وہ منظر دکھایا جو اس شخص کے ساتھ وہاں قبر میں ہو رہا تھا۔ وہ ماں تھی اس نے کہا یا اللہ میں نے اسے معاف کر دیا۔ یہ ایک مثال ملتی ہے۔ احساس دلایا گیا کہ ماں کا حق جو ہے جانے والا ساتھ لے جائے تو اس کا جانا آسان نہیں ہے۔ ماں کو بتایا گیا کہ تیری بد دعا جو ہے قبر کا عذاب ہے۔ جانے والے کے لئے قبر کا عذاب کیا ہے؟ ماں کی بد دعا۔ تو یہ زندہ ماں کو بتایا جا رہا ہے کہ تیری بد دعا اس کے لئے عذاب نہ بن جائے' اس لئے تو دعا دے۔ قرضہ لینے والا جس نے قرضہ دیا ہوا ہے اسے بتایا جا رہا ہے کہ تو اسے قرضہ معاف کر دے۔ نہیں تو اس کے لئے عذاب بن جائے گا اور اگر اس کا کوئی وارث دے دے تو اسے فوراً معافی دے دی جائے۔ اس لئے اگر جانے والے حق لے کے چلے گئے تو حق معاف کرا لیا جائے۔ پھر آسانی ہو جاتی ہے۔ تو جانے والے کے لئے انتظام کرو کہ دینے والے کو معاف'

لینے والے کو معاف، بزرگوں سے معافی اور بچوں سے پیار یعنی کہ بالکل آزاد ہو کر جاؤ۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ اپنے آپ کو ہر وقت ہی آزاد رکھو۔ قرضہ خاص طور پر جو ہے یہ مرنے والے کے لئے سخت تکلیف دہ شے ہے اور ماں کی بد دعا میں مرنا، دل آزردہ کرنا اور خاص طور پر کوئی ایسی قباحتیں کرنا جسے آپ شرعی احکام کے خلاف کہتے ہو۔ اس لئے بتایا یہ جا رہا ہے کہ آپ توبہ کرتے رہا کرو تاکہ موت آئے تو گناہ میں نہ آئے بلکہ حالت توبہ میں آئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو معاف رکھے، توبہ کے بغیر موت نہ آ جائے۔ گناہ کی حالت میں موت نہ آنے دیا کرو۔ اس لئے فوری طور پر توبہ، ہر وقت توبہ کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ مہربانی کرتا ہے۔ کلمہ پڑھنے والے کے لئے خیریت ہے، بس اگر انسانوں کے لین دین صاف ہو جائیں تو قبر کا عذاب نہیں ہوتا۔ یہ آپ کو کسی مولوی نے بتایا ہو گا کہ موت کا منظر مرنے کے بعد کیا کیا ہوتا ہے۔ مومن کے لئے کچھ بھی نہیں ہوتا بلکہ سارا اللہ کا رحم ہی ہوتا ہے۔ اگر کسی شخص کی اولاد میں سے کوئی ایک آدمی دعا مانگنے والا ہو کہ میرے والدین پر رحم کر دیں تو ان پر رحم ہو جاتا ہے۔ اس مرنے والے آدمی کے اپنے خاندان میں سے اگر کوئی پرانا بزرگ یہ کہے کہ میری اولادوں پر رحم کر دیں تو سمجھو رحم ہو گیا۔ امت کے لئے دعا کرنے والے ہزارہا فقیر بیٹھے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ امت پر رحم کر دیں تو سمجھو رحم ہو گیا۔ مولوی جو بتاتا ہے کہ یہ قبر کا عذاب ہے، قبر کا عذاب اس نے دیکھا نہیں ہے، تو قبر کا عذاب بیان کرنے والا قبر کا عذاب غلط بیان کر رہا ہے۔ زندہ آدمی آپ کو بتا رہا ہے کہ دھیان کرو قبر میں عذاب ہو گا۔ لیکن یہ کسی نے نہیں کہا کہ فلاں قبر میں عذاب ہے۔

بس ایک دفعہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا اور کسی نے نہیں کہا۔ اس لئے آپ ان باتوں سے نہ ڈرا کرو۔ ایسی کتابیں نہ پڑھا کرو۔ یہ جھوٹی بات ہے۔ مسلمان جس نے کلمہ پڑھا ہے اس کے بارے میں ایک حدیث ہے: "من قال لا الہ الا اللّٰہ فقد دخل جنۃ"۔ یعنی جس نے لا الہ الا اللّٰہ کہہ دیا وہ جنت میں داخل ہو گیا"۔ حضور پاکؐ نے فرما دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد میں حضور پاکؐ کے پاس گئے اور عرض کی سرکارؐ ایسے Openly نہ کہا جائے' ایسا نہ ہو کہ لوگ پھر عمل ہی نہ کریں' آپؐ نے فرما دیا ہے کہ جس نے لا الہ الا اللّٰہ کہہ دیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا بات ٹھیک ہے کہ جس نے لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کہہ دیا' ایک دفعہ پورا کلمہ پڑھ لیا' وہ جنت میں داخل ہو گا۔ باقی رہ گیا دین کا نظام' نظامِ شریعت' اجتماع کا واقعہ' سوسائٹی' سماج' معاشرہ' حکومت' یہ سارا کام کرنا ہے اور کرنا چاہئے۔ اس کا نام شریعت ہے۔ اور ایمان کیا ہے؟ لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ایمان کیا ہے؟ اللہ ایک ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اگر اس بات پر پورا ایمان آ جائے تو بندہ مسلمان ہو گیا۔ جیسا کہ میں نے پہلے بتایا ہے کہ جب کوئی آدمی مسلمان ہونا چاہتا تو حضور پاکؐ کے پاس حاضر ہوتا۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں"۔ آپؐ فرماتے چلو پڑھو کلمہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اگر تھوڑی دیر بعد وہ بندہ مر گیا تو کدھر چلا گیا؟ وہ جنت میں چلا گیا۔ کلمہ پڑھنے کے بعد اگر کوئی شخص مر گیا' وہ مسلمان ہی ہو گا اور جنت میں جائے گا۔ یہ آپ لوگوں اور آپ کے مولوی صاحبان کے درمیان جھگڑا

ہے کہ کلمہ پڑھ پڑھ کے مر جاؤ لیکن وہ جنت میں نہیں جانے دے گا آپ لوگوں کو۔ اصل میں آپ اپنا کلمہ ایک بار ہی پڑھ لو تو پھر آپ کی آخرت ساری خیریت کے ساتھ ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ مسلمانوں کو دوزخ میں ہی بھیجا جائے۔ اگر دوزخ میں بھیج دیا اللہ میاں نے، تو کافر کہیں گے چلو اچھا رہا، تم تو ہمیں مسلمان بناتے تھے تم بھی ادھر آ گئے، ہم پھر اچھے رہے، عیش کرتے رہے۔ ایسا کوئی واقعہ نہیں ہے۔ مسلمان جنت میں ہی جائے گا۔ مسلمان ہونا ہی جنت ہے اور حضور پاکؐ پر ایمان لانا ہی جنت ہے۔ جو حضور پاکؐ کا دشمن ہے وہی دوزخ میں ہے۔ جن کو حضور پاکؐ سے نسبت ہے، ان کے لئے جنت ہے، حضور پاکؐ کا نام لینا ویسے بھی بڑی سعادت ہے۔ آپ کے دنیاوی محبوب کے کسی کام کی کوئی تعریف کرے تو آپ مہربان ہو جاتے ہو اور اللہ کے محبوبؐ کی تعریف کرنے والے پر اللہ مہربان نہیں ہو گا تو اور کیا ہو گا! سیدھی سادی بات ہے کہ بس اللہ کے محبوبؐ کی تعریف کرو اور تم پر اللہ مہربان ہو جائے گا۔ اللہ اور اس کے فرشتے مل کر حضور پاکؐ پر درود بھیجتے ہیں تو آپ بھی بھیجو، تم بھی اللہ اور اللہ کے فرشتوں کے ساتھ ہو جاؤ اور درود بھیجو۔ جس نے درود بھیجا، دوزخ میں جا سکتا ہی نہیں ہے اور اسے دوزخ میں کوئی بھیج سکتا ہی نہیں ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبؐ کے چاہنے والے کو دوزخ میں بھیجے۔ یہ بیان مولوی کا ہے، اور کوئی نہیں ہے جو یہ کہے۔ مولوی صاحب کتابیں لکھنے کے شوق میں تمہیں دوزخ دکھا رہے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ جو شخص حضور پاکؐ کا چاہنے والا ہو گا وہ دوزخ میں جا سکتا ہی نہیں۔ اسے دوزخ میں بھیجا جا سکتا ہی نہیں

ہے' اس بات کا حوالہ قرآن پاک کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے محبوبؐ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں ان پر عذاب ڈالوں جب کہ ان میں آپؐ ہوں۔ جن میں آپؐ ہوں وہ دوزخ میں نہیں جا سکتے۔ جن کے دل میں آپؐ ہوں وہ دوزخ میں نہیں جا سکتے۔ " وانت فیھم " "کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ ان پر عذاب لائے جب کہ آپؐ ان میں ہوں" یعنی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ Commitment فرما دی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں پر عذاب ہو جن میں آپؐ ہوں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے پیدا ہونے سے پہلے ہی فیصلہ کر دیا کہ آپ کو اس امت میں پیدا کر دیا' اس بات کا شکر ادا کرو' مسلمانوں کے ساتھ دھوکہ نہ کیا کرو۔ دوزخ کے ڈر کا آپ کو اب Problem نہیں رہے گا۔ Problem زندگی کا ہے کہ یہ زندگی کیسے گزر رہی ہے' یہ تکلیف میں نہ گزرے' آخرت کا آپ کو اندیشہ نہیں ہو گا۔ اس آدمی کو آخرت کا اندیشہ ہے جس نے ماں کو ستایا یا باپ کو ستایا' اس آدمی کو اندیشہ ہے جس نے پیسہ سود پر اپنے ہاتھ سے دیا' ذاتی پیسہ سود پر لگا دیا' اس آدمی کو اندیشہ ہے جس نے حضور پاکؐ کی شان میں تھوڑا سا کمزور فقرہ کہہ دیا' ان سب کو اندیشہ ہے' باقی اندیشہ کوئی نہیں ہے۔ اس لئے آپ ایک خیال کرو' حضور پاکؐ کی شان کے بارے میں بہت احتیاط رکھو اور ان کے بارے میں بہت محبت کے لفظ رکھو' اور پیسوں کا استعمال جائز ہونا چاہیئے اور ماں باپ کی قدر' حفاظت اور خدمت ہو۔ پھر عذاب نہیں ہے۔ قبر کا عذاب مسلمانوں کے لئے نہیں ہے۔ مومن کلمہ پڑھ پڑھ تھک گئے ہیں اور یہ قبر کا عذاب لئے بیٹھے ہیں۔ ویسے بھی آپ سوچو کہ بہت سارے مذہبوں میں جب کبھی

کوئی نیا دین آتا ہے تو دعوت دینے کے وقت لوگوں کو بتایا جاتا ہے کہ دیکھو آپ ہمارے دین میں شامل ہو جاؤ تو آپ کے لئے بہتری ہو جائے گی' دنیا میں بہتری ہو جائے گی' آخرت اچھی ہو جائے گی'انہیں یہ تو نہیں کہا جائے گا کہ آپ ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ' آپ کو قبر کا عذاب آ جائے گا۔ یہ تو بعد میں آ کے اس کی ذرا وضاحت کی گئی۔ سارے قرآن پاک کو آپ پڑھ ڈالو' کسی مسلمان کے لئے کہیں عذاب نہیں لکھا ہوا ہے۔ کسی مسلمان کے لئے قران پاک میں عذاب کا ذکر نہیں ہے۔ عذاب کس کے لئے؟ کافروں کے لئے' منافقوں کے لئے' منافق وہ جو مسلمان نام رکھتے ہیں اور کام کافروں والا کرتے ہیں۔ کسی مسلمان کے لئے کوئی عذاب نہیں ہے۔ مسلمانوں کے لئے یہ فرمایا گیا کہ ان کو بشارت دے دو۔ ان کو ایسی جنت کی بشارت دے دو جس کے نیچے نہریں ہوتی ہیں۔ ان کو ہمیشہ خوش حالی کی بشارت دے دو۔ مسلمانوں پر Comparatively اللہ تعالیٰ نے بڑی مہربانی فرما دی ہے۔ آپ نے ضرور عذاب لینا ہے! کوشش کر کے دیکھ لو پھر بھی آپ کو عذاب نہیں ملے گا۔ آپ کو عذاب نہیں آئے گا' اس امت پر بھی عذاب نہیں آئے گا۔بادشاہ ہزار غلطیاں کرے' رعایا ہزار غلطی کرے' سیاستداں ہزار غلطی کریں' پھر بھی عذاب نہیں آئے گا۔ اس امت کے لئے مہربانی ہے۔ اس کو تکلیف آتی ہے' عذاب نہیں۔ عذاب سے پہلی امتیں مسخ ہو گئیں' چہرے خراب ہو گئے۔ وہ عذاب تھے' آپ کو وارننگ آتی ہے' اطلاع کے لئے کہ خدا کے لئے ہوش کرو' انسان بنو۔

ہاں اب بولو -------کوئی اور سوال پوچھو.....

سوال:

ایک آدمی کہتا ہے کہ آج کل کامل پیر نہیں ملتا۔ بزرگ جواب دیتے ہیں کہ کامل تو بہت ہیں لیکن سچے مرید نہیں ملتے۔ یہ سچے مرید کی کیا تعریف ہے؟

جواب:

مولانا رومؒ کا واقعہ ہے کہ آپ بڑے عالم دین تھے اور حدیث و فقہ پڑھاتے تھے۔ ان کا اپنا مدرسہ تھا۔ تو وہاں پر ایک دن پڑھا رہے تھے کہ ایک درویش آ گیا' وہ ایک مجذوب درویش تھا۔ اس نے کہا یہ کتابیں کیا ہیں؟ مولانا رومؒ نے کہا تو درویش آدمی ہے تو کیا جانے کہ یہ کیا ہے؟ یہ بہت اعلیٰ باتیں ہیں' نوٹس ہیں' حدیث ہے' فقہ ہے' قرآن ہے' تفسیر ہے' اب میں تمہیں کیا بتاؤں یہ کیا کچھ ہے؟ تو اسے جانے دے اور تو جا۔ مجذوب نے کہا اچھا اور پھر یہ کام کیا کہ ساری کتابیں اٹھا کر تالاب کے پانی میں ڈال دیں جو کہ مسجد کے صحن میں تھا۔ مولانا نے چیخیں لگانی شروع کر دیں کہ میری زندگی بھر کی محنت چلی گئی ہے اور میری ساری زندگی کا حاصل غرق ہو گیا۔ مولانا روم جب بہت زیادہ روئے تو اس درویش نے ہاتھ ڈالا اور خشک کتابیں پانی سے نکال لیں۔ مولانا حیران رہ گئے اور کہا یہ کیا ہے؟ کہنے لگے تو کیا جانے کہ یہ کیا ہے؟ تو اپنا کاروبار کر۔ اتنا کہہ کے وہ آگے چلے گئے۔ کہتے ہیں دو تین سال مولانا اس کے پیچھے پیچھے اور وہ آگے چلتے رہے۔ بڑی مشکل سے مولانا نے انہیں جا کے پکڑا کہ خدا کے لئے مجھے معاف کر دیں' میں تین سال سے آپ کے

پیچھے پھر رہا ہوں کہ مجھے اپنا بنا لو' کہنے لگے "تو صرف تین سال سے میرے پیچھے ہے اور میں تو پچیس سال سے تیری تلاش میں ہوں"۔ تو بات اتنی ساری ہے کہ جو سچا پیر ہوتا ہے وہ سچے مرید کی تلاش میں ہوتا ہے۔ سچا مرید بڑی Rare چیز ہوتا ہے۔ سچا پیر اور چیز ہے اور سچا مرید اور چیز ہے۔ ایک دفعہ ایک آدمی بابا فرید گنج شکرؒ کے پاس گیا اور انہوں نے آتے ہی اس کو سارا کچھ دے دیا۔ باقی کے مرید جو تھے جو پاس بیٹھے تھے' وہ کہنے لگے سرکار کمال ہے ہم یہاں اتنی مدت سے بیٹھے ہوئے ہیں' ہمیں یہ بات نہیں دی اور اس کو آتے ہی سب کچھ دے دیا۔ انہوںؒ نے بڑا شور مچایا۔ آپ نے فرمایا وہ خشک لکڑیاں لے کر آیا تھا' آگ دکھانا میرا کام ہے' اس کی لکڑیاں خشک تھیں اور ان کو فوراً" آگ لگ گئی' تم Wet Blanket ہو' گیلے کمبل' تمہیں تو دھواں ہی نہیں لگتا' اس میں میں کیا کروں۔ اچھا مرید کون سا ہوتا ہے؟ جو پیر کی بتائی ہوئی بات خود پہ لاگو کرے۔ برا مرید کون سا ہوتا ہے؟ جو پیر صاحب کو پکڑ کے بتاتا جائے کہ نوکری لے کے دے دو' فلاں چیز ملنی چاہئے' فلاں منسٹر سے کام کرا دیں۔ اچھا پیر جو ہے وہ بالکل اور ہے' برا مرید بالکل اور ہے۔ مرید اچھا کون سا ہوتا ہے؟ ایک مرید یہاں پر میاں میر صاحبؒ کے ساتھ تھے' ان سے پوچھا گیا تیرا پیر کون ہے؟ کہنے لگا اللہ ہے۔ لوگوں نے بڑا Mind کیا کہ میاں میر صاحبؒ کو اللہ کہہ رہا ہے حالانکہ ان کو پتہ تھا کہ میاں میر صاحبؒ کا مرید ہے۔ لوگ کہنے لگے تو نے تو بڑا کلمہ کفر کہہ دیا ہے۔ ایک شخص میاں میر صاحبؒ کے پاس گیا اور کہا کہ یہ آپ کا مرید آپ کو اللہ کہتا ہے۔ ہم نے پوچھا کہ اپنے پیر کا نام بتاؤ تو کہتا ہے اللہ۔

یہ تو آپ کو اللہ مانتا ہے۔ انہوں نے کہا دیکھو بات یہ ہے کہ میرے پاس آنے کا اس کا جو ارادہ ہے وہ اللہ ہے اور یہ اللہ کے لئے میرے پاس آیا ہے اور اس کی منزل اللہ ہے' تو اس کا عشق جو ہے وہ برائے اللہ ہے۔ تو اچھا مرید وہ ہوتا ہے جو اللہ کی خاطر ہی پیر صاحب کے پاس جائے۔ کیا بات سمجھ آئی؟ اگر یہ آرزو اور باقی دنیاوی آرزوئیں نکل جائیں اور انسان پیر کے پاس اللہ کی رضا کے لئے چلا جائے' وہ اچھا مرید ہو گا' تو مرید کا ارادہ تو اللہ کا ہونا چاہئے۔ تو جس مرید کا دنیا کے راستے کا ارادہ ہے' وہ تو رہ گیا۔ تو ارادہ کس بات کا ہونا چاہئے؟ اللہ کا اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔

اور اس کا یہی راستہ ہے۔ صحیح راستہ جو ہے یہی ہے۔ بعض اوقات لوگ کہتے ہیں کہ ہم پیر کے پاس اس لئے جاتے ہیں کہ ہمیں نہیں پتہ کہ اللہ کدھر ہے' رسولؐ کدھر ہیں' ہمارے لئے تو بس پیر ہی پیر ہیں' لا الہ الا اللہ پیر رسول اللہ۔ ایسی گمراہی سے بچ جاؤ۔ کیا کہتے ہیں لوگ؟ لا الہ الا اللہ پیر رسول اللہ' یا شیخ رسول اللہ۔ ایسی بات نہیں کہنی چاہئے۔ تو اصل منزل جو ہے وہ حق گوئی کی ہونی چاہئے اور اللہ کی منزل ہونی چاہئے۔ پیر کی تلاش کس لئے ہے؟ تاکہ راستہ آپ کا درست ہو جائے۔ تو اچھا مرید کون سا ہوتا ہے؟ جو دنیاوی آلائشوں سے نجات کے لئے پیر تلاش کرے اور دنیا کی گرفت سے آزاد ہونے کے لئے پیر تلاش کرے۔ اچھا مرید جو ہے یہ بڑی اچھی چیز ہوتا ہے۔ کچھ پیشہ ور مرید ہوتے ہیں۔ پیشہ ور مرید ہر وقت پیر کے پاس بیٹھے ہوتے ہیں' کہتے ہیں کہ "ہم پاس سے گزر رہے تھے سوچا آپ سے ملتے جائیں"

میں آپ کو منع نہیں کر رہا ہوں' آپ جہاں مرضی ہے جایا کرو۔ ایک دفعہ ہم نے ایک آدمی کو دیکھا' وہ ایک بزرگ کی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے' قوالی ہو رہی تھی' رات بھر قوالی ہوتی رہی:۔

نمی دانم چہ منزل بود
شب جائے کہ من بودم

اور وہ جو صاحب تھے انہوں نے داڑھی رکھی ہوئی تھی اور قوالی پر وہ بھی جھوم رہے تھے۔ جو میرِ مجلس تھے وہ پیر صاحب چشتی خاندان سے تھے' صبح ہوئی' دعا ہوئی' وہ مولوی صاحب' پیر صاحب سے کہنے لگے کہ آپ میرے لئے بھی دعا کریں اللہ مجھ پر مہربانی کرے۔ پیر صاحب نے کہا کہ تو کون سے سلسلے میں ہے اور کس کے مرید ہو؟ کہنے لگے کہ میں نقشبندی سلسلے میں ہوں' پیر صاحب نے ان کو بہت برا بھلا کہا' اور کہا کہ تو دوبارہ جا کر بیعت کر کے آ' تجھے نقشبندی سلسلے میں بتایا گیا ہے کہ تو قوالی میں نہیں بیٹھنا اور تو پھر قوالی کی محفل میں بیٹھ گیا۔ پھر یہ تیرے لئے کوئی اچھی بات نہیں' تو اپنے پیر صاحب کا مجرم ہو گیا ہے! تو پیر صاحب جو بات بتائیں اس راستے پر چلو۔ ایک بات پر دوسری بات کو لگا دینے والا آدمی جو ہے وہ جھوٹا مرید ہے۔ اس لئے سچا مرید جو ہے وہ ہر جگہ سے منزل لے سکتا ہے بلکہ جھوٹے پیر سے بھی راستہ لے سکتا ہے۔ سچا مرید کیا کر سکتا ہے؟ جھوٹے پیر سے بھی منزل لے سکتا ہے' سچا' استقامت کے ساتھ' اللہ کے نام پر چلنے والا' سچا مرید بڑی "Rare" چیز ہے' مرید سچا ہو جائے تو پیر خود بخود سچا ہو جائے گا۔ بے شمار پیروں کو مریدوں نے سچا کیا' اور بے شمار پیروں کو مریدوں نے گمراہ کیا۔ اب آپ

لوگ خود سوچ لو کہ کیا ہوتا ہے مرید؟ مرید بڑی شے ہوتا ہے۔ تباہ کر کے رکھ دیتا ہے پیر کو' اور بنا کے رکھ دیتا ہے۔ فافٹ پیر صاحب کو ٹیلی فون کیا کہ جناب میرے لئے تو بڑی مشکل پیدا ہو چکی ہے' بچے پر کیس بن گیا ہے' فلاں شخص کو تو فون کریں۔ پیر صاحب نے فون کر کے مجرم بچے کو چھڑوا لیا۔ اس طرح جھوٹے مرید نے پیر صاحب کو گمراہ کر دیا۔ بڑا ظالم تھا۔ اس لئے کسی نے بڑی بات کی ہے کہ پیر عام طور پر ہر آنے والے کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اور یہ جو دعا کا عمل ہے اور ان میں سے اکثر پیر جو ہیں ان کی دعا منظور ہو جاتی ہے۔ تو عبادت ان کی دنیاوی ضرورت پورا کرتی ہے۔ جس آدمی کے پاس سو' پچاس بندے آتے جاتے رہتے ہوں وہ شخص بھلا کیا گمراہی کر سکتا ہے۔ اس کا گمراہی والا راستہ ہی بند ہو گیا۔ جس کو سارے شہر والے کہیں کہ یہ نیک آدمی ہے وہ شہر میں سینما بھی نہیں دیکھ سکتا۔ سارے کہیں گے پیر صاحب سینما جا رہے ہیں۔ پیر صاحب ہونے کی وجہ سے بیچارہ خود بخود نیک ہو جاتا ہے اور پھر اس کا مزاج ہی نیک بن جاتا ہے' نیکی اس کی ضرورت بن جاتی ہے' تو پیروں کی عام طور پر دعا منظور ہو جاتی ہے۔ یہاں سے جھوٹے مرید نے پیر کو گمراہ ایسے کیا کہ اس نے قاتل کی نجات کے لئے دعا کر دی اور وہ قاتل آزاد ہو گیا۔ اب مقتول کا حق کدھر گیا؟ یہاں پہ آ کر پیروں کو مرید گمراہ کرتے ہیں کہ ان سے محبت کرتے ہیں' ان کے دوست بن جاتے ہیں پھر ایسی دعا کرواتے ہیں کہ اس میں کسی کا حق مجروح ہو جاتا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اس لئے مریدوں کو کوشش یہ کرنی چاہئے کہ دنیاوی نظام خود بخود ہی چلاؤ۔ پیر خانے جو ہیں یہاں سے ہی

ساری بات غرق ہوئی ہے کہ انہوں نے دنیاوی طور پر اپنے دوستوں کو' محبوبوں کو' سپورٹ کرنا شروع کر دیا اور باقی ساری بات آئی گئی ہو گئی۔ اصل بات یہ نہیں تھی۔ اصل بات یہ تھی کہ خدا کے راستے کے لئے لوگوں میں تربیت پیدا ہو' اللہ اللہ کرنے کے لئے' اللہ کی راہ کے لئے' دنیاوی طور پر ایک دوسرے کو فروغ دینا کوئی مشکل بات نہیں ہے' کوئی جماعت بھی یہ کام کر سکتی ہے' جب کوئی ضروری سمجھتا ہے تو کسی جماعت میں شامل ہو جاتا ہے۔ جماعت' جماعت کو تقویت دیتی ہے۔ چھوٹی جماعت بہت کامیاب ہوتی ہے' جیسے قادیانی جماعت۔ آپ کافر تو ہم کہہ رہے ہیں ناں ان کو' کہتے رہو ہزار بار' ان کا کوئی آدمی بیمار ہو جائے تو سارے اس کی خبر لیں گے' کوئی غریب ہو جائے تو سارے اس کے پاس جائیں گے اور جو وعدہ کریں گے تقریباً" پورا ہی کریں گے۔ مسلمان ہو کے جو وعدہ کرے گا اس کو یاد ہی نہیں رہے گا۔ آپ کے پاس آنا بھول گیا جبکہ آپ نے بتایا تھا کہ جنازہ پہ چار بجے جانا ہے مگر اس کو جنازہ بھی یاد نہیں ہے۔ جو چھوٹی جماعتیں ہیں وہ زیادہ Organized ہوتی ہیں' ایک دوسرے کی زیادہ معاون ہوتی ہیں اور مسلمانان عالم جو ہیں غرور میں آ کے آپس میں لڑتے ہیں' کبھی ایران عراق جھگڑا ہو جاتا ہے' یہ واقعہ کبھی یہاں ہو جاتا ہے کبھی وہاں ہو جاتا ہے اور ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کے لئے آ جاتے ہیں۔ مسلمانوں میں غرور ابھی ختم نہیں ہوا۔ اس لئے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اچھا مرید وہ ہوتا ہے جو پیر سے شعبہ الہٰیات کی بات کرے۔ اچھا مرید کیا بات کرے؟ شعبہ الہٰیات کی بات کرے اور دنیا کی بات نہ کرے' کیونکہ پیروں کے پاس عام طور پر دنیا دار مرید بھی آتے

ہیں' بادشاہ بھی آتے ہیں جرنیل بھی آتے ہیں' تو مرید کہتے ہیں" ماشاء اللہ' ماشاء اللہ ہماری چھوٹی سی بات ہے' صرف ایک درخواست ہے۔"
اگر آپ میں سے کوئی Effective آدمی ہو تو کچھ دیر کے بعد آپ دیکھو گے کہ اس Effective آدمی کے پاس اسی محفل کے لوگ جمع ہونا شروع ہو جائیں گے اور کہیں گے ہمارا یہ کام کر دیں' چھوٹا سا کام ہے۔
وہ بیچارہ محبت کے مارے یہ کام کرتا چلا جائے گا اور کام کرانے والا شخص کام کرا کے پھر نہیں آئے گا۔ دنیا دار مرید وہ ہوتا ہے جو پیر صاحب کے مریدوں سے بھی دنیا وصول کرے۔ پیر صاحب اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی مرضی چاہتے ہیں اور بندے اللہ کے نام پر اکٹھے کرتے ہیں اور ٹیکس وصول کون کرتا ہے؟ وہ جو جھوٹا مرید ہوتا ہے۔ یہ ہوتا ہے جھوٹا مرید' اور سچا مرید کون ہے؟ جو توحید کی بات کرے' اللہ کی بات کرے اور اللہ کے رسولؐ کی بات کرے۔ دنیاوی ضرورت کی بات ہے تو خود بخود یہ سارے کام ہوتے چلے جائیں گے۔ بہرحال نیت جو ہے اللہ ہونی چاہئے اور اللہ کا حبیبؐ ہونی چاہئے۔ یہ سچے مرید کی بات ہے۔ سچا مرید جو ہے' وہ Rare ہوتا ہے' نایاب ہوتا ہے' داتا صاحبؒ کے پاس کبھی عرس پہ چلے جاؤ' سارے مرید داتا صاحبؒ کے ہیں اور کہتے ہیں:

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نور خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما

آپ وہاں کھڑے ہو کے اندازہ لگاؤ' کہ داتا صاحبؒ اپنے عرس والے دن یہ کہتے ہیں میرے پاس بندہ آیا ہی کوئی نہیں ہے' سارے

جلوس آگے ہی آگے جا رہے ہیں' کوئی تو قوالی کے پاس جا رہا ہے' کوئی باہر لنگر کھانے کے لئے چلا جا رہا ہے' کوئی تھیٹر دیکھنے جا رہا ہے' میلہ لگا ہوا ہے' چکر ڈالتے ہیں' دھمال ڈالتے ہیں' داتا صاحبؒ سے کسی نے نہیں پوچھا جناب آپ کا کیا حکم ہے؟ یہ سارے ان کے مرید ہیں' کوئی چادریں لے کے جا رہا ہے' کوئی دستار بندی کرا رہا ہے۔ سارے کے سارے جھوٹے مرید ہیں۔ سچا مرید وہ ہوتا ہے جو یہ کہے کہ اپنے سفر سے کچھ حصہ مجھے بھی عطا فرمایا جائے۔ ایک سچا مرید آیا تھا' خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ آئے اور وہ منزل لے کر چلے گئے اور سارا ہندوستان مسلمان کر دیا۔ میاں شیر محمد صاحبؒ شرقپور شریف والے تشریف لائے اور کل عالم روشن ہو گیا۔ یہ تو ہو گئی سچے مریدوں کی بات۔ باقی یہ سارے کے سارے لنگر' پیسہ' واقعات' دستار بندیاں' اِدھر کے اُدھر' اُدھر کے اِدھر' کون سے کیا' جھگڑا' پریشانیاں' پشیمانیاں اور اس طرح کے حالات' یہ سارے کے سارے جھوٹے مرید ہیں۔ وہاں جا کے دعا مانگنی چاہیئے' دعا کرنی چاہیئے' گھر میں بیٹھ کے بھی دعا ہو سکتی ہے' اس بزرگ کو خوامخواہ تم نے Involve کرنا ہے' وہ جس کام کے لئے آئے تھے وہ کام تو تم نے کیا نہیں ہے۔ اس بزرگ کا تو تم نے کوئی کام نہیں کیا۔ وہ اللہ کے نام پر داتا صاحبؒ کی قبر پر آئے تھے۔ داتا صاحبؒ خود کسی کام پہ آئے تھے اور انہوں نے کام کیا' یعنی یہ اللہ کے نام کا واقعہ تھا۔ داتا صاحب کسی مزار پہ نہیں آئے تھے' وہ اللہ کا نام لے کر تبلیغ کے لئے آئے تھے' دین بلند کرنے کے لئے آئے تھے۔ داتا صاحبؒ باقی معاملات کے لئے یہاں پر نہیں آئے تھے۔ یہ تو سارے معاملات ہیں' کچھ دنیاوی مسائل ہیں' دنیا

دار کہتا ہے کہ وہاں مزار پہ دیکھیں کہ کون آیا ہے اور کون نہیں آیا؟ یہ گاڑی کس کی ہے؟ مشہور شخص کو دیکھ کر وہاں ایک آدمی آ جائے گا اور کہے گا آپ کون ہیں؟ آپ کو داتا صاحبؒ نے سلام کہا ہے! وہ بیچارا نیا نیا اس ماحول میں آیا ہوتا ہے' اس کو بتایا جاتا ہے کہ آپ کی دعا منظور ہو گئی ہے اور وہ الٹے پاؤں جاتا ہے اور داتا صاحبؒ کو سلام کرتا ہے' دوسرے دن دفتر میں بیٹھا ہوتا ہے اور وہی شخص دفتر میں کام کرانے پہنچ جاتا ہے۔ جھوٹے مرید کی لمبی کہانی ہے۔ ایک جگہ ایک جھوٹا پیر جھوٹے مریدوں میں بیٹھا ہوا تھا' سارے دنیا داری کی باتیں کر رہے تھے' پیر بھی جھوٹا' مرید بھی جھوٹا اور اپنی تعریف کرتے جا رہے ہیں اور مرید اس کی تعریف کے شوشے اڑاتے جا رہے ہیں' واللہ آپ کی کیا بات ہے؟ ہم نے آپ کو رات خواب میں دیکھا تھا' میں نے آپ کو اڑتے ہوئے دیکھا' پیر صاحب نے مریدوں کو کہا سنو اس کی بات' یہ کیا کہتا ہے۔ اس کی بات سنو' کہتا ہے کہ میں نے آپ کو پرواز کرتے ہوئے دیکھا' میں آپ کے پیچھے پیچھے اڑتا رہا جیسے پرندہ ہو' آپ بہت بلند پرواز تھے اور میں بھی وہیں تھا' آپ نے آسمان کی بڑی سیر کرائی' آپ آگے آگے' میں آپ کے پیچھے پیچھے اور آپ نے مجھے بھی سیر کرائی' پیر صاحب نے کہا اس کی باتیں سنو یہ تو اجنبی ہے' اسے پتہ نہیں تھا کہ ہم اتنے بلند پرواز ہیں' دیکھو یہ کیا کہتا ہے؟ کہتا ہے کہ اس کے بعد پھر یک لخت پرواز ختم ہو گئی' ہم وہاں سے دونوں گرے' اور آپ شہد میں گرے اور میں کیچڑ میں گرا۔ پھر آپ مجھے چاٹنے لگ گئے اور میں آپ کو چاٹنے لگ گیا۔ بس اتنی سی کہانی ہے۔ بات یہ ہے کہ جھوٹا مرید جھوٹا ہوتا ہے اور سچا مرید

سچا ہوتا ہے' جھوٹا پیر جھوٹا ہوتا ہے' سچا پیر سچا ہوتا ہے۔ بہرحال انسان کو جھوٹا نہیں ہونا چاہیے۔

جھوٹے انسان کی سزا ہے خوشامد' جھوٹے کا عمل ہے خوشامد۔

خوشامد کرنے والا جھوٹ بولتا ہے   اللہ کی راہ میں آپ کا حق ہے

اللہ کی راہ طے کرنا' یہی ایک وقت ہے اللہ کی راہ طے کرنے کا' مرنے کے بعد یہ راہ نہیں ہوگی' پھر آپ کا سفر ختم ہو جائے گا۔ تو آپ اللہ کی راہ میں مل کر بیٹھا کرو۔ ایک مرتبہ حضور پاک ﷺ تشریف لے گئے' کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے' آپ ﷺ نے ان سے کہا آپ لوگ کیا کر رہے تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کا ذکر کر رہے تھے آپؐ نے فرمایا اور کوئی بات نہیں کی؟ انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کا ذکر کر رہے تھے' کوئی دنیاوی کاروبار نہیں تھا' آپؐ نے فرمایا آپ کو مبارک ہو اور آپ کے لئے سلامتی ہو' اللہ تعالیٰ آپ پر بہت خوش ہوا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ "جاؤ ان کو مبارک دے دو کہ وہ صرف میرا ذکر کر رہے ہیں اور ان کا ذکر بہت قبول ہوا ہے۔ جو میرے ذکر کے اندر دنیا کا ذکر نہیں لاتے وہی میرا ذکر کرنے والے ہیں"۔ دنیا دنیا ہے اور دین دین ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جو صرف اللہ کی راہ میں اللہ کے کام کے لئے چلے وہی لوگ فلاح پا گئے۔' باقی یہاں کا چھوٹا امیر آدمی اور بڑا امیر آدمی دونوں برابر ہیں' یہاں تو آپ کو میں نے پہلے بتایا ہے کہ پیسہ تو کھانا نہیں ہے' کھانا تو آٹا ہی ہے' وہی آٹا گندم کا' اور گندم وہی زمین سے اگنے والی' آپ کے لئے بہت شرمندگی' ندامت کی بات ہے کہ اتنی ترقی کر گئے اور کھاتے وہی گندم ہو اور پھر کھانے کے ساتھ جو حشر تم کرتے ہو

وہ بہت ندامت کی بات ہے۔ انسان تو اصل میں وہی کا وہی ہے' اللہ تعالیٰ نے یہاں آ کے بڑی سختی سے کہا کہ او بیوقوف لوگو! اپنی پیدائش پہ غور کیا! تم کس پانی سے بنے ہوئے ہو! تم نے غور کیا! تم ہو کیا چیز! اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ تم یہ جو کچھ بنے پھرتے ہو اصل میں تو تم وہی انسان ہو' ایک پانی سے پیدا ہونے والے' یہ تمہاری زندگی ہے' اور اس کے بعد تم نے مٹی اور ہڈیاں ہو جانا ہے اور تم نے کرنا کیا ہے؟ تو پھر جب تم اللہ کی راہ میں آ جاؤ تو راست ہو جاؤ۔ پھر وہ کہتا ہے میں نے تمہیں بلند کیا' ہم نے تجھے احسن التقویم بنا دیا' ہم تمہیں بلندی دکھاتے ہیں' اچھا آدمی کون ہے؟ جو دنیا کو واجبی واجبی کرتا جائے اور اللہ کی راہ میں صحیح صحیح چلتا جائے۔ اچھا پیر ہونا اچھی بات ہے اور اچھا مرید ہونا اچھی بات ہے' برا پیر بہت بری شے ہے' برا مرید بہت ہی بری شے ہے' عام طور پر پیروں کو مریدوں نے بہت گمراہ کیا' پیروں کے لئے ضرورتِ دنیا مریدوں نے بنائی ہے کہ پہلے اسے نذرانہ پیش کرتے ہیں پھر ادب سے بیٹھتے ہیں' پھر محفل میں بیٹھتے ہیں' پھر اس کو اپنے کام کی فرمائش کرتے رہتے ہیں۔ پیر صاحب اس کا کام کرا دیں گے۔ ان حالات میں جو سچے لوگ ہیں وہ پیروں کے پاس جانے سے گھبراتے ہیں۔ اگر کسی ادارے کا سربراہ کسی کا مرید ہو جائے تو اس دفتر کے باقی لوگ بھی وہاں جانا شروع کر دیتے ہیں اور پھر اپنا کام کراتے ہیں۔ بہرحال آپ کو میں بتا رہا ہوں' دنیا کے لئے پیر کی تلاش نہ کیا کرنا' دین کے لئے تلاش کرنا۔ دین کے لئے تلاش جو ہے بذات خود دین ہے۔ دعا کرو آپ کا سفر دین کے لئے ہو' دعا کرو آپ کی کوششیں دین کے لئے ہوں' دعا کرو کہ آپ کی زندگی دین کے لئے ہو

اور آپ کی زندگی کے عمل اللہ کی رضا کے لئے ہوں، اللہ کے محبوبؐ کی محبت کے لئے ہوں۔ آپ سب لوگ اس راستے پہ چلنے کے قابل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو دنیاوی ضرورتوں میں ایک دوسرے کو دھوکہ دینے سے بچائے! یارب العالمین ہمارے کام تو آپ ہی سنبھال اور ہمیں اپنے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرما! صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و سندنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

۱ اگر کسی غیرمذہب پر اللہ کا کلام پھونکیں تو کیا اثر ہو گا؟

۲ ہم کلام اللہ کی تلاوت کے وقت کیا کریں کیونکہ ایک مفسر دوسرے کے خلاف ہوتا ہے؟

۳ اپنے عمل کو آسان بنانے کا طریقہ کیا ہے؟

۴ صاحب یقین کی معیت سے یقین کی دولت کیسے میسر آتی ہے؟

۵ ہمارا ملک اسلامی ہے لیکن دینی جماعتوں کو ووٹ کیوں نہیں ملتے؟

۶ حزب اللہ والے کس طرح دین کی طرف سے ووٹ مانگیں؟

سوال:

ایک شخص اللہ کا کلام پڑھتا ہے اور بیمار پر پھونکتا ہے تو اس کو شفاء ہو جاتی ہے۔ اگر غیرمذہب کے کسی آدمی کو پھونک ماریں تو کیا اس کو بھی اتنا ہی فائدہ ہو گا؟

جواب:

غیرمذہب شخص تو پھر بھی غیرمذہب ہے اگر کوئی شخص دنیا سے گزرا ہوا ہو پھر بھی اثر ہو جاتا ہے۔ پرانی قبروں پر نئی پھونک مارو تو وہ ٹھیک ہو جاتی ہیں بلکہ پرانی قبروں سے نئے بندے ظاہر ہو سکتے ہیں۔ یہ ایک لمبی کہانی ہے' بڑی آسان بات ہے کہ جو کچھ تھا وہ اب بھی ہے۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو دنیا سے نکل گئی ہو۔ ہر نکلی ہوئی چیز موجود ہے۔ بس آپ یہ یاد رکھیں! پہلے جو بھی تھا وہ موجود ہے اور یہی آپ کا ایمان ہے۔ اگر آج سے پہلے جتنا کچھ ہو چکا ہے' اسے بھول جاؤ تو پھر آپ کا ایمان' ایمان نہیں رہتا' آپ کے اسماء نہیں رہتے۔ کوئی پوچھے کہ کلام اللہ کا سن تصنیف کیا ہے یعنی قرآن شریف پہلی بار کب لکھا گیا؟ آپ کہیں گے کہ یہ آج سے پہلے کی بات ہے۔ اگر آپ آج سے پہلے کی بات کو چھوڑ دیں تو پھر آپ کے پاس کچھ نہیں رہتا۔ یہ جتنی بھی چیزیں

ہیں' جو پہلے ہو چکی ہیں' وہ ساری کی ساری آج بھی ہو رہی ہیں۔ پرانے جہاد آج بھی لوگ لڑنے کے لئے تیار ہیں۔ شیعہ سنی کا جو جھگڑا ہوتا ہے وہ پرانی بات ہے لیکن یہ آج کی بھی بات ہے۔ اگر غنچہ کوئی پرانا واقعہ ہے تو یہ جب چاہے تازہ ہو سکتا ہے۔ کوئی بات بھی ہو سکتی ہے۔ آج اسلام کی تاثیر وہاں جا سکتی ہے اور وہاں کی تاثیر فوری طور پر یہاں آ سکتی ہے۔ قرآن شریف کی Range جو ہے وہ پڑھنے والے پر ہے۔ جو آج قرآن شریف پڑھ رہا ہے یہ اس کے مزاج پر ہے۔ پیغمبروں کی Range زمین سے آسمان تک ہے۔ یہاں کا اشارہ چاند کو وہاں آسمان پر دو ٹکڑے کر سکتا ہے۔ ورنہ عام طور پر تو دنیا کے اندر Rangeہونی چاہئے مگر آسمان تک ان کی Range ہے۔ جو نیک لوگ ہیں ان کی زمین پر ایسی Range ہے کہ فاصلہ جتنا مرضی جغرافیائی ہو' ان کے لئے فاصلہ ہے ہی نہیں' فاصلہ صرف آپ تک ہے۔ کلام الٰہی کا کوئی فاصلہ نہیں ہے' قرآن پاک سے اس کی سند ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے دربار میں جس شخص کو کتاب اللہ کا علم تھا' انہوں نے کہا کہ دور سے تخت منگوانا کون سی مشکل بات ہے اور پھر علم الکتاب نے دور سے تخت منگوا لیا۔ تو یہ علمِ کتاب کتنی دور تک اثر کرتا ہے؟ بہت دور تک اثر کرتا ہے۔ تو علم الکتاب ہونا چاہئے اور "علم الیقین الکتاب" بھی ہونا چاہئے۔ جب یہ علم آ جائے' یقین ہو جائے تو دور کے فاصلے کم ہو جاتے ہیں۔ ہر شے قریب ہو جاتی ہے' کیونکہ دور قریب تو ہے ہی کوئی نہیں۔ جس طرح سورج کی نسبت سے کوئی دور قریب نہیں ہے جیسے آج یہاں دن ہے تو بیس میل پرے بھی دن ہی ہے۔ ایک جیسا سورج چمک رہا ہے۔ اگر آپ سورج

کے ذریعے پیغام دو تب بھی ہر جگہ پیغام Set ہو جائے گا۔ تو یہ فاصلے ایسے ہی ہیں۔ پیدل چلو تو فاصلے دور ہیں' اگر تیز رفتاری سے چلو تو فاصلے کم ہو جاتے ہیں۔ خیال کی رفتار جو ہے وہ ہزارہا کمپیوٹرز سے زیادہ ہے۔ کتنی زیادہ ہے؟ اس دنیا کے سارے ہی کمپیوٹر اکٹھے کر لو' اس سے زیادہ طاقت خیال کی ہے۔ مکمل طور پر جہاں بھی جو خیال ہے وہاں خیال پہنچ سکتا ہے۔ اِدھر آپ پھونک مارو' اُدھر اثر ہو جاتا ہے' یہ اثر ہو سکتا ہے' یہ دعا کا اثر ہے کہ اگر کوئی شخص باہر کے ملک میں بیمار ہو اور اس کے ماں باپ یہاں بیٹھے دعا کرتے رہیں تو اس شخص کو وہاں شفاء ہو جاتی ہے۔ اس لئے جن لوگوں کے بچے باہر گئے ہوئے ہیں ان لوگوں کو چاہئے کہ وہ دعا کرتے رہا کریں۔ غیر ممالک میں رہنے والے دعا کی Range سے باہر نہیں گئے۔ دعا کی Range سے وہ اس وقت باہر جائیں گے اگر وہ خیال کی Range سے نکل گئے۔ جو چیز تمہارے خیال کے اندر ہے وہ دعا کے اندر ہے۔ اس لئے اپنے خیال کی بھی اصلاح کرو اور دعا کرتے رہا کرو' دعا ہر جگہ اثر کرتی ہے' دور تک اثر کرتی ہے اور سب پر اثر کرتی ہے۔

اور سوال پوچھو..... بولو.....

سوال:

سر' آپ نے کلام اللہ کی بات کی ہے کہ یہ ازل سے ہے' جس وقت اس کی تلاوت کرتے ہیں' ہم متاثر ہوتے ہیں' اس کو چومتے ہیں اور اس کی تعظیم کرتے ہیں کہ یہ کلام اللہ ہے۔ لیکن اس کا مقام جو ہے اس کی کچھ سمجھ نہیں آتی کہ کیا تعین کریں۔ ایک مفسر اس کا مجموعی تاثر

نکال کر ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں' دوسرے مفسر اپنی تفسیر کی ابتداء اس بات سے کرتے ہیں کہ وہ فلاں تفسیر جو ہے اس میں فلاں چیز غلط لکھی ہوئی ہے۔ آپ ہمیں یہ ارشاد فرمائیں کہ کلام اللہ کی تلاوت کے وقت ہم کیا تصور کریں' اور ذہن میں کیا بٹھائیں جس سے یہ ہمارے قلب پر وارد ہو۔

جواب:

دیکھو آپ کا سوال تو بڑا واضح ہے کہ وہ شخص جو عربی زبان سے آشنا بھی نہیں ہے' شان نزول سے بھی آشنا نہیں ہے کہ کون سی سورہ کب نازل ہوئی وہ اس کلام کو کیسے Receive کرے۔

آپ کا اللہ آپ کے آنے سے بہت پہلے موجود تھا' اسلام سے بھی بہت قدیم' بلکہ دُنیا سے بھی پہلے تھا۔ آپ کا تعلق اللہ کریم سے ہے۔ اللہ کریم کی اگر کوئی کتاب ہو اور آپ کے سامنے آ جائے تو کتاب کی عزت جو ہے وہ مالک کے حوالے سے ہے۔ اگر آپ ادب کرو گے تو مالک آپ کو دیکھ رہا ہے کہ اس نے میری کتاب کی تقدیس کی ہے تو وہیں پہ آپ کو اس کا فیض مل جائے گا۔ اب وہ لوگ جن کی زبان عربی نہیں ہے ان کے لئے بھی اس کا ادب کرنا باعث برکت ہے۔ یہ سوال کہ وہ کیسے Receive کرے' تو صرف دیکھنا بھی باعث برکت ہے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ قرآن پاک کو بامعنی آپ ایک دفعہ پڑھ لو۔ تفسیر کی بات پوچھتے ہو تو مفسرین نے قرآن کی تفسیر بیان کرتے کرتے دور جدید اور اپنی سیاسی ضرورتوں کو بھی شامل کر لیا ہے۔ آپ اس چیز سے نکل

جاؤ۔ اللہ کریم نے یہ کتاب دی ہے' اس کو آپ پڑھو تاکہ اللہ کریم آپ کو آشکار کرتا جائے کہ اس کے معنی کیا ہیں۔ اگر ایک مفسر نے دوسرے مفسر کے خلاف لکھا ہے تو یہ فرقے یہیں سے بنتے ہیں۔ آپ کیا کام کرو؟ آپ قرآن شریف پڑھو' اس کے معنی پڑھو' آپ پڑھتے جاؤ اور ادب کرتے جاؤ۔ اسی کے اندر آپ کی فلاح ہے۔ کسی تفسیر کا کسی اور تفسیر کے ساتھ مقابلہ نہ کرو۔ آپ لوگوں کے پاس اتنا ٹائم ہی نہیں ہے۔ اس لئے آپ اس جھگڑے میں ہی نہ پڑو کہ کون کیا کہتا ہے؟ یہ اللہ کا کلام ہے' اس کو Receive کرو۔

سوال:

آپ نے درست فرمایا۔ میں عرض کرنے لگا تھا کہ اس پہلو کی طرف ہم اس وقت مائل ہوتے ہیں جب قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھتے ہیں کہ لوگ قرآن مجید پر غور کیوں نہیں کرتے۔ تو میں اپنی ہمت کے مطابق غور کرتا ہوں۔

جواب:

یہ اچھی بات ہے کہ آپ قرآن مجید میں غور کرتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ کے کلام میں ذکر انسان کا ہے اور اس کے اندر ذکر اس کائنات کا ہے' اب اس کائنات کے ذکر پہ غور کرو اور انسانوں کے کاموں پہ غور کرو۔ عبادت اللہ کی کرو اور خدمت انسان کی کرو۔ اتنی بات آپ سمجھ لیں تو آپ کا مسئلہ ختم ہو جاتا ہے۔ قرآن کے مفاہیم پر غور کرنے والی بات نہیں ہے۔ قرآن کا مطلب اگر اللہ آشکار کرے تو

آشکار ہو جاتا ہے' یہ کتاب پر غور سے نہیں ہو گا کہ آپ کتاب میں غور کرتے جاؤ کہ اس کے معنی کیا ہیں' اس کا نزول کیا ہے' اس کی عربی کا کیا معنی ہے' یہ لفظ کہاں استعمال ہوا' کہاں کا معلوم ہوتا ہے' یہ لفظ پہلے کن معنی میں استعمال ہوتا تھا' پھر قرآن پاک کی زبان میں کیسے آ گیا!! یہ تو Language of Quran نہیں۔ آپ قرآن اس طرح پڑھو کہ یہ میرے اللہ کا کلام ہے' اللہ موجود ہے اور آپ بھی موجود ہو' خودبخود فیصلہ ہو جائے گا اگر آپ پر اس نے آشکار کرنا ہے تو خود بخود آشکار ہو جائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ خلوص کے ساتھ چلو' خلوص جتنا ہو گا' ادب جتنا ہو گا' قرآن آپ پر آشکار ہوتا چلا جائے گا۔ اصل میں قرآن پاک جو ہے یہ آپ کو زندگی کی آسانی عطا فرما رہا ہے' آپ کو کائنات کے مفاہیم بتا رہا ہے۔ قرآن کریم کا علم جو ہے یہ آپ کو زندگی کا علم دے رہا ہے۔ تو ایک اللہ کی بات کو مانتے ہوئے اس کو پڑھیں۔ اللہ پہلے کہتا ہے کہ یہ کلام متقی کے لئے ہے' تقویٰ اختیار کرو' معنی خود بخود آشکار ہو جائیں گے۔ آپ نے کتابوں سے معنی تلاش نہیں کرنے۔ معانی کے متعلق آپ یہ نسخہ دل میں یاد رکھ لو' پکا یاد رکھ لو اور پھر دوبارہ یہ سوال نہ پوچھنا' نسخہ یہ ہے کہ "الہامی کتاب کی تفسیر بغیر الہام کے نہیں ہو سکتی" تفسیر والا یہ بات کرتا ہے کہ یہاں میرے اللہ کا یہ ارادہ ہے اور وہ یہ کہہ رہا ہے اور اللہ کا یہاں پر یہ منشاء ہے۔ اللہ کا منشاء تو اللہ ہی بیان کرے' اگر تفسیر اتنی لازمی ہوتی تو کتاب کی تفسیر پیغمبر ﷺ خود ہی بیان فرما دیتے۔ اس کتاب کی تفسیر آپؐ کی زندگی ہے' آپؐ کی زندگی' سیرت پاکؐ پڑھو اور کتاب کی تلاوت کرتے جاؤ۔ کسی درویش نے اس کی

تفسیر کم ہی لکھی ہے' صحابہ کرام نے تفسیر کم ہی لکھی ہے' تفسیر علماء نے
آ کر لکھنی شروع کی ہے' قرآن کو Language میں پھنسا دیا ہے اور
اسلام کو بھی۔ اور اس کے مفاہیم قرآن پاک میں بیان کرتے ہوئے یہ کہا
کہ یہ نقشہ ہے کہ یہ بنی اسرائیل تھے' جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کہتا
ہے کہ "یا بنی اسرائیل اذکرو نعمتی التی"۔ "اے بنی
اسرائیل میری نعمتیں یاد کرو"۔ اب بنی اسرائیل کے علاقے کا نقشہ
قرآن پاک میں آ گیا۔ قرآن کی تفسیر میں لکھ رہے ہیں کہ یہاں پر
اسرائیل ہے' یہاں پر یہ واقعہ ہوا ہے' یہاں موسیٰ تھے' یہاں سے یہاں
تک گئے' یہ ساڑھے تین میل کا فاصلہ ہے' یہاں راستے میں چھوٹا سا
دریا بھی آتا ہے' اور کچھ لوگوں نے فلم بنا دی موسیٰ اور فرعون پر۔
فرعون کو دکھا دیا اور موسیٰ کو دکھا دیا کہ یہاں سے قومیں گمراہ ہو گئیں
تھیں' قرآن پاک کی کہانیاں بنا لیں' Stories of Quran کی فلم بنا لی۔
اسلام کو فلم بنا دیا۔ کیسٹ اور ویڈیو کیسٹ بنا دیئے۔ فلمیں بن رہی ہیں
کہ کلام پاک کس طرح نازل ہوا اور پہلی وحی کس طرح آئی۔ یہ تو شکر
ہے کہ کسی نے بھی محمد ﷺ کی زندگی کو Direct نہیں دکھایا'
ورنہ فلم کے طور پر یہ دکھا دیتے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ کریم کا کلام ہے'
اللہ کا حکم ہے' آپ قرآن کو پڑھو' بے شک معانی بھی نہ آتے ہوں۔ آپ
لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے بڑے ادب کے ساتھ ان لوگوں نے فلمیں
بنائی ہیں۔ اس کو ایسے مت سوچو۔ تفسیریں لکھنے والوں نے بھی لوگوں کو
قرآن سے قریب نہیں کیا اور دین کی زیادہ وضاحتیں کرنے والوں نے بھی
قریب نہیں کیا۔ دین عمل کا نام ہے۔ دین کیا ہے؟ عمل کا نام ہے' اس

کو علم سے باہر نکالو۔ کس سے باہر نکالو؟ علم سے باہر نکالو۔ اب آپ کو دین مل جائے گا۔ دین کو تم نے علم تک محدود کر دیا ہے۔ ایک شخص نے پوچھا آپ نے وہ کتاب پڑھی ہے' دوسرا کہتا ہے میں نے دوسری کتاب پڑھی ہے۔ اب جو کتاب اس نے پڑھی ہے دوسرا اس سے مقابلہ کرے گا اور جو دوسرے نے پڑھی ہے وہ پہلے شخص سے اس کا مقابلہ کرے گا۔ دین جو ہے یہ کتاب پڑھنے کا نام نہیں ہے بلکہ عمل کا نام ہے۔ اپنے قریب والے لوگوں سے تعلق رکھو۔ کسی کے ماں باپ خدانخواستہ بیمار ہوں اور وہ فقہ کی کتاب پڑھ رہا ہو اور تفسیر ہی پڑھ رہا ہو تو آپ کا کیا خیال ہے کہ یہ بات اللہ میاں کو پسند آئے گی کہ ماں باپ کی خدمت نہ کرے' ماں اس سے پانی مانگ رہی ہے "بیٹا پانی دو"۔ کہتا ہے "ٹھہر جا کلام اللہ پڑھ رہا ہوں' کلام اللہ کی تفسیر پڑھ رہا ہوں"۔ کیا دین میں اس کی اجازت ہے' دین نے نہیں دی اجازت! قرآن میں اللہ کریم کا کیا حکم ہے' اس کا مفہوم یہ ہے کہ تم یہاں چار دن کی زندگی کو اس انداز سے گزارو کہ یہاں کے واقعات تمہارے ذریعے اصلاح پذیر ہوں' قرآن پاک کو پڑھو' بڑے ادب سے پڑھو' غور سے پڑھو' اگر پڑھنا آتا ہے تو پڑھو' نہیں پڑھنا آتا تو سیکھ لو' اگر نہیں پڑھنا آتا تو اس کو دیکھتے ہی جاؤ' اگر آپ خانہ کعبہ جاؤ تو خانہ کعبہ کو دیکھتے جاؤ' یہ نہ پوچھنا کہ "یہاں پر اینٹ کیا بھاؤ ملی ہے' کس جگہ کی لگی ہوئی ہے' یہاں پر پہلی دفعہ دیکھی ہے' یہ پتھر کہاں سے آیا ہے' دمشق سے آیا ہے؟ دمشق کا یہاں سے فاصلہ کتنا ہے' یہ پتھر اونٹ پر لایا گیا تھا کہ گدھے پر' یہ جو پتھر وہاں پر ہے' یہ سنگ اسود ہے' سنگ اسود کہاں سے ملا تھا' تین پتھر آسمان سے آئے

تھے' سنگ اسود یہاں بھی ہے' انڈیا میں بھی ہو گا' ایک کسی اور جگہ پر ہو گا' تو یہ مقدس ہی ہونا چاہئے"۔ سنگ اسود کی ہسٹری شروع کر دیتے ہیں۔ ہسٹری کرنے سے تقدیس رہ جاتی ہے' بلکہ ایک دفعہ ایسا حکم ہوا صحابہ کرامؓ کو کہ جب حج کا موقعہ آئے تو حاجیوں کو حج کے فوراً" بعد واپس بھیج دو' ایسا نہ ہو کہ ادب جو ہے وہ پہلے مانوس ہو جائے پھر بے تکلف ہو جائے اور گستاخ ہو جائے۔ ادب گستاخ کیسے ہوتا ہے؟ زیادہ Familiarity کی وجہ سے' حاجی کہتے ہیں کہ ہمیں دس دن مکہ شریف میں رہنے کا اتفاق ہوا پھر گیارہواں دن بھی مکہ میں گزرا۔ اب "مکہ" رہ گیا' "شریف" گیا۔ پھر کہتے ہیں مکہ میں مہنگائی بڑی ہے' میرے روزانہ بہت پیسے لگ جاتے تھے' بڑا خرچہ ہو گیا' وہاں کے لوگ اچھے نہیں ہیں' بد مزاج ہیں' سنگلاخ چٹانیں ہیں۔ اب یہ شخص نزاکتوں کی بجائے کوئی اور چیز نوٹ کر رہا ہے۔ اس طرح وہ شخص ادب سے باہر نکل جاتا ہے۔ محبت والا یہ کہتا ہے کہ "دوست کے ساتھ گئے' بڑا لطف لیا' سلام کیا' حاضر ہوئے' وہ جو مالک کا گھر ہے' اس کے گھر کے کتے بھی اچھے لگتے ہیں' تُو اچھا' تیرے غلام بھی اچھے"۔ اس شخص کا جھگڑا ختم ہو گیا۔ بجائے محبت کے تم لوگ تحقیق کرنی شروع کر دیتے ہو' تحقیق کرنے والا جو ہے ناں وہ تقدیس سے محروم ہو جاتا ہے' تحقیق میں آپ تقدیس بیان نہیں کرتے ہو' جب آپ یہ کہتے ہو کہ میں تقدیس کرتا ہوں تو تقدیس تفسیر نہیں بنتی۔ اس لئے اس کو ادب میں رکھو' آپ ادب میں رہو' اور یہ جو علم ہے صرف اتنے علم کو علم کہو جتنا آپ کے عمل میں آ رہا ہے۔

اللہ کریم نے پرانی قوموں کے متعلق جو فرمایا ہے وہ وہاں کی زبان اور

وہاں کی زندگی کے مطابق آیا۔ آپ کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ پرانی قوموں کو یہ علم تھا اور یہ واقعات تھے' انہوں نے فلاں غلطی کی تو یہ سزا ہو گئی اور تم غلطی نہ کرنا' نہیں تو تمہیں سزا ہو جائے گی۔ اب آپ اس غلطی سے بچ کر آگے نکل جاؤ' آگے عمل ہے۔ تو جو متقی ہیں ان کے لئے یہ واقعہ ہے اور ان کے لئے فوز و فلاح ہے اور جو لوگ جھوٹے ہیں ان کے لئے بڑے خوف کی زندگی ہو گی۔ صرف بتانا مقصود نہیں ہے بلکہ کرنا مقصود ہے کہ آپ سجدے میں داخل ہو گئے ہو یا نہیں۔ آپ چلتے جاؤ۔ تو قرآن پاک کو تفسیر بنانا' تفسیر کا مقابلہ تفسیر سے کرنا' یہ ساری علم کی موشگافیاں ہیں' آپ صرف یہ سمجھو کہ یہ اللہ کا کلام ہے' اس کا یہ معنی ہے' یہ مفہوم ہے' آنے والے لوگ اس پر عمل کریں۔ اگر فرض کرو کہ یہ موسٰی اور فرعون کا واقعہ دیکھا جائے تو ہم کیا کہیں گے۔ موسٰی اور فرعون کا واقعہ صرف ان کا واقعہ نہیں ہے۔ اگر یہ ان کا واقعہ ہوتا تو یہاں تک کیوں آتا؟ یہ تو آپ تک آ چکا ہے۔ یہ صرف کہانی نہیں ہے کہ فرعون کے جادوگر سانپ لے آئے اور موسٰی علیہ السلام نے عصا پھینک دیا۔ اللہ کریم کا مقصد کہانی بتانا نہیں ہے بلکہ یہ بتایا جا رہا ہے کہ جہاں کہیں کوئی طاقت ور بادشاہ اللہ کی دی ہوئی طاقت کو طاغوت میں استعمال کرے گا تو ایک کمزور آدمی بھی اس کو اڑا کے رکھ دے گا۔ اللہ کے پاس ایسا علم ہے اور ایسی طاقت ہے۔ وہ اپنے پیغمبر کو اذن دے دیتا ہے کہ فرعون کو ختم کر دو۔ پیغمبر کہتا ہے میں نے تو اس کے گھر میں پرورش پائی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پالنے والے تو صرف ہم ہیں' اب اپنی عصا لے کے اس کے پاس جاؤ۔ اللہ نے پوچھا آپ کے ہاتھ میں کیا

ہے؟ موسٰیؑ نے کہا یہ عصا ہے' اللہ نے کہا اس سے تم کیا کرتے ہو؟ موسٰیؑ نے کہا اس درختوں کے پتے توڑتا ہوں اور بھیڑوں کے ہانکنے کے لئے استعمال کرتا ہوں۔ جب جادوگروں کے سانپ سامنے آئے تو حکم ہوا کہ عصا پھینکو اور وہ یدِ بیضا بن گیا۔ فرعون طاغوت میں آگیا تھا۔ اس کی طاقت کا دارومدار جادو پر تھا' سامری اس کا جادوگر تھا۔ جادو کا توڑ "عصائے موسٰیؑ" آگیا اور کھیل ختم ہو گیا۔ اس طرح اللہ کریم نے بتایا ہے کہ عام طور پر جابروں کو چھوٹے چھوٹے واقعات کے ساتھ توڑا جاتا ہے۔ اب یہ واقعہ آپ تک آیا ہے تو پرانے لوگوں کے واقعات کو وہیں تک نہ سمجھو۔ اب اس چکر میں نہ پڑ جاؤ کہ "کون سا فرعون تھا اور اس کی قبر مصر میں کہاں ہے' اس کی ہڈیاں کہاں ہیں اور وہاں کتنا خزانہ ہے" ۔ اس بات کو چھوڑ دو۔ یہ دیکھو کہ یہ میرے اللہ کی شان ہے کہ کمزور کو طاقت دے تو وہ بڑے جابر کو اڑا سکتا ہے۔ آپ اپنے آپ کو اللہ کے راستے پر چلاؤ اور عمل کے راستے پر چلو اور جب آپ اللہ کے کلام کو پڑھتے ہو تو یہ یاد رکھو کہ یہ کلام اللہ کریم کا کلام ہے اور اللہ کریم کے محبوبؐ کی زبان سے آپ تک آیا ہے' بس اتنا کافی ہے! یعنی کہ اس کلام میں دو باتیں ہیں اور اس طرح آپ کا ایمان پورا ہو گیا اور کلمہ پورا ہو گیا کہ بھیجنے والا اللہ ہے اور سنانے والے اللہ کے محبوبؐ! اس حوالے سے آپ کو اور کیا چاہئے۔ جب آپ قرآن پڑھو گے تو آپ پر اس کی ہر چیز آشکار ہو جائے گی۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں کہ جو آدمی عربی نہیں جانتا اس کو عربی میں نماز کا حکم ہے' چاہے اس کی اپنی زبان کوئی بھی ہو۔ یہی اس کا اعجاز ہے کہ قرآن کو عربی میں پڑھو۔ یہ بات یہیں تک ہی

مکمل ہے۔ کسی جگہ پر یہ نہیں کہا گیا کہ تم اس کی تفسیریں کر لو۔ قرآن پاک جس دن مکمل ہوا اسی دن تک کا علم حاصل کرو۔ تفسیر بیان کرتے کرتے مفسر اپنے دور کو بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ آج کے زمانے کی بات یہ ہے کہ آج کل کیا ہو رہا ہے اور یہ نہیں ہونا چاہیے۔ قرآن پاک جہاں تک مکمل ہوا وہیں تک پڑھو۔ جہاں تک دین مکمل ہو گیا وہیں تک دین ہے۔ اس کے بعد جو کچھ اس میں اضافی شکل آئی ہے اس کو دیکھتے جاؤ۔ کتابوں کا کیا مقام ہے؟ آپ کو ہزار بار بتایا ہے کہ کتابوں کا وہاں پر مقام ہی کوئی نہیں ہے' اتنی کتابیں پڑھو جتنی اس دن تھیں جس دن اللہ کریم کا ارشاد ہوا کہ "آج کے دن دین مکمل ہو گیا"۔ اس دن جتنی کتابیں تھیں' کافی ہیں۔ کتنی کتابیں تھیں؟ اسلام کی لائبریری میں کوئی کتاب ہی نہیں تھی! بعد کی اسلامی کتابیں اس لئے ہیں کہ لوگوں کو علم کا لگاؤ ہو۔ علم کے لگاؤ کا نشہ عمل سے دور کر دیتا ہے۔ عمل بہت سادہ سی بات ہے۔ عمل کرتے جاؤ۔ تفسیروں کا مقابلہ نہ کرو' مفسرین جو مرضی کرتے جائیں۔ ایک نے دوسرے کے خلاف کہا' دوسرے نے تیسرے کے خلاف کہا۔ تو آپ اپنا راستہ لو۔ اسی طرح ڈاکٹروں کا فرق بیان نہ کرو' کسی اچھے ڈاکٹر کے پاس جا کر بات کرو۔ اسی لئے تو لوگ تلاش کرتے ہیں' اگر ایک ڈاکٹر سے فائدہ نہیں تو کسی اور کے پاس چلا جا لیکن یہ ہے کہ اپنی دوائی ضرور لو۔ شفاء تو اللہ نے دینی ہے اور ڈاکٹروں کے متعلق جھگڑا نہ کرو کہ اس نے کیا کہا اور اس نے کیا کہا۔ اب کہیں مقابلہ نہ شروع کر دینا۔ ایسی بات نہ کرو' اپنا راستہ لو اور چلتے جاؤ' قرآن پاک کو پڑھو' یہ تمہارے اللہ کا کلام ہے اور اس کو بیان فرمانے والے اللہ کے

محبوبؐ کی زبان ہے۔ اس کے پڑھنے سے فیض ہو گا اور دونوں کی طرف رجوع ہو گا۔ بزرگ کہتے ہیں کہ جب آپ قرآن شریف پڑھو تو ایسے پڑھو جیسے قرآن شریف ابھی نازل ہو رہا ہے۔ ممکن ہے آپ کو یہ کیفیت مل جائے کہ قرآن شریف ابھی نازل ہو رہا ہے۔ آپ کے لئے تو ابھی نازل ہو رہا ہے کیونکہ آپ ابھی پڑھ رہے ہو۔ کتاب سمجھ کے نہ پڑھنا بلکہ اس کو اللہ کی زبان سمجھ کے پڑھنا۔ اس کو اللہ کا ارشاد سمجھ کے پڑھنا۔ تفسیروں والا قرآن شریف بھی نہ پڑھنا کہ کون سا پڑھنا ہے۔ یہ اللہ کی زبان ہے' اللہ کا کلام ہے۔ آپ یہ دیکھو کہ اللہ کیسے بول رہا ہے! آپ یہ محسوس کرو کہ اللہ کے حبیبؐ کی طرف سے یہ بات آئی تو سارے انوار و تجلیات خود کھلتے جائیں گے۔ اب آخری بات کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ تم لائبریری میں زندگی کو تلاش کرو اور زندگی لائبریری کے دروازے سے باہر نکل جائے۔ یہ اس طرح ہے کہ آپ ماں باپ کے حقوق پر کتاب پڑھ رہے تھے جب کہ ماں باپ موجود تھے اور خدمت نہیں کی۔ بس قرآن پڑھتے جاؤ یہ خود بخود دل پر وارد ہو جائے گا۔

سوال:

اپنے عمل کو آسان بنانے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب:

عمل کو آسان بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے عمل کو Define کر لیا جائے کہ زندگی میں عمل کرنا کیا ہے؟ ایسا نہ ہو کہ عمل کے راستے میں چلتے چلتے ایک اور عمل پیدا ہو جائے۔ پہلی بات عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ

نے جیسے فرمایا کہ یہ نماز ہے' حج ہے' روزہ ہے' زکوٰۃ ہے اور کلمہ شریف ہے' یہ عمل جاری رکھو۔ یہ کمائی ہے' یہ خرچ ہے' اس کے اندر حلال حرام کی یہ تمیز ہے' اور جو رزق دیا گیا اس میں سے خرچ کرو اور نہ فضول خرچی ہو اور نہ کنجوسی ہو۔ یہ موٹی موٹی باتیں آپ کو سمجھ آ جائیں' اپنوں کے ساتھ کیسا سلوک کرنا ہے' بیگانوں کے ساتھ کیسا سلوک کرنا ہے' یہ سب درجہ بدرجہ اللہ کریم نے فرما دیا ہے کہ والدین اور اقرباء کے ساتھ کیسا سلوک کرنا ہے۔ ان اعمال کے قریب قریب رہو۔ تو پہلے عمل کو Define کر لیا اور پھر عمل کر لیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ سماج کے اندر مروجہ قوانین کے مطابق عمل کریں۔ یہ سماجی عمل ہے' اس میں اصلاح کرنا یا اصلاح لینا' سماج میں کسی سے Dealing کرنا سب شامل ہیں۔ پھر تنہائی میں آپ کو باطن کی دریافت کا عمل کرنا چاہئے۔ سماج کے ساتھ تو ظاہری رواداری کا تعلق ہے' تنہائی میں آپ کا باطن کے ساتھ تعلق ہونا چاہئے۔ یہ اس لئے ہونا چاہئے کیونکہ آپ کے اعمال میں کچھ اعمال ظاہری ہیں اور کچھ باطنی ہیں۔ ظاہری اعمال کیا ہوتے ہیں؟ جب Actually آپ Move کرتے ہو' Deal کرتے ہو' لینا دینا کرتے ہو' بات چیت کرتے ہو' کلام کرتے ہو' پیدل چلتے ہو' سیاست کرتے ہو اور دوسرے عمل کرتے ہو۔ یہ عمل کیا ہیں؟ یہ ظاہری عمل ہیں! باطنی اعمال کیا ہیں؟ تقویٰ' پرہیزگاری' خوف خدا' عشق رسولؐ اور ضمیر کی آواز' قیامت کا انتظار' عاقبت پر یقین کرنا' اللہ پر بھروسہ کرنا' اندر کی چنتا کو دور کرنا اور اللہ کے قریب رہنا۔ یہ اندر کی بات ہے' ظاہر کی بات نہیں ہے۔ تو گویا کہ آپ کے باطنی اعمال بھی صحیح ہونے چاہئیں اور

اعمال ظاہری کی بھی اصلاح ہونی چاہئے۔ ان میں Confusion نہیں پیدا ہونی چاہئے۔ اعمال نیت میں باطنی ہیں اور عمل میں یہ ظاہری ہیں۔ نیت کا ایک اور عمل ہے۔ نیت جو ہے یہ باطن میں ہوتی ہے۔ اس کا بھی ایک عمل ہے۔ آپ کے باطن کا عمل یہ ہے کہ آپ کے اندر کی اصلاح ہونی چاہئے۔ اس کو تزکیہ کہتے ہیں' گویا کہ اپنا تزکیہ کرنا چاہئے۔ تزکیہ کیسے ہونا چاہئے؟ نفس کے شر سے بچنا چاہئے' اپنا باطن Clear ہونا چاہئے' خود پر بھروسہ ہونا چاہئے۔ دو بیماریاں ایسی ہوتی ہیں جو آپ کے باطن کو خراب کرتی ہیں ایک تو پیسے کی ہوس' پیسے کی ہوس سے دل کی بیماری ہوتی ہے۔ پیسے کی ہوس یا پیسے سے محبت دل کی بیماری ہے اور یہ ضرورت کے نام پر پیدا کی جاتی ہے۔ انسان کہتا ہے کہ فلاں ضرورت ہے اور اس طرح ضرورت کے نام پر انسان پیسے کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے اور اس کا باطن کمزور ہو جاتا ہے۔ دوسری بیماری لذت وجود ہے یعنی اپنے وجود کو لذت کے قریب رکھنا۔ لذت کسی قسم کی بھی ہو سکتی ہے' کھانے کی ہو' سونے کی ہو' یا خواہشات میں رہنے کی ہو۔ یہ بھی باطن کی بیماری ہے۔ اگر آپ باطن کی بیماری سے بچ جاؤ اور ظاہر کے کام کرتے جاؤ تو پھر ہر مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ تو دو قسم کے اعمال ہیں' اعمال ظاہری اور اعمال باطنی۔ ظاہری اعمال وہ ہیں جن کا مشاہدہ لوگ کر سکتے ہیں کہ آپ وہاں گئے تھے' جنازے میں آپ شامل ہوئے تھے' دوست کی شادی پر آپ گئے تھے' اس طرح کے اعمال ظاہری ہیں۔ باطن یہ ہے کہ آپ نے اللہ کو یاد کیا' آپ نے خوف خدا کیا' آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری دی اور اس کو کیسے کیسے یاد کیا۔ یہ سارے آپ کے باطنی اعمال

ہیں۔ آپ کا ارادہ نیک ہو جانا چاہئے۔ اگر ارادہ مسلمان ہو جائے' پھر آدمی مسلمان ہو جاتا ہے' اگر ارادہ مسلمان نہ ہو اور چاہے عمل جتنا مرضی مسلمان ہو تو وہ شخص مسلمان نہیں ہوتا بلکہ منافق ہوتا ہے۔ اس لئے مسلمان کون ہے؟ جو تنہائی کا مسلمان ہے۔ آپ اور آپ کا اللہ جب آمنے سامنے ہوں تو آپ مسلمان ہو جاتے ہو۔ سماج میں مسلمان ہونا آسان ہے لیکن تنہائی کا مسلمان ہونا مشکل ہوتا ہے۔ تنہائی کا وہ وقت جب آپ کے پاس کوئی Visitor نہ ہو' آپ کو دیکھنے والا کوئی نہ ہو' صرف آپ ہوں اور آپ کی تنہائی ہو۔ پھر آپ مسلمان ہیں۔ یہ چھوٹی سی زندگی ہے' اس میں زیادہ سیکھنے کی کوئی بات نہیں۔ باطن یہ ہے کہ آپ کا عمل آپ کے ارادے کے ساتھ ہو جائے۔ اگر عمل خدا کی طرف جا رہا ہے تو ارادہ بھی خدا کی طرف جائے۔ اگر آپ حج کرنے جا رہے ہو' یہ نہ ہو کہ ارادہ پیچھے رہ جائے اور آپ حج کرنے آگے نکل جاؤ۔ نیت پیچھے رہ گئی اور آدمی حج پر چلا گیا۔ نیت بھی ساتھ ہونی چاہئے کیونکہ آپ اللہ کے پاس جا رہے ہو۔ آپ جوں جوں اللہ کے گھر کی طرف فاصلہ طے کرتے ہو اسی طرح آپ کا ارادہ اللہ کی طرف رجوع کرتا جاتا ہے۔ تو اگر اللہ کا ارادہ نہ ہو اور صرف سفر ہو تو یہ نیکی کا سفر نہیں ہے۔ نیکی کا سفر یہ ہے کہ ارادہ ہو' نیت ہو اور آپ کا دل بھی سفر کرے اور آپ کا وجود بھی سفر کرے۔ کام بس اتنا ہے کہ ظاہری اعمال باطنی ارادوں کے ساتھ چلیں۔ کام بہت آسان ہے کہ جو آپ کر رہے ہوں وہی آپ اصل میں ہوں۔ یعنی جو ظاہر کر رہے ہیں وہی آپ کا باطن ہونا چاہئے۔ اگر آپ ظاہری طور پر پارسا ہو تو باطنی طور پر بھی پارسا

ہو جاؤ۔ ظاہر باطن میں فرق نہیں ہونا چاہیئے۔ اتنا آپ نے عمل کرنا ہے۔ اگر آپ قرآن شریف پڑھ رہے ہو' تو واقعی ایسا ہو کہ آپ قرآن شریف پڑھ رہے ہوں۔ اگر آپ نماز پڑھ رہے ہو تو واقعی آپ نماز پڑھ رہے ہوں۔ تو آپ کے ظاہر باطن کا فرق جتنا ہے اس کو مٹا دینا جو ہے یہ آپ کا عمل ہے۔ عمل کیا کرنا چاہیئے! اس کی کیا Range ہے؟ آپ کے ظاہر باطن کا فرق مٹ جائے۔ آپ کے ظاہر باطن میں فرق اس طرح آتا ہے کہ آپ کسی اللہ والے کے پاس جاتے ہیں تاکہ اللہ کی یاد کے بارے میں پتہ کریں اور وہاں جا کر کاروبار ٹھیک کرنے کی دعا کروائیں گے۔ یہ ہے ظاہر اور باطن کا فرق۔ اسی طرح اللہ کے گھر جا کر حج کریں گے اور اس سے کہیں گے کہ مجھ پر کیا کیا مصیبتیں آتی ہیں' پیسے جمع کرتا ہوں' پھر ختم ہو جاتے ہیں' کوئی ایسا مال دیں کہ ہمیشہ کے لئے مال رہ جائے۔ اللہ کے گھر جا کر مال مانگ رہا ہے۔ تو یہ ہے ظاہر اور باطن کا فرق۔ اصل مانگنے والی چیز یہ تھی کہ اپنے پاس بلا' جب اس نے بلا لیا ہے تو یہ واپسی کی دعا مانگ رہا ہے۔ یہ فرق مٹا دینا چاہیئے۔ یہ اصل عمل ہے اور آسان عمل ہے۔

اس لئے ظاہر باطن کا جو فرق ہے اسے مٹا دینا چاہیئے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ اصل میں مانگنے والی کیا چیز ہے؟ اگر اللہ سے مانگنا پڑے تو اللہ کے محبوبؐ کی محبت مانگو اور اللہ کے حبیبؐ سے کچھ مانگنا پڑے تو اللہ کی یاد مانگو۔ بس یہیں تک ہی مطلب ہے۔ زندگی کے اندر ظاہر باطن کا فرق جتنا ہے اسے مٹا دو۔ پھر آپ کی زندگی بہت آسان ہو جائے گی۔ عمل کی Range اتنی ہے۔ ہیرا پھیری بند ہونی چاہیئے۔ ہیرا پھیری کیا

ہے؟ اپنے آپ کو دنیاوی طور پر طاقتور بنانے کی خواہش ہیرا پھیری ہے' طاقتور کیا ہوتا ہے؟ یعنی ہمارا جھنڈا لگا ہو' اور ہمارا "قلعہ" مضبوط ہونا چاہئے۔ آج کل سارے قلعے کھنڈرات بنے ہوئے ہیں۔ شاہی قلعہ کیا ہے؟ کھنڈر ہے۔ سارے محلات جن میں بادشاہ رہا کرتے تھے آج کل کھنڈر ہیں۔ اس وقت کے بادشاہ بے چارے بغیر ائیر کنڈیشنڈ کمرے کے' بغیر ٹیلی فون کے رہتے تھے' کئی کئی ہفتے گھوڑے پہ سفر کرتے تھے۔ اکبر بادشاہ کو دیکھ لو' ان کے خزانے میں دو چار لاکھ ہوتے تھے اور آج کل انفرادی اکاؤنٹ میں کتنی دولت ہوتی ہے۔ سکندرِ اعظم کہاں سے گھوڑے پہ سوار ہو کے آیا اورعذاب میں مبتلا ہو گیا۔ آج کل آپ بوئنگ اور سپر سانک جہازوں پر کہاں سے کہاں پہنچ جاتے ہو۔ اس وقت بادشاہ کسی سے بہت خوش ہوتے تھے تو گھوڑا دے دیتے تھے' مثلاً" کسی کو پرگنہ کا ضلع دے دیا' اب وہاں سے کیا آمدنی ہونی تھی۔ آپ اپنی زندگی کو دیکھو کہ اس میں کیا کیا ہے' گاڑیاں پھرتی ہیں اور آپ کے کیسے کیسے مکان ہیں۔ زمانہ کہاں پہنچ گیا ہے۔ ٹی وی چلا دیں تو انگلینڈ کی آواز آ جاتی ہے۔ آپ یہ سمجھو کہ اصلی زندگی کیا ہے اور اصل بات کیا ہے۔

یہ ہے غور والی بات! آپ اپنے آپ کو پہچانو کہ چار دن کی زندگی ہے' اس میں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ الجھ جائیں۔ آسان عمل کیا ہونا چاہئے؟ یہ کہ زندگی میں بیٹھنا بھی آسان ہو اور اسے چھوڑنا بھی آسان ہو۔ آپ دقت میں نہ پڑ جانا۔ زندگی کو چھوڑنا آسان ہونا چاہئے اس طرح کہ یہاں بیٹھے اور پھر یہاں سے چلے گئے' جیسے کوئی پنچھی دیوار پر بیٹھا' پھر ادھر سے دیوار والوں نے آواز دی اور وہ اڑ گیا۔ اس کو دِقت نہیں ہوئی۔ آپ

نے اڑا دیا اور پنچھی اڑ گیا۔ اسی طرح یہ پنجرہ خالی رہ جائے گا' پنچھی اڑ جائے گا۔ آپ پنچھی ہو' یہ پنچھی آپ کا باطن ہے۔ پنچھی کیا ہے؟ یہ آپ کا باطن ہے اور آپ کا ظاہر کون ہے؟ یہ پنجرہ جو آپ کا وجود ہے۔ تو وجود کی حفاظت کرو۔ کہیں یہ کمزور نہ ہو جائے اور پنچھی کا خیال کرو کیونکہ اس نے ساری کاروائی کرنی ہے۔ اصلی کہانی جو ہے' یہ ہے۔

اپنے اصل کو پہچانو۔ آپ کا اصل آپ کا باطن ہے۔ یہ جو پیسے کی محبت ہے' یہ آپ کو زیادہ سے زیادہ بادشاہ بنا دے گی' تب بھی بیکار ہے۔ آپ یہ پہچانا کرو کہ آپ سے پہلے دنیا میں لوگ کتنی کتنی تکلیفوں میں مبتلاء رہے ہیں۔ آپ کو بڑا اچھا زمانہ ملا ہے اور اچھے واقعات ملے ہیں اور آپ کی زندگی بہت اچھی ہے' آپ کو آسائشیں ملی ہیں' آسانیاں ملی ہیں' آپ کو Developed زمانے ملے ہیں اور آپ کا ماحول ایسا باخبر ہے کہ صبح آپ کے پاس اخبار چھپ کے آ جاتا ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے' اس کا چھوٹے سے چھوٹا ریکارڈ بھی آپ کے پاس آ جاتا ہے' بس یہ لوگ ذرا اپنے مطلب کے لئے کہانی آگے پیچھے کر لیتے ہیں۔ تو آپ اپنے اللہ کی طرف رجوع کرو کیونکہ آپ یہاں سے نکلنے والے ہیں' جھوٹے نہ بننا' اور منافق نہ بننا۔ منافق کون ہوتا ہے؟ جس کے عمل اور ارادے میں فرق ہو۔ اگر آپ نیکی کا عمل کر رہے ہیں تو ارادہ بھی نیک ہونا چاہئے۔ عمل کی اتنی Range ہے۔ کہیں بادشاہوں والا عمل نہیں کرنا۔ یہ جتنے محلات تھے' سب کھنڈرات ہو گئے ہیں۔ سب لوگوں نے کھنڈر بن جانا ہے۔ میں مایوسی کی بات نہیں کر رہا ہوں بلکہ آپ کو حقیقت کی بات بتا رہا ہوں کہ چار دن کی زندگی

کے اندر اس میلے کو غور سے دیکھو پھر یہ نہ ہو کہ آپ کی آنکھ اس وقت کھلے جب یہ بند ہونے کو ہو۔ اس وقت کوئی اور وقت نہیں ملے گا۔ No second time لوگ کہیں گے یا اللہ ایک اور Term دے دو' اللہ تعالیٰ کہے گا اب کوئی Term نہیں ملے گی۔ کافر اس وقت بڑا چلائے گا' وہ کہے گا یا اللہ یہ کیا بات ہے؟ کاش میں مٹی ہوتا تو بہتر تھا! تو آپ انسان ہونے کا فائدہ اٹھاؤ' کسی کے ساتھ نیکی کر جاؤ۔ انسانوں کے ساتھ نیکی کیا ہے؟ آپ یہ کریں کہ کسی انسان پر اس کے حق سے زیادہ مہربانی کر دیں۔ کسی کی غلطی کو دل سے معاف کر دو' بہت زیادہ پہلوان بننے کی کوشش نہیں کرنا' سادہ سی زندگی بسر کرنے کی کوشش کرو اور زندگی جتنی سادہ ہو گی' اتنی عافیت ہو گی۔ زندگی اصل میں اندر سے سادہ ہی ہوتی ہے۔ آپ لوگ آج بھی گندم کھاتے ہو' ماڈرن دور ہے' کاش آپ کچھ اور کھاتے۔ ہیرے کھانے شروع کر دیتے مگر وہ کہتا ہے وہ تو پتھر ہیں' وہ کیسے ہم کھائیں گے' پتھر تو نہیں کھا سکتے! آپ نے کھانا گندم کو ہی ہے' رہنا آپ نے اپنے گھروں میں ہے' سونا آپ نے اسی طرح ہے جیسے تنہا انسان سوتا ہے' اور پیدا ویسے ہونا ہے' مرنا ویسے ہی ہے' آج کا انسان بھی اسی طرح روتا ہے' جیسے اس کے بڑے ابا روتے تھے' آنکھوں سے اسی طرح آنسو آئیں گے' آنسوؤں میں بھی Change نہیں آئی۔ پھر Development کیا ہوئی؟ کوئی Development نہیں ہوئی۔ اس Development کے نام پر گمراہ نہ ہو جانا۔ Development کے نام پر انسان پتہ ہے کیا کہتا ہے؟ وہ کہتا ہے سب کچھ تو وہی ہو رہا ہے' صرف ایک بات یہ ہے کہ خدا ہے ہی نہیں۔ اب وہ یہ بہتان شروع کر دے گا

اور پھر اللہ یہ کہتا ہے کہ یہ لوگ جب میرے روبرو آئیں گے پھر میں انہیں بتاؤں گا کہ یہ وہ دن ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے اور اس کے بعد ان کے پاس کوئی چارہ نہیں ہو گا' اور وہ دن وہاں آئے گا اور وہ دن ضرور آئے گا۔ اور اپنے دل کو اطمینان بخشو' اطمینان کیا ہوتا ہے؟ جو مکان آپ کے پاس ہے' بہت اچھا ہے اور اس کو اور بھی اچھا کر لو۔ عمل کرنے کے لئے میرا خیال ہے زندگی بہت کافی ہے۔ خواہش اور حاصل کا فرق مٹا دو' جو ملا ہے اس پر قناعت کرو۔ زیادہ لے سکتے ہو تو لے لو۔ اپنی اولاد پر راضی رہو' اپنے ماں باپ کی اطاعت کرتے رہو اور آپ کے پاس جو علم ہے وہ بہت کافی علم ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہاں زندگی میں عافیت میں رہو اور یہاں سے رخصت ہونا بھی آسان ہو جائے۔ عمل صرف اتنا ہے۔ اس سے زیادہ عمل کوئی نہیں ہے' غم بھی ملے گا اور خوشی بھی ملے گی۔ آدمی اگر رخصت نہ ہوتا تو پھر بڑی بات تھی۔ اگر انسان نہ مرتا تو پھر یہ زندگی کچھ اور ہی ہو جاتی۔ یہ تو انسان کی غلطی ہے کہ وہ چلا جاتا ہے اور آپ سب عزیزوں کے ہاتھوں سے نکل جاتا ہے۔ آپ لوگ اور ہی کام کرتے رہتے ہیں' غور کرتے رہتے ہیں اور حقیقت نکل جاتی ہے۔ آپ آسمان کی طرف دیکھتے رہتے ہیں اور پاؤں سے زمین نکل جاتی ہے۔ آسمان کو ضرور دیکھو مگر یہ خیال رہے کہ زمین پہ کھڑے ہو' کہیں ایسا نہ ہو کہ زمین پاؤں سے کھسک جائے۔ بس اتنی سی بات یاد رکھو' اللہ ہمیشہ رہنے والی ذات ہے' اور اس کی طرف رجوع کرنے سے آدمی فنا سے نکل جاتا ہے۔..... اور کوئی سوال..... بولیں۔

سوال:

سر! صاحب یقین کی معیت سے یقین کی دولت اور نعمت کیسے میسر آتی ہے، اس کی کچھ وضاحت کریں؟

جواب:

آپ ایک اچھا لفظ استعمال کر گئے ہیں یعنی "معیت"۔ میں بتاتا ہوں کہ معیت کیا ہے؟ اگر آپ کسی صاحب یقین کے ساتھ چل رہے ہیں تو اس سے یقین کی دولت ملتی رہے گی۔ گھر میں بیوی بچوں کا جو ساتھ ہے آپ اس ساتھ کو صرف نبھاؤ اور اس ساتھ میں سے کوئی چیز نہ نکالو۔ مثلاً" آپ شادی کرتے ہو، اس طرح میاں بیوی دونوں کا تعلق ہو گیا۔ تو تعلق کو کسی کام کے لئے استعمال نہ کرو، اگر اس طرح کی عادت ہے تو یہ عادت نکال دو۔ اپنی زندگی سے کون سی عادت نکالنی چاہئے؟ کہ تعلق کو ذریعہ بنا کر کوئی کام نہ حاصل کرنا۔ اگر یہ بات چھوڑ دو تو تعلق جو ہے بذات خود بڑا کام ہے۔ تو صاحب یقین کے ساتھ تعلق ہی یقین ہے، تعلق کا نبھا جانا ہی یقین ہے۔ اگر کوئی کہے کہ مرشد کے ساتھ آپ کا تعلق کب تک رہا تو آپ کہیں کہ ہمیشہ سے تھا اور رہے گا۔ "کیا آپ کو اس سے کچھ ملا؟" تو آپ کہیں کہ ملنے کی بات نہیں بلکہ تعلق قائم ہے۔ تعلق میں فائدہ حاصل کرنا بڑی بیماری ہے۔ تعلق کو تعلق تک رکھو، کل بھی تعلق تھا، آج بھی تعلق ہے، کیا بنے؟ کل بھی تعلق تھا اور آج بھی تعلق ہے۔ خواہ کام ہو جائے یا کہ نہ ہو، تعلق کو قائم رکھو۔ مثلاً" آپ کو آپ کے بھائی نے بہت نقصان پہنچایا مگر بھائی ہونا ایک

تعلق ہے اور بیٹا بڑا گستاخ نکل آیا مگر بیٹا ہونا ہی تعلق ہے۔ اگر کسی دوست نے کام نہیں کیا تو نہ کرے، تعلق قائم رکھو۔ تعلق کو فائدے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ اسی طرح مشائخ کرام کے ساتھ تعلق دراصل خدا کے ساتھ تعلق کا ذریعہ ہے۔ یہ تعلق کیا ہوتا ہے؟ مشائخ کے ذریعے اللہ کے ساتھ تعلق ہو گیا۔ کسی درویش نے اللہ کے بارے میں بتا دیا تو تعلق ہو گیا۔ تیسرے دن آپ نے اللہ تعالیٰ کو درخواستیں دینی شروع کر دیں۔ "یا اللہ ایک تو ہماری اچھی سی نوکری لگا، پھر کاروبار بہتر کر دے، دو دکانیں، چار کارخانے دے دے"۔ اب اللہ تعالیٰ کہے گا کہ اس سے بہتر ہے کہ تعلق ہی توڑ دو کیونکہ تم نے تعلق کو ہمیشہ ہی Application بنایا، تعلق کو ہمیشہ ہی درخواستیں بنایا اور ہمیشہ Demand کرتے رہے۔ کبھی تعلق کا Regard نہیں کیا کہ "یا اللہ تیری مہربانی ہے کہ آج ہم تیرے روبرو ہیں، یہ کافی بات ہے کہ ہم آج تیرے دربار میں حاضر ہو گئے"۔ ورنہ وہ شخص اللہ کے پاس بیٹھ کے بھی Type کرتا جا رہا ہے، چھ سال سے مانگ رہا ہے اور پتہ نہیں کیا کیا مانگ رہا ہے۔ آپ لوگ نظر کی خیر مناؤ، نظارے تو بڑے ہیں مگر نظر کمزور ہوتی جا رہی ہے اور آپ نظارے مانگ رہے ہیں۔ نگاہ کمزور ہو جائے تو پتہ چلتا ہے کہ نظارے کی قدر کیا ہوتی ہے۔ جب تک نگاہ قائم ہے، دنیا کے نظاروں کا شکر کے ساتھ استقبال کر لو۔ جب تک ذہن موجود ہے، دنیا کو غور سے دیکھ لو اور کائنات پہ غور کرتے جاؤ، جب تک دل موجود ہے، کچھ دلبری کے کھیل کرتے جاؤ، صحت موجود ہے، تو خدمت کرتے جاؤ، وجود کے ساتھ پیسہ موجود ہے تو غریب کی خدمت کرتے جاؤ کیونکہ موجود اور

لاموجود برابر چلتا ہے' دنیا میں ہونا اور نہ ہونا ہر وقت ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے اپنے فن کے ساتھ' اپنے علم کے ساتھ' اپنے حاصل کے ساتھ اور اپنی زندگی کے ساتھ دوسروں کی خدمت کرتے جاؤ' یہی بڑی کافی بات ہے۔ لیکن آپ صرف مانگتے جاؤ گے' ایسا نہ ہو کہ آپ مانگتے چلے جاؤ اور جب جانے کا وقت آئے تو ساری بات ختم ہو جائے۔ مثال کے طور پر ایک شخص کتابیں اکٹھی کر رہا ہے کہ میں پڑھوں گا' لائبریری بن گئی آج لائبریری مکمل ہو گئی مگر آج بندے کی زندگی مکمل ہو گئی۔ ایسے کبھی دیکھا آپ نے؟ ایک شخص نے دنیا میں بڑی شاندار بہشت بنائی اور جب اپنی بہشت میں داخل ہونے لگا تو دروازے پر عزرائیلؑ سے ملاقات ہو گئی۔ عزرائیل نے پوچھا تم کون ہو؟ کہتا ہے میں اس بہشت کا مالک ہوں۔ اس نے کہا آپ کون ہیں؟ عزرائیل نے کہا میں تمہاری جان کا مالک ہوں اور وہ اس کی جان لے کے چلا گیا۔ وہ ڈرا کے جان لے کے چلا جاتا ہے۔ آپ یہ کرو کہ اس کا انتظار کرو اور آرام سے چلے جاؤ' ورنہ وہ Death Warrant پر دستخط کرا لے گا۔ اس کے پاس ٹائم کم ہوتا ہے اور مختلف جگہوں سے بندوں کو لینا ہوتا ہے۔ اس لئے آپ یہ کرو کہ پہلے سے تیار ہو جاؤ۔ اس نے آپ کو ٹائم نہیں دینا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ آئے آپ کچھ کر جاؤ۔ پہلا کام یہ کرو کہ اپنی زندگی پر راضی ہونے کا اعلان کر جاؤ کہ یااللہ ہم اپنی زندگی پر راضی ہیں۔ یہ مکمل اعلان کر لو۔ کیا اعلان کرنا ہے؟ کہ ہم اپنے گردوپیش والے سماج پر راضی ہیں اور اگر تُو توفیق دے تو ہم ان کی اصلاح کر سکتے ہیں اور اگر توفیق نہ دے تو ہم اپنی رضامندی ظاہر کرتے ہیں۔ جتنی وہ طاقت

دے اتنا ہی آپ خیال رکھو۔ طاقت سے باہر جانا ہلاکت ہے۔ اور یہ کہو کہ یا رب العالمین ! ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم نے آپ کا عطا کیا ہوا' آپ کے پیغمبرؐ کی ذریعے بھیجا ہوا دین قبول کیا' دل و جان سے قبول کیا اور اس کے عمل میں جو کوتاہی ہوئی ہے وہ ہماری کمزوری ہے' لیکن ہمارے ارادے میں کوتاہی نہیں ہے' اس لئے ہماری غفلتوں کو تو درگذر فرما! اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ کا یہ کلام ہونا چاہیے۔ یہ اعلان کرتے جاؤ اور دعا کرتے جاؤ' جہاں موقع ہو انسان کی خدمت کرو اور اللہ کو یاد کرو۔ زندگی میں کوئی بھی واقعہ نظر انداز نہیں ہو گا' ہر کیا ہوا کام آپ کے راستے میں آئے گا۔ قبر میں جاؤ گے تو اچانک ایک چراغ جل جائے گا' آپ سوچو گے یہ اندھیرے میں چراغ کہاں سے آیا؟ پتہ چلے گا کہ جو تو نے فلاں آدمی کے ساتھ نیکی کی تھی' یہ اس کا چراغ بن گیا۔ کسی آدمی سے کوئی نیکی کی ہے تو وہ چراغ بن جائے گا۔ اور عشق حبیبؐ سے چراغاں ہو جائے گا۔ اس طرح قبر پر چراغاں ہوتے ہیں۔ آپ لوگوں کے لئے یہ زندگی بہت آسان ہے۔ اگر اللہ کو یاد کرتے جاؤ' بندوں کی خدمت کرتے جاؤ' آسانی سے چلتے جاؤ' اللہ کے کاموں پر راضی رہو' یہاں رہنے میں بھی رضامندی ہو اور جانا بھی رضا مندی سے' جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے اس کا استعمال اچھی طرح کر جاؤ۔ اگر اس نے دماغ عطا کیا ہے تو اس کا استعمال اچھا ہو جائے' وجود دیا ہے' نگاہ دی ہے' پاؤں دیئے ہیں تو ان سب پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ یا رب العالمین ! تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں زندگی میں ان نظاروں کو دکھایا اور دیکھنے والی ہماری آنکھ بنائی' سوچنے والا دل بنایا اور محبت کرنے والا دل

بنایا' ہمارا یہاں رہنا جو ہے' تیری مہربانی سے ہے' پھر تو جب چاہے گا ہم تیرے دربار میں حاضر ہو جائیں گے' یا حاضر کر دیئے جائیں گے۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ آدمی کہاں سے کہاں چلا جاتا ہے۔ قریب کے آدمی اٹھ کر چلے جاتے ہیں' رشتے دار' عزیز' بھائی اور بہنیں بچھڑ جاتے ہیں اور انسان چپ کر کے بیٹھا رہتا ہے' روتا ہے تو رو بھی نہیں سکتا! کیا روئے گا؟ کب تک روئے گا۔ انسان ابھی پچھلے غموں کو رو رہا ہوتا ہے اور نیا غم سامنے آ جاتا ہے۔ انسان کہتا ہے کہ موت کا ڈر تو بڑی خطرناک چیز ہے لیکن اس میں ڈرنے والی کوئی بات نہیں ہے' آگے جب جاؤ گے تو وہاں آپ کے ماں باپ ہوں گے' دادا ہوں گے' باقی سب بزرگ وہاں ہوں گے۔ جن کو یہاں یاد کرتے ہو وہ' وہاں ہوں گے۔ وہاں پر بڑے میلے ہوں گے۔ دنیا کے سارے عظیم واقعات وہاں ہوں گے۔ جو آپ کا سارا علم ہے ماضی کا' وہ وہاں پر حال ہو گا۔ اس لئے موت کوئی دِقت والی بات نہیں ہے۔ یہ سارا آپ کا خیال ہے کہ وہاں کیا ہو گا' وہ تمام حال ہو گا۔ جس کو آپ یہاں یاد کر رہے ہیں وہاں پر اس کا دیدار ہو گا۔ وہاں پر یاد دیدار بن جائے گی اس لئے ایسی کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ لیکن اگر سمجھ نہ آئے تو یہ بڑی مشکل بات ہے۔ کتنے ہی لوگ اعلان کرتے کرتے خدا بنے لیکن اپنے تک نہ پہنچ سکے اور آخر کار اللہ نے انہیں پکڑ لیا۔ تو اگر اللہ چاہے تو جہاں چاہے' انسان کو روک سکتا ہے۔ اللہ کی رحمت ہو تو اچانک رک جانے کا احتمال ہو جائے گا۔ وگرنہ ختم ہونے کا احتمال رہے گا۔ اس سے پہلے کہ کوئی اچانک واقعہ ہو جائے' آپ لوگ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اور اس کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ اچانک کوئی واقعہ کسی بھی

وقت ہو سکتا ہے۔ اس طرح یقین کی دولت میسر آ جاتی ہے اور یہ دولت "معیت" کی وجہ سے ملتی ہے۔

ہاں اور کوئی سوال پوچھو ..... بولو.....جب کوئی سوال دل میں ہو تو بول دینا چاہئے۔

سوال:

سر! ہمارا ملک اسلامی ہے اور سارے مسلمان ہیں مگر کسی دینی جماعت کو ووٹ نہیں ملتے' اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:

بات بڑی آسان سی ہے' سوال کرنے کا موقع ہوتا ہے لیکن سوال نہیں ہو پاتا۔ بالکل اسی طرح اگر کوئی نیک جماعت یا نیک انسان اپنی نیکی کی Support غیر نیک لوگوں سے لینا چاہے تو اس کا یہی حشر ہو گا۔ نیکی کو صرف نیک آدمی اچھا سمجھے گا۔ آپ کی نیکی کو کون اچھا سمجھے گا؟ نیک انسان! مثلاً" ایک جماعت ہے' کوئی اسلامی جماعت ہے' وہ جماعت کسی غیر معتبر آدمی کو اپنا ممبر نہیں بناتی۔ غیر معتبر کے معنی ہیں جو شخص دین میں کمزور ہو۔ وہ اس کو ممبر نہیں بناتے اور ووٹ کہاں سے لینا پڑ گیا' ان لوگوں سے جو دین سے بیزار ہیں۔ اگر آج اپنے ملک میں ریفرنڈم کراؤ کہ اسلام ہمارا دین ہونا چاہئے کہ نہیں تو شاید جواب منفی نکلے۔ تو کیا اسلام صداقت سے محروم ہو گیا؟ آج دنیا کے اندر خدا کو ماننے والے اکثریت میں نہیں ہیں تو کیا خدا کی بات خدانخواستہ غلط ہو گئی؟ خدا کی بات اتنی ہی معتبر اور صادق ہے اور واقعہ اتنا ہی سچا ہے جتنا کہ پیغمبرؐ کے زمانے میں

تھا۔ اگر ساری دنیا جو ہے وہ مسلمان نہیں تو آپ کی صداقت میں کوئی فرق تو نہیں آتا۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ سیاست اور صداقت میں بڑا فرق آ گیا ہے۔ سیاست جو ہے وہ غیر معتبر لوگوں اور ووٹروں کے پیچھے بھاگتی ہے اور صداقت جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور اللہ تعالیٰ ہی آپ کو راستہ بتائے گا اور اللہ تعالیٰ کو نہ ماننے والوں سے ووٹ مانگنا جو ہے پھر تو اس کے لئے یہی ذریعہ ہو گا جو آج کل ہے' یعنی جو جمہوریت ہے۔ یہ اللہ کا مزاج نہیں ہے۔ آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ لوگوں کے ووٹ سے اللہ نے اللہ نہیں ہونا۔ اگر آپ نے اللہ کے حق میں ووٹ لینا ہے تو لوگوں نے ووٹ نہیں دینا۔ کیا سارے لوگ اللہ پر راضی ہیں؟ کبھی نہیں رہیں گے! جو انسانوں سے بیزار ہو گا وہ اللہ سے شاکی ہو گا اور جو باتیں معتبر ہیں وہ ووٹ میں آنی ہی نہیں چاہئیں کہ اللہ کے بارے میں ووٹ دو اور اسلام کے بارے میں ووٹ دو' اس نیک بندے کو ووٹ دو' تو لوگ کہیں گے "اس کو ووٹ نہ دینا کیونکہ اس نے کام ہی نہیں آنا' وہ تو نیک آدمی ہے اور اپنی عبادت میں لگا رہے گا' ادھر ہمارے حالات پریشان ہو جائیں گے"۔ لوگوں کو تو وہ آدمی چاہئے جو سیدھی اور ڈائرکٹ بات کرے کہ یہ کام ہو جائے گا' اور وہ جھوٹا وعدہ کرے گا۔ نیک آدمی تو جھوٹا وعدہ نہیں کر سکتا۔ ووٹ کی بات ہے تو نیک آدمی کیسے سامنے آئے گا' ووٹ کے ذریعے تو امیر آدمی آئے گا یا پھر انقلابی آدمی آئے گا' انقلاب کیا ہوتا ہے؟ "جو حاضر دور کے خلاف بولے اسے انقلاب کہتے ہیں"۔ ابھی وہ وقت آیا نہیں ہے جب نیک آدمی لوگوں کو Support کا مستحق قرار دیا جائے۔ شکر کرو کہ آپ

کے دور میں پیغمبر نہیں آئے ورنہ آپ نے ان کی جانچ پڑتال کر لینی تھی کہ یہ کہاں کے رہنے والے ہیں، کتنے Supporters ان کے ساتھ ہیں، پورے کا پورا حساب کتاب بنا لینا تھا، ایک جھوٹا نبی ان کے مقابلے میں آ جاتا اور کہتا ہم سچے نبی ہیں، پھر کہتا کہ آپ اگر سچے ہیں تو الیکشن کروا لو اور الیکشن میں جھوٹا نبی آ جاتا۔ اس سماج میں جو طاقتور اور پیسے والا ہوتا ہے وہ کہتا کہ سب کچھ تو ہمارے پاس ہے، آپ کیسے پیغمبر بنتے چلے جا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیغمبر کیسے بنا دیا، ہم میں سے کوئی پیغمبر ہوتا۔ اس لئے دین کا انداز جو ہے یہ جمہوری نہیں ہوتا۔ دین کا انداز کیا ہوتا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے احسان کی وجہ سے ہوتا ہے۔ آپ لوگ اپنے دین پر چلتے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا تو آپ کو کوئی نہ کوئی صحیح موقعہ مل جائے گا، ورنہ یہ نظام عالم ہے، ایسے چلتا جائے گا، امریکہ مداخلت کرے گا، روس مداخلت کرے گا، جب تک آپ کا بھروسہ اسلحہ پر ہے تب تک تو یہی کچھ چلے گا۔ اسلحہ سے نجات کا کوئی زمانہ آ سکتا ہے۔ کیا کوئی طاقت یا تلوار "ذوالفقارِ علیؑ" کہلاتی تھی؟ اس نام کی کوئی چیز ضرور ہوتی ہے۔ کیا "زور بازو" نام کی کوئی چیز ہوتی ہے؟ کیا کوئی دل کی طاقت ہوتی ہے؟ کیا کوئی دعا کی تاثیر ہوتی ہے؟ یہ سب باتیں ہوتی ہیں یا صرف اسلحہ ہوتا ہے؟ یا پیسہ ہوتا ہے؟ جب تک اسلحہ اور پیسہ طاقتور ہو گا تب تک یہی کچھ ہو گا۔ اس لئے آپ سیاست کی بنیاد کے لئے یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو یہ توفیق دے کہ آپ اللہ کے راستے پر سپورٹرز کے بغیر ہی چلتے جاؤ، راستہ اگر اللہ کا ہے تو سپورٹرز کی طرف نہ دیکھنا کہ لوگ آپ کو کیا کہتے ہیں، ان سے بے نیاز

ہو کے چلو' سپورٹرز کا راستہ جو ہے' یہ ضروری نہیں کہ خدا کا راستہ ہو۔ جمہور کا راستہ ضروری نہیں ہے کہ خدا کا ہو۔ اقبال نے کہا تھا:

سلطانی جمہور کا آتا ہے زمانہ
کاخ امراء کے در و دیوار ہلا دو

اور یہ

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو •

اور یہ کہ

میرے لئے مٹی کا حرم اور بنا دو

تو اقبال نے کیا کہا؟ جب تک موجود تقدیس کے خلاف بات نہ کرو تو یہ انقلاب نہیں آتا' اس لئے میرے لئے مٹی کا حرم اور بنا دو' ہمیں یہ حرم ہی نہیں چاہئے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں! تو یہ ہے انقلاب کی تعریف۔ تو یہ جمہور کی مجبوری ہے کہ اس میں ایسی بات بھی کرنی پڑتی ہے۔

آپ کی آبادی اگر پندرہ کروڑ ہے' تو اس میں سے نو کروڑ کو قرآن پاک پڑھنا نہیں آتا۔ بلکہ نو کروڑ سے زیادہ ہی ہوں گے۔ کتنے ہی لوگوں کو پورے کلمے نہیں آتے۔ کتنے لوگ ہیں جن کو قرآن پاک کی تفسیر کا پتہ ہی نہیں' پھر دین کے نام پر ووٹ کیسے ملے۔ آپ یہ دعا کرو کہ ایسا ہو جائے۔ دینی جماعتوں کی غلطی بھی سن لو۔ ان لوگوں نے جن

لوگوں کو برا کہا اور گھٹیا کہا اور بداخلاق کہا' یہ ان لوگوں سے ووٹ مانگنے جاتے ہیں۔ ووٹ کیسے ملیں!

سوال:

حضور والا! لوگ حزب اللہ اور شیطان کے نام پر ووٹ مانگتے ہیں۔ حزب اللہ والے کس طرح دین کی طرف سے ووٹ مانگا کریں؟ اس کا علاج بتائیں اور اصلاح کا طریقہ بتائیں؟

جواب:

حزب اللہ جو ہیں اللہ کے نام پر ووٹ مانگتے ہیں لیکن حزب الشیطان سے مانگتے ہیں' ان کو ووٹ کون دے گا۔ ووٹ دین کی طرف سے مانگا ہے اور جن سے مانگا ہے وہ لوگ گمراہ ہیں اور گمراہ لوگ ووٹ نہیں دے رہے' گمراہوں کی تعداد بھی زیادہ ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ووٹ نہ مانگو' اور الیکشن نہ لڑو۔ اگر الیکشن لڑنا ہے تو ووٹر کے مزاج کے مطابق لڑو۔ اگر ڈاکٹر صاحب سارا سال تعلق کی بات کرتے جائیں اور غریب کی بیماری کا خیال نہ کریں اور پھر غریب کے پاس چلے جائیں کہ ووٹ دو تو ووٹ کیسے ملے گا۔ اتنا بھی تم خدا پرست نہ ہو جاؤ کہ غریب کو مات دے جاؤ۔ حزب اللہ اور حزب الشیطان کی بات نہیں ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ ہر انسان کا ایک مزاج ہے کہ اپنے علاوہ دوسروں کو حزب الشیطان کہتا ہے۔ ہمارے ہاں اس طرح کا فتویٰ موجود ہے۔ علماء کے ایک گروپ نے دوسرے گروپ کو شیطان کہا اور کافر کہا' قائد اعظم کو کافر کہا اور یہ کہا کہ اس کا نام قائد اعظم نہیں' کافر اعظم ہے۔ اگر

فرض کرو پاکستان میں آپ ہی حزب اللہ ہو' تو آپ یہ تو مانو کہ آپ اکثریت میں نہیں ہو۔ جو اللہ سے محبت میں گروہ بنے گا' حزب اللہ ہی کہلائے گا۔ دوسرے گروپ کو کچھ اور کہہ لو۔ جب آپ حزب اللہ ہو تو آپ اپنے گروہ کو اقلیت میں پاتے ہوئے بھی حزب اللہ رہو گے' شکست سے گزرو گے تب بھی حزب اللہ رہو گے۔ حزب اللہ ہونے کا بذات خود بھی آپ کو لطف نہیں آ رہا۔ آپ اس کے بعد کوئی اور چیز چاہتے ہو اور کہتے ہو "حزب اللہ تو ہم ہیں' اب ہم حکومت بھی بنائیں گے"۔ تو پھر حکومت تو نہیں بنے گی' حزب اللہ ہونا ہی کافی ہے۔

سوال:

یہ تو آپ صحیح فرماتے ہیں لیکن وہ کہتے ہیں ناں کہ حزب اللہ کے مدد مانگو کہ یا رب العالمین ہم جو کر سکتے تھے وہ ہم نے کیا۔ اب جو کرنا چاہئے آپ خود کریں۔ انسانی بس میں جو بات تھی وہ ہو گئی۔ باقی جو اللہ کی مرضی میں ہو گا' وہ ہو جائے گا۔ اس لئے دعا کرو' جو اللہ کریم کی مرضی ہے' وہ ہو جائے گی اور پھر یہ کام ہو کے رہے گا اور اللہ کا امر ہو کے رہتا ہے۔ " واللہ غالب علی امرہٖ "۔ اللہ اپنے امر پر غالب ہے۔ اس کی مرضی ہو کے رہے گی۔ اگر اللہ نے یہ ملک بنایا ہے تو وہ اس کی حفاظت کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ جو چاہے گا' وہ ہو گا' اللہ کے ارادوں کو اللہ کی مرضی پہ چھوڑ دو' آپ قبول کرنا شروع کر دو' انسانی کوشش آپ نے کر لی ہے۔ اب الجھنے کی کوئی ضرورت نہیں' گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' اب کیا ضرورت ہے؟ آپ کا اعتماد اللہ پر ہو۔ انسانی کام ختم ہو

پاس اقتدار ہونا چاہیۓ؟

جواب:

اقتدار لینے کا جو طریقہ ہے اور جن لوگوں سے آپ کو اقتدار چاہیۓ ان کے قریب جا کر دیکھو کہ ان کے کیا حالات ہیں۔ آپ ان کے قریب بھی نہیں جاتے اور ظالم بادشاہ کے خلاف جہاد بھی نہیں کرتے تو پھر حزب اللہ کی بات بننا تو مشکل ہے۔ آپ سارے کے سارے مجاہد بن گئے اور جہاد کو بھی نہیں گئے۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم شہید ہونا چاہتے ہیں لیکن مرے بغیر کیسے شہید ہو جاؤ گے۔ آپ چاہتے ہیں کہ مرے بغیر شہید کا درجہ مل جائے اور مرنا بھی نہ پڑے۔ مرے بغیر شہادت کا درجہ نہیں مل سکتا' ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اب آپ یہ کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ سے گیا' اب آگے اس کی مرضی ہے۔ اپنے آپ کو بالکل بے یقینی میں نہ ڈالنا۔ ہمارے ذمہ یہ کام نہیں کہ ہم دریا کو روک لیں' ہمارے ذمہ یہ کام ہے کہ ہم دریافت کریں کہ کیا ہمارا سفر صحیح ہے؟ کیا ہماری نیت اچھی ہے؟ سفر صحیح ہے تو دوسرے مسافروں کی بات نہ کرو۔ تم اپنا کام کرو' اللہ آپ کو آپ کے سفر میں کامیاب کرے۔ یہ سفر جو ہے وہ اللہ کی طرف ہے۔

"اللہ کی طرف رجوع کرتے جاؤ۔ اپنے کام اس کے حوالے کر دو' اللہ بہتر کرے گا"۔ اگر اللہ والے خیریت میں نہ ہوں تو پھر یہ صبر سے گزرتے ہیں اگر آپ کی پسند کا دور نہ آئے تو آپ صبر سے گزرو اور اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے گا تو اچھا دور آ جائے گا' اچھے لوگ آ جائیں گے'

اچھا کام ہو جائے گا' دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ملک کو سلامت رکھے' نیک لوگوں کو بھی سلامت رکھے' عافیت میں رکھے تاکہ آپ کی عاقبت بہتر ہو' اللہ تعالیٰ جب چاہے گا' انقلاب آ جائے گا' تو بدلنے کی بھی کوئی دیر نہیں لگتی' جس کو چاہے' بدل دے۔ انشاء اللہ تعالیٰ حالات بہتر ہی ہوں گے' Country کے حالات بہتر ہوں گے۔ گھبرانا نہیں اور مایوس نہ ہونا' اللہ اپنا فضل کرے گا اور سب پر فضل کرے گا' سب کی خیر مانگو' اللہ تعالیٰ سب لوگوں کی خیریت رکھے' اس ملک میں ہر آدمی سلامت رہے' اللہ سب لوگوں کو کامیاب کرے' اللہ اپنا فضل رکھے۔ آمین یا رب العالمین۔

۱ تصوف کیا ہے اور زندگی میں اس کی اہمیت کیا ہے؟

۲ باطن کے شعور کا مطلب کیا ہے؟

۳ اہل تکوین کون ہوتے ہیں؟

۴ کیا اہل تکوین ایک دوسرے کو جانتے ہیں؟

۵ صوت سرمدی کا سینٹر کون سا ہے؟

۶ علم کیا ہے؟

۷ اہل تکوین بعض اوقات نہ سمجھ آنے والے فقرے کہہ دیتے ہیں تو یہ کیا مقام ہے؟

۸ کیا یہ ممکن ہے کہ مرشد سب کچھ بدل دے؟

۹ عارف اور کامل میں سے کس کی راہ افضل ہے؟

۱۰ پرانے زمانے میں کوئی جھوٹا قرآن اٹھاتا تو کچھ نہ کچھ ہو جاتا تھا' اب کچھ کیوں نہیں ہوتا؟

۱۱ یہ جو سب کچھ ہو رہا ہے اہل باطن اس کو تبدیل کیوں نہیں کرتے؟

۱۲ کیا اہل تکوین کی تنظیم کائنات میں کوئی دخل دیتی ہے؟

۱۳ کیا فقیر زندگی بڑھوا لیتے ہیں؟

۱۴ امام مہدی کا تصور جسمانی ہے یا روحانی؟

۱۵ امام کسے کہتے ہیں؟

سوال :۔

تصوّف کیا ہے اور زندگی میں اس کی کیا اہمیت ہے اور خود زندگی کی اپنی کیا اہمیت ہے؟

جواب :۔

حضرت موسیٰؑ نے اللہ سے پوچھا کہ فرعون کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ اللہ نے فرمایا " اسے ہماری طرف Dispatch کر دو۔ آپ نے پوچھا کہ اس کے بعد کیا کریں؟ اللہ نے فرمایا " پھر آپ بھی ہماری طرف آ جائیں "۔ تو بات اتنی ساری ہے کہ ہم زندگی میں پہلے دوسروں کو بھیجتے ہیں، پھر خود چلے جاتے ہیں۔ ایک شخص باپ کے فوت ہونے پر بہت گھبرایا۔ گرو نے اس سے پوچھا "کیوں روتے ہو ؟ " کہنے لگا " والد فوت ہو گئے ہیں "۔ کہا " گھبراؤ نہیں، تم بھی آخر اس کے پاس پہنچ جاؤ گے، جلدی ملاقات ہو جائے گی "

ساری کی ساری زندگی دو مرتبہ جدائی ہے بلکہ کئی مرتبہ جدائی ہے حقیقت یہ ہے کہ زندگی ہمارا عمل نہیں، پیدا کرنا ہمارا عمل نہیں، مرنا یا مارنا ہمارا عمل نہیں۔ اصل میں زندگی کا آغاز اور انجام ہمارا نہیں، کسی اور کا عمل ہے۔ اس آغاز اور انجام کے درمیان صرف ایک بھرم

ہے کہ ہم عمل کرتے ہیں لیکن وہ عمل بھی ہمارا نہیں۔ جس ذات نے ان دونوں سروں کو مقید کر رکھا ہے' اسی نے درمیان میں آزادی کا تصور دے رکھا ہے' ورنہ آزادی ہے ہی نہیں۔ اگر کوئی فرد صبح گھر سے نکلتا ہے اور شام ڈھلے لوٹ آتا ہے تو اس کی آزادی کیا ہے۔ جب آنا اور جانا دونوں پابند ہیں تو کیا آزادی ہوئی؟ یہ ایک پردہ ہے' بھرم ہے کہ ہم غلامی کو آزادی کے تصور سے گزار رہے ہیں۔ اصل میں یہ آزادی نہیں بلکہ غلامی ہے۔ جس نے یہ سمجھ لیا کہ یہ غلامی ہے' وہ تو زندگی غلام بن کے گزارے گا اور اسی کے لئے یہ سارا کھیل ہے۔

اب آپ اس حقیقت کو پہچانو کہ آپ کی اس زندگی میں آپ کا اپنا کیا ہے؟ آپ کے اندر آپ کا کچھ بھی اپنا نہیں ہے۔ جب بینائی وہ اللہ دے' چہرے بھی وہ بنائے' محبت بھی وہی عطا کرے' عقل بھی دے' نیال بھی دے' صحت بھی دے تو یہ سب اسی کا تو ہے' آپ کی اپنی ملکیت کچھ بھی نہیں' چاہے افکار کی ملکیت ہو' کردار کی ملکیت ہو' یا فقر کی ملکیت ہو' یعنی کوئی بھی ملکیت ہو۔ آپ کی اپنی نہیں۔ بلکہ آپ اپنی لکیت کی ملکیت ہیں۔ زندگی مالک نے بنائی ہے۔ صاحب فقر یہ پہچانتا ہے کہ ہماری زندگی ہماری نہیں' یہی پہچان تصوف کی ابتدا ہے اور یہاں سے فقر شروع ہوتا ہے۔

تصوف وہ علم ہے جو ہمیں اس حقیقت سے آشنا کرتا ہے کہ یہ زندگی ہماری نہیں ہے۔ زندگی کسی اور کی ہے اور گزار ہم رہے ہیں۔ یاد کسی اور کی اور دل ہمارا ہو' چہرہ کسی اور کا ہو اور نگاہ ہماری ہو تو پھر بات سمجھ آ جاتی ہے۔ بیٹھے ہم کہیں اور ہوتے ہیں' ہم سفر کسی اور کے

ساتھ ہوتے ہیں اور ہمارا خیال کسی اور کے ساتھ ہوتا ہے۔ ہم سفری کسی کے ساتھ ہوتی ہے اور انجام کسی اور کے ساتھ ہوتا ہے۔ ہماری زندگی آزادی کے تصور کے باوجود زیرک انسان کے لئے آزاد نہیں۔ جب انسان سوچتا ہے اور یہ جان لیتا ہے کہ یہ آزادی بھی تو آزاد نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو حوصلہ دیتا ہے کہ یمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطن " اے انسانوں اور جنوں کے گروہ، نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ آسمانوں اور زمینوں سے، مگر نہیں نکل سکو گے، سوائے اس کی طاقت کے "

اللہ نے جس کو طاقت دینا ہوتی ہے، اسے طاقت سے پہلے تسلیم کا شعور دیتا ہے۔ اگر تسلیم نہ ملے اور طاقت مل جائے تو انسان فرعون بن کر مرتا ہے یعنی طاغوت میں مرتا ہے۔ اس لئے طاقت کے نیک امید وار تسلیم سے ابتدا کرتے ہیں۔ تسلیم کے بعد ملنے والی طاقت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ ہماری حاصل کی ہوئی اور اللہ کی دی ہوئی طاقت میں فرق یہ ہے کہ جب ہم تسلیم سے چل رہے ہوں تو یہ طاقت اللہ کی دی ہوتی ہے اور جب کوئی اپنی طاقت سے چلے گا تو پھر انجام کار فرعون، شداد اور نمرود ہو گا۔ تو زندگی کے مختلف انداز ہائے ہستی میں سے ایک انداز تصوف کا ہے۔ جب یہ پتہ چل جائے کہ زندگی کی فی نفسہٖ کوئی اہمیت نہیں تو جو علم یہ بات بتا رہا ہے اسے تصوف کہتے ہیں۔

تصوف انسان کی انسان کے ساتھ آگہی اور مخلوق کے حوالے سے خالق کی پہچان ہے۔ گویا تصوف وحدت سے کثرت اور کثرت سے وحدت کا سفر ہے۔ وگرنہ ساری زندگی اپنے پروگراموں پر چلتی ہے۔ مذہب یا

دین اجتماع ہونے کا شعور ہے یعنی جمعہ' عید' جہاد' قتال' شہادت وغیرہ۔ مگر تصوّف کا کوئی فارمولا نہیں۔ یہ محبت کی دریافت ہے۔ تصوّف کا اگر کوئی فارمولا ہے تو صرف اللہ کے فضل کا ہے۔ یہ فضل ایسے ہی ہے جیسے دریا پہاڑ سے چل پڑتا ہے' کسی فارمولے کے بغیر' کسی منشور کے بغیر' گزر گاہ نہ ملے پھر بھی چلتا جاتا ہے اور پھر پیاسی ندی ساگر سے مل جاتی ہے۔

گویا کہ ایک پروگرام ہم رکھتے ہیں اور یہی ہماری غلط فہمی ہے۔ دراصل سارا پروگرام اللہ کا اپنا ہے۔ ہمارے پروگرام کا بھی پروگرام اس کا اپنا ہے۔ ہم جس ذہن سے یہ پروگرام بناتے ہیں وہ بھی اسی کا عطا کردہ ہے۔ مکڑی جتنا ذہن لگا لے' جالا ہی تو بنے گی' مٹی اگلے گی اور مٹی نگلے گی۔ جالا بنانے کا مقصد کیا ہے؟ مکھی کھانا۔ شہد کی مکھی نے ذہن لگایا' شہد بنا دیا' اب اس کو دیکھو کہ نگلا کیا اور اگلا کیا؟ یہ سب اللہ کے پروگرام کے مطابق ہو رہا ہے۔

تصوّف دراصل اپنی زندگی میں اللہ کے عمل کو دریافت کرنا ہے یا اس کے عمل کے حوالے سے اپنی زندگی کو دریافت کرنا ہے۔ تصوّف کی بڑی اہمیت ہے بلکہ تصوّف ہی زندگی ہے۔ ہم تصوف کو اسلام کے حوالے سے دریافت کرتے ہیں اور اس کے اوپر جھنڈا اسلامی لگایا ہوا ہے۔ تصوّف دراصل انسانی ہے' رحمانی ہے' ربی ہے۔ رب کائناتی ہے۔ اللہ آپ کا اپنا معبود ہے۔ آپ اللہ کی ایک صفت پر استحقاق رکھتے ہیں کہ وہ آپ کا معبود ہے مگر اللہ ساری کائنات کا رب ہے۔ تو یہ جو تصوّف ہے' رب کا ہے' ہم نے اسے صرف اللہ کا بنایا ہوا ہے تاکہ ہمارا سفر ہمارے بزرگوں کے حوالے سے چلتا رہے۔ کیونکہ ہمارا درود شریف

ہے' اور ہمارے اپنے اسماء ہیں۔ یہ سب اس لئے ہے تاکہ وحدت کے ساتھ امت میں ایک خیال لے کر چل پڑیں اور وہ خیال ہے زندگی کا باطنی شعور۔

سوال :۔

یہ جو باطن کا شعور ہے اس کا کیا مطلب ہے اور جس کو یہ شعور دینے والا پیر نہیں ملتا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب :۔

باطن کے شعور کا مطلب یہ ہے کہ وجود اور وجود کی وجوہات کو دریافت کیا جائے۔ وجود کا جواز باطن ہے اور وجود ظاہر ہے۔ وجود کا انجام باطن ہے اور وجود ظاہر ہے۔ وجود کا سبب باطن ہے اور وجود ظاہر ہے۔ گویا کہ اسباب' وجوہات' نتائج' جواز اور احساسات' سارے باطن ہیں۔ ظاہر سے باطن کو دریافت کرنا' بڑا راز ہے۔ اور اگر یہ سمجھ آ جائے تو تصوف ساتھ ہی کھڑا ہے۔ متلاشی دراصل خود کسی کی تلاش ہوتا ہے' اگر متلاشی کسی کی تلاش میں نہ ہو تو تلاش کبھی پیدا ہی نہ ہو۔ اگر آپ کو اپنی تلاش پر یقین ہے تو اس کا ملنا اور نہ ملنا دونوں بے معنی ہیں۔ تلاش فی نفسہٖ انجام ہے۔ جن لوگوں کو اس بات کا یقین ہے' وہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ خدا کرے کہ یہ دکھ دور ہی نہ ہو ہرگز۔ تلاش ایسا مضمون ہے کہ متلاشی چاہتا ہے کہ ہمیشہ تلاش کرتا ہی جائے۔ یہ وہ سفر ہے جس کا انجام نہیں۔ یہ خود سفر ہے اور سفر کے بعد بھی سفر ہے۔ اس کا حاصل بھی سفر ہے اور انجام بھی سفر ہے۔ جنہیں راستے میں گرو نہیں ملتا' ان

کے سفر کا خیال ہی گرو ہے۔ سفر کا ذوق ہی گرو ہے۔ سفر کی لذت ہی گرو ہے۔ ان کا گرو عشق ہے۔ عشق جب امام بن جائے تو اسے کسی اور امام کی ضرورت ہی نہیں۔ وہ شخص جسے بظاہر گرو نہیں ملتا اور وہ چل رہا ہوتا ہے' اس کی حالت ایسے ہے کہ

میں چل رہا ہوں مگر فاصلے نہیں مٹتے
یہ حادثہ بھی میری زندگی میں ہونا تھا

یہ حادثہ دراصل اس کا شوق ہے۔ ایسا انسان برکت والا ہوتا ہے۔ اگر وہ چراغ آرزو جلتا رکھے اور اسے بجھنے نہ دے تو وہ پیروں فقیروں سے آگے گزر جاتا ہے۔ یہ وہ عشق ہے جس کی ایک ہی جست نے طے کر دیا قصہ تمام۔ وہ تمام فاصلے طے کر جاتا ہے۔ دعا کرو کہ ایسے شخص کو پیر نہ ملے جس کا شوق زندہ ہے۔ دراصل شوق ہی پیر ہے۔ یہ دیکھو کہ اس شخص کی کیا خوبی ہے کہ اسے اتنا بڑا مرتبہ تو ملا' پیر نہیں ملا۔ وہ خوش قسمت ہوتا ہے۔ پیر کا ملنا خوش قسمتی ہے۔ پیر آپ کے شوق کی زلفیں سنوار دیتا ہے' اور اگر پیر نہ ملے تو شوق والہانہ انداز اختیار کر کے فاصلے طے کر جاتا ہے' وہ جذب بن جاتا ہے' جنون بن جاتا ہے اور سب کچھ طے کر جاتا ہے۔ لہٰذا یہ دو صورتیں ہیں۔ وہ بڑی قسمت والے لوگ ہیں جنہیں پیر نہ ملے اور جنہیں مل جائے وہ اپنی جگہ قسمت والے ہیں' وہ سب کچھ پیر کے حوالے کر دیتے ہیں جیسے بیماری کو ڈاکٹر کے حوالے کر کے مریض خود سو جاتا ہے۔

اب اصل بات یہ ہے کہ کھیل پیر کے لئے نہیں بلکہ قادر کے

لئے ہے اور قادر سب کچھ جانتا ہے' آپ کے سفر کو جانتا ہے آپ کے مقصد کو جانتا ہے' آپ کی نیت کو جانتا ہے۔ آپ اپنی مرضی کو تقدیر سمجھ لیتے ہیں حالانکہ تقدیر آپ کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ آپ نیکی بدی کا تصور خود بنا لیتے ہیں حالانکہ نیکی بدی کا تصور اللہ نے خود بنایا ہوا ہے۔ مثلاً" آپ یہ کہتے ہیں کہ یہ بری بات ہے' مگر بری بات وہ ہے جس کو وہ برا کہے' اچھی وہ جس کو وہ اچھا کہے' گناہ وہ جس کو وہ گناہ کہے اور خامی وہ جس کو وہ خامی کہے۔ ایک آدمی بڑا خوب صورت ہے اور اگر اپنے صاحب کو پسند ہی نہیں تو پھر کیا خوب صورت ہے۔ بات تو کوئی نہ بنی۔ جس کی تعریف یہ ہے کہ اسے قبول کرنے والا عشق موجود ہو۔ وہ حسن کہ جسے عشق نہیں ملا' اس حسن کو ہم کیا کہیں' سوائے محرومی کے۔ اور اگر حسن نہیں ہے اور اسے عشق مل گیا تو عشق کا ملنا ہی حسن ہے ورنہ وہ حسن محرومی ہے۔ اگر محبوب کو طالب مل جائے تو وہ محبوب کہلاتا ہے' ورنہ محبوب کی اور کوئی صفت نہیں' سوائے اس کے کہ کوئی چاہنے والا ہو۔ اگر کوئی چاہنے والا نہیں ہے تو کوئی کتنا ہی حسین ہو' بیکار ہے۔ اگر آپ کے اندر طلب کی تمنا نہ ہو تو آپ کتنے ہی اچھے ہو جائیں' بیکار ہے۔ گویا آپ کے اندر تضاد پیدا ہو گیا' تضاد کا پیدا ہونا دراصل محبت کی محرومی ہے۔ عشق خود ہی پیر ہے۔ حضرت میاں میرؒ سے کسی نے آ کر کہا کہ آپ کا مرید کہتا ہے میرا پیر اللہ ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے اسے یہی تو تعلیم دی ہے۔ کہ پیر اللہ ہے یعنی اگر اللہ نہ ہو اور اللہ کا شوق نہ ہو تو پھر پیر کدھر سے آیا۔ اگر آپ سفر کی بات چھوڑ کر انجام کا ذکر کریں تو پیر انجام ہے' وگرنہ تو پیر راستہ ہے' سفر ہے اور ہم سفر ہے۔ اصل

مقصد اور انجام اللہ ہونا چاہئے۔ اس لئے بعض اوقات پیر کا نہ ملنا کوئی حرج کی بات نہیں۔ یہ کسی کا قصور نہیں بلکہ ایک طرح سے اس شخص کی خوبی ہو سکتا ہے۔

سوال:۔

اہل تکوین کا اس Set Up میں کیا مقام ہے اور ان کے جو مقامات ہیں ان میں فرد اور اجتماعیت کا کیا مصرف ہے؟

جواب:۔

اللہ کریم کسی لمحے غافل نہیں کہ اسے کسی لمحے Remind کرایا جائے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ جو اس نے کرنا ہو وہ نہ کرے۔ اس کا فرمان ہے فعال لما یرید "اپنے ارادے سے جو چاہتا ہے کرتا ہے"۔ یعنی اللہ کا ارادہ ہے اور عمل ہے۔ کرنی اس نے اپنی مرضی ہے اور عزتیں تمہیں دیتا ہے۔ کہتا ہے تم چار دن یہ میلہ دیکھ لو۔ میلہ دراصل فقیر کا نام ہے۔ کسی بزرگ کا میلہ ہو اور آپ دیکھتے ہو کہ دوکان چل رہی ہے تو دراصل اس بزرگ کی فقیری چل رہی ہے۔ اسی طرح خالق کی اپنی تخلیق کا عمل چل رہا ہے' اس کی ملکیت کا عمل چل رہا ہے' آپ کو عزت دی ہے کہ چار دن یہ کر لو' یہ مرتبہ تمہارا ہے' یہ مرتبہ کسی اور کا ہے۔ اہل تکوین وہ لوگ ہوتے ہیں جو خالق کی منشا کو اپنی منشا بنا کے پیش کر دیتے ہیں۔ وہ طاقت کے مالک ہوتے ہیں مگر گھر میں فاتح ہو کے نہیں آتے بلکہ اپنے ہی گھر میں بکنے آتے ہیں۔ یعنی مصر کا بادشاہ مصر میں غلام ہو کے آرہا ہے' بکنے کے لئے بازار میں آ رہا ہے۔ یوسف گھر کا

مالک ہے اور گھر والی کا مالک ہے مگر یوسفؑ بکنے کے لئے آ رہا ہے۔ یہی اہل تکوین ہوتے ہیں کہ اپنے گھر میں بھی آئیں تو اللہ کی منشاء بن کے آئیں۔

سب سے بڑا طاقت ور فقر اور جید فقر، مشکل کشائی فقر ہے۔ مشکل کشاؑ کا فقر دنیا کے ہر فقر پر غالب ہے۔ وہ لفظ بھی غالب ہے اور نام بھی غالب ہے۔ لیکن مشکل کشاؑ نے اپنے تمام واقعات میں کسی جگہ اپنا غلبہ نہیں دکھایا۔ خود شہید ہو رہے ہیں مگر غلبہ اور قوت نہیں دکھائی۔ اپنے لئے ان کے پاس مشکل کشائی سے بھی بڑی قوت، ذوالفقار سے بھی زیادہ بڑی قوت ہے، یعنی سب سے بڑی قوتِ برداشت ہے۔

یعنی ہمارے لئے علیؑ مشکل کشا ہیں، ہم اگر ابتلاء میں ہوں اور ان کا نام لے لیں تو مشکل دور ہو جائے۔ مگر انہوں نے خود اپنی مشکل کشائی نہیں کی۔ وہاں رضا اختیار کی۔ خنجر آ رہا تھا تو آنے دیا۔ بیٹے ذبح ہو رہے ہیں اور شہید ہو رہے ہیں امام عالی مقامؑ وارثِ ذوالفقار ہیں، فقر بھی آپ کے پاس، ذوالفقار بھی آپ کے پاس، سرکار دو عالم ﷺ کا نواسہ ہونے کا حق آپ کے پاس اور اسلام پورے کا پورے Defend کرنا بھی آپ کے پاس۔ مگر امام حسینؑ ابتلاء سے گزر گئے۔ یہ ہے تکوین اور یہ ہوتے ہیں صاحبِ تکوین۔

جو اس مرتبے پر فائز ہوتے ہیں وہ اپنی مرضی سے آزاد ہو چکے ہوتے ہیں۔ وہ خود ہی اللہ کا منشا بن جاتے ہیں۔

عبث ہے شکوہ تقدیر یزداں
تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے

تو وہ خود تقدیرِ یزداں ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنا کام درمیان میں سے نکال لیتے ہیں۔ ہم بیان کرتے ہیں کہ یہ واقعہ' امام عالی مقامؑ اور یزید کا واقعہ ہے' مگر دراصل یہ امام اور اللہ کا واقعہ ہے۔ یزید درمیان سے نکل گیا۔ ایک مالک ہے اور دوسرا ملکیت اور درمیان میں یہ کھیل ہو رہا ہے۔

زخموں پہ زخم کھا کے جی
اپنے لہو کے گھونٹ پی
آہ نہ کر لبوں کو سی
عشق ہے دل لگی نہیں

مطلب یہ کہ دنیا کو برداشت کا واقعہ دکھایا گیا۔ یہ ہوتے ہیں "فائز" لوگ' جو مقام اور مرتبوں پر فائز ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پر راضی ہو گئے اور اللہ ان پر راضی ہو گیا۔ ایک آدمی اپنے پیر صاحب کے پاس گیا اور عرض کی کہ مجھے طاقت دیں' اسم اعظم عطا کریں۔ انہوں نے فرمایا "آج کا دن سیر و تفریح کر لو' کل دیکھیں گے"۔ وہ شخص پھرتا پھراتا جنگل میں چلا گیا۔ وہاں اس نے کیا دیکھا کہ ایک لکڑ ہارا' لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے چلا آ رہا ہے' تھکا تھکا آیا۔ وہاں سے شہر کا کوتوال گزرا۔ اس نے کہا "بابا! یہ لکڑیاں مجھے دے دو' مجھے ضرورت ہے"۔ بوڑھے نے اس سے معاوضہ مانگا۔ کوتوال نے کہا "تو مجھے جانتا نہیں' میں شہر کا کوتوال ہوں"۔ بوڑھے نے کہا "کوتوال ضرور ہو گا مگر پیسے تو دو"۔ قصہ کوتاہ' کوتوال نے بوڑھے کو مارا' پیسے بھی نہ دیئے اور لکڑی بھی لے گیا۔ بے چارہ مرید دوسرے دن پیر کے پاس گیا۔ انہوں نے پوچھا "تم نے کیا

دیکھا؟ مرید نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ انہوں نے دوبارہ فرمایا "اگر تمہارے پاس اسم اعظم ہوتا تو تم کیا کرتے" کہنے لگا "میں یہ ظلم نہ ہونے دیتا"۔ فرمایا "بات سنو! وہ جو بوڑھا لکڑ ہارا ہے وہ میرا پیر ہے اور میں نے اسم اعظم اس سے لیا ہے"۔

بات یہ ہے کہ جو طاقت والے ہوتے ہیں وہ طاقت کا استعمال اپنی مرضی سے نہیں کر سکتے۔ طاقت اس کو ملتی ہے جو اپنی مرضی نکال چکا ہو۔ ورنہ یہ تو استعمال کرنے والے کی اپنی مرضی ہو جائے گی۔ اگر کبھی اہل دل کا سامنا اللہ سے ہو جائے اور اللہ کہے کہ کیا چاہئے تو اسے ہرگز کوئی سوال نہیں کرنا چاہئے۔ بس یہ ہیں اہل مرتبہ کہ سوال نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ "آپ بہتر جانتے ہیں"۔

لب پہ آکر رہ گئی ہے عرض حال
کیا کرے خورشید سے ذرہ سوال

یہ وہ مقام ہے جہاں پہ کوئی سوال نہیں بلکہ سب سوال ختم ہو جاتے ہیں۔

ہم ان کے پاس گئے حرف آرزو بن کر
حریم ناز میں پہنچے تو بے نیاز ہوئے

توگویا صاحبانِ مقام وہ ہوتے ہیں جن کا ذاتی طور پر کوئی پروگرام نہیں ہوتا' وہ خود ہی مشیت الٰہی ہوتے ہیں۔ یہ ہوتے ہیں اہلِ تکوین۔ یہ بعد کے لوگوں نے بتایا کہ فلاں بزرگ صاحب مرتبہ تھا۔ انہوں نے خود کبھی اعلان نہیں کیا کہ میں صاحبِ مرتبہ ہوں۔ وہ تو اس طرح گم

رہتے ہیں جس طرح گم رہنے کا حق ہوتا ہے مثلاً" جیسے سب سے بڑا صاحبِ مرتبہ سورج ہے۔ سورج نے کبھی شور نہیں مچایا کہ میں سورج ہوں، روشنی دیتا ہوں۔ ہماری آنکھیں ہی سورج کا ثبوت ہیں۔ ورنہ سورج نے خود کبھی ثبوت نہیں دیا۔ صاحبِ مرتبہ اور اہلِ تکوین اللہ تعالیٰ کی اپنی طاقتیں ہیں۔ اللہ کی طاقتوں کا بندوں کی شکل میں اظہار ہوتا ہے۔ کبھی درخت سے بول پڑتا ہے کہ میں تمہارا رب ہوں، کبھی بندوں میں بول پڑتا ہے، کبھی ہواؤں کے ذریعے بات کرتا ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ کی صفات اور تجلیات ظاہر ہوتی جاتی ہیں۔ یہ تجلیات کبھی ہواؤں میں، کبھی دریاؤں میں، کبھی انسانوں میں اور کبھی چٹانوں میں خود بخود ہی مظہر ہوتی رہتی ہیں۔ وہ انسان جن میں اللہ کی قدرتیں نظر آتی ہیں وہ اہل تکوین ہوتے ہیں۔ وہ خود اپنا کوئی بھی عمل نہیں رکھتے۔ وہ خود ہی فطرت کا ارادہ ہوتے ہیں۔ فطرت کا ارادہ کون ہوتا ہے؟ جس کا اپنا کوئی ارادہ نہ ہو۔ اس سے اگر پوچھو کہ کہاں جا رہے ہو تو بولے گا جہاں وہ لے کے جا رہا ہے۔ پوچھو کہ کہاں سے آئے ہو تو کہتے ہیں جہاں سے وہ لا رہا ہے۔ یعنی کھانا کھایا اور کہنے لگے کہ قسم لے لو جو میں نے کبھی کھانا کھایا ہو۔ پوچھا ابھی تو میرے سامنے کھایا ہے۔ کہتا ہے نہیں، میں نے کبھی نہیں کھایا یعنی اپنی منشا سے نہیں کھایا اور اپنی مرضی سے نہیں کھایا۔

اہل مرتبہ وہ ہوتے ہیں جو اپنے مرتبے پر نازاں نہیں ہوتے۔ یہ اس طرح کے لوگ ہوتے ہیں اور ضرور ہوتے ہیں۔

سوال :۔

کیا یہ لوگ ایک دوسرے کو جانتے ہیں؟

جواب:۔

یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو بعض اوقات جانتے ہیں اور بعض اوقات نہیں جانتے۔

سوال:۔

اچھا سر ایک اور سوال ہے کہ اہلِ تکوین صوتِ سرمدی کے ذریعے بارگاہ سے منسلک ہوتے ہیں یہ کون سا Center ہے؟

جواب:۔

یہ سوال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا کہ "آخر یہ شخص کون ہے، یہ کون سا علم ہے جس کے سامنے میں بول نہیں سکتا؟" اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ "دِگر" چیز ہے۔ اس کا نام ساری کائنات میں علم لدنی ہے، اسے صوتِ سرمدی بھی کہتے ہیں۔ اس کا صدر مقام مشکل کشا ہی ہیں۔ مشکل کشا کے آنے سے پہلے بھی مشکل کشاء، مشکل کشا ہی تھے، جس طرح سرکار ﷺ کے آنے سے پہلے بھی سرکار ﷺ، سرکار ﷺ ہی تھے۔ نبیوں نے گرچہ اب آپ کی امامت میں نماز پڑھی ہے مگر وہ تو پہلے دن ہی سے پڑھ کے آئے تھے۔ جس دن اللہ نے فرما دیا تھا " فاشهدوا انی معکم من الشاهدین " تم بھی دیکھو اور میں بھی دیکھنے والوں میں ہوں، یعنی اس دن ہم نے پیغمبروں کو اکٹھا کیا کہ ہم ایسی چیز پیدا کرنے والے ہیں اور جب کبھی آپ ﷺ سے ملاقات ہو تو نہایت ادب سے ملنا۔ یعنی کہ وہ بات تو دکھا

دی تھی۔ گویا سرکار ﷺ ہمارا عقیدہ ہی نہیں' حقیقت بھی ہیں کہ سرکار ﷺ ظاہری آمد سے پہلے بھی سرکار ﷺ ہی تھے۔ مشکل کشاؑ ظاہری آمد سے پہلے بھی مشکل کشا ہی تھے۔ علمِ لدنی آپؑ سے چلتا ہے' نوائے سرمدی آپ سے چلتی ہے۔

عبادت گاہ کا فقر اور ہے' میدان کا فقر اور ہے' پیغمبروں کا فقر اور ہے۔ پیغمبر پورے فقیر ہوتے ہیں' مگر موسیٰؑ اور ہیں' خضرؑ اور۔ جس طرح حضرت سلیمانؑ پورے نبی ہیں مگر معمولی ہد ہد الگ علم رکھتا ہے' وہ ایک اور نوائے سرمدی ہے۔ انہی کے دربار میں اور آدمی بیٹھا ہے جو کہتا ہے تخت کیا چیز ہے' ہم علمِ کتاب رکھتے ہیں۔ وہ "دِگر" کتاب تھی۔ باطن کی کہانی الگ ہے۔ یہی نوائے سرمدی ہے۔

سوال :۔

اس کا مطلب ہے کہ انبیاء کے پاس بھی وہ علم نہیں تھا جو ان ہستیوں کے پاس ہوتا ہے؟

جواب :۔

یہ اللہ کے کام ہیں۔ کئی دفعہ ایسا ہوا ہے۔ اللہ نے فرشتوں سے کہا انی اعلم ما لا تعلمون یعنی جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ اور یہاں فرشتے ختم ہو گئے۔ آدم علیہ السلام لا تقربا ھٰذہ الشجرہ کا مقام نہیں پہچان سکے۔ گویا ان کو بھی معرفت اپنے حق کے مطابق نہ ہوئی۔ اگرچہ ان کو درجہ مل گیا اور ان کے مقام کی بلندی ہو گئی' کیونکہ معافی ہو گئی تھی۔

سوال :۔

مگر ان کو اسماء کا علم تو دے دیا گیا تھا۔

جواب :۔

اسماء کا علم تو دے دیا گیا تھا مگر پھر مشاہدہ باہر رہ گیا' مشیت باہر رہ گئی' امر باہر رہ گیا' مالک کی محبت باہر رہ گئی اور مالک خود باہر رہ گیا۔ اسم تو دے دیا مگر مسمیٰ باہر رہ گیا۔ یہ اللہ کے اپنے خاص کام ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے سوال کیا کہ "میں دیکھنا چاہتا ہوں موت اور زندگی" مقصد یہ کہ سارا علم کسی کو نہیں۔ اللہ تعالیٰ کافی علم دے دیتا ہے مگر بہت سارا علم وہ اپنے پاس رکھتا ہے۔ یہ ایک مقام ہے' سرکار ﷺ کی ذات گرامی کہ آپ ﷺ کے پاس وہ سارا علم ہے جتنا علم دنیا میں آیا اور جتنا علم دنیا میں آئے گا' جتنا نازل ہوا آپ ﷺ کے پاس ہے' جتنا نازل ہونا ہے آپ ﷺ کے پاس ہے۔

موت کا جو علم ہے' یہ علم نہیں آتا بندے کو۔ یہ ایسا مقام ہے کہ وہ اللہ ہے۔ اللہ محبت کرتا ہے' بہت کچھ کرتا ہے لیکن سجدہ ضرور کرا لیتا ہے۔ اللہ ہے ناں۔ کہتا ہے ٹھیک ہے آپ ﷺ محبوب ہیں لیکن ہمیں سجدہ کرانے کی خواہش ہے اور ہم نے سجدہ کرایا ہوا ہے۔

سوال :۔

اللہ کی ایک صفت ہے "علیم"۔ اس سے یہ شائبہ ہوتا ہے کہ وہ پہلے نہیں جانتا تھا' اب جاننے لگا ہے اور اگر یہ صفت اللہ کی نہیں ہے

تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ علم کیا ہے؟

جواب :۔

علم معلوم کو جاننے والا ہوتا ہے۔ معلوم فانی ہے' حادث ہے' معلوم سے باہر بھی معلومات ہیں ایک صفت دو ذاتوں میں ہو تو دونوں جگہ اپنا جلوہ الگ الگ دکھائے گی۔ "رؤف و رحیم" سرکار ﷺ کے لئے بھی ہے اور اللہ کے لئے بھی۔ علم ہے معلوم سے باخبر ہونا۔ تصوف یہ کہتا ہے کہ معلوم کی نفی کر دو۔ ہم معلوم سے متعلق کو علم کہتے ہیں' یہ تصوف سے پہلے کی بات ہے۔ جب تصوف میں داخل ہوتے ہیں پھر معلوم کی نفی کر دیتے ہیں۔ معلوم شے کی نفی کا نام ہے علم۔ علم اپنے معلوم سے بچنے کا نام ہے یعنی معلوم کو نکالتے جانے کا نام علم ہے۔ جب معلوم نکال دیا تو علم میں داخل ہو گئے۔ اگر معلوم دائرے کے اندر ہو تو جو دائرے کا محیط ہے وہ علم ہے اور دائرے سے باہر احساس جہالت ہے۔ جتنا دائرہ پھیلتا جائے گا' اتنا احساس جہالت بڑھتا جائے گا۔ علم اپنی لاعلمی کے احساس کا نام ہے۔ جس شخص کا اپنی لاعلمی کا احساس بڑھتا گیا' اس کا علم بڑھتا گیا اور جس کو معلوم پر فخر ہوتا گیا وہ علم سے محروم ہوتا گیا' تو معلوم پر فخر کرنا جہالت ہے اور نامعلوم کا احساس کرنا علم ہے۔ علم اس کے پاس زیادہ ہے جس کے پاس احساسِ لاعلمی زیادہ ہے۔ جس کے پاس معلوم کا احساس زیادہ ہو گا' وہاں جہالت زیادہ ہو گی۔

سوال :۔

اچھا جناب' جب یہ اہلِ تکوین بعض مقامات پر نہ سمجھ آنے والے

یعنی ہم ہیں تو تیرا ذکر ہو رہا ہے' ہم نہ ہوں تو تیرا ذکر کون کرے۔ یہ سب باتیں اللہ سے ہو سکتی ہیں۔ لیکن حضور پاک ﷺ حضور پاک ﷺ ہیں' وہاں پر بس خاموش۔

ادب گاہ ہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا نفس گم کردہ می آید

یہ ہے ولی کی تعریف' ولی علیؓ کے ساتھ ہے اور تصوف حضور پاک ﷺ کی غلامی کا نام ہے۔

سوال :۔

کشف و کرامات سے اتنا روکا کیوں گیا ہے اگرچہ یہ معجزے کی سنت ہے؟

جواب :۔

کرامت اور توجہ' حال کے ساتھ' انسانوں کے ساتھ' آنے والے کے ساتھ اور جانے والے کے ساتھ متوجہ کرتی ہے اور فقر متعلق کرتا ہے اللہ کے ساتھ۔ کرامت کو اس لئے منع کیا گیاہے کہ یہ صرف شوق پیدا کرنے کے لئے ہے۔ یعنی ابتداء میں کرامت دکھا دی گئی اور مشاہدہ کر دیا گیا اور جب وہ شخص یقین میں داخل ہو گیا تو پھر کرامت کی ضرورت ہی کوئی نہیں۔ کرامت حیلہ ہے لیکن جب وہ شخص Magnetic Field میں داخل ہو جائے تو پھر حیلہ واپس لے لیا جاتا ہے۔ اس لئے یہ ابتدائی سفر کی باتیں ہیں اور ترغیب دینے کا عمل ہے

فقرے کہہ دیتے ہیں یہ کیا مقام ہے؟

جواب :۔

مثلاً" ایک فقرہ عربی کا نہیں ہے' اور بزرگوں کے علم کو بد نما کرنے کے لئے بعد میں داخل کیا گیا ہے۔ تصوف سے آشنائی رکھنے والا کوئی شخص اگر حضور پاک ﷺ کی خاکِ راہ بن جائے تو اس کے لئے بہت کافی ہے۔ یہ ایک ایسا مقام ہے' ایسا راز ہے کہ جس مقام پر شان کی برابری کر دینا حبطت اعمالھم یعنی اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ گویا کہ حاسد لوگ' بزرگوں سے خود ساختہ باتیں منسوب کر لیتے ہیں۔ جب آپ الٰہیات سے وابستہ ہوں تو پھر آپ کہہ سکتے ہیں کہ میں خود ہی " وحدہ لا شریک " ہوں' اس لئے کہ آپ جیسا انسان کبھی آیا ہے نہ آئے گا' لا شریک تو ہیں۔ ایسی شکل ایک ہی بار آتی ہے' ہر شکل واحد ہے' وحدہ لا شریک ہے۔ واحد' مفرد۔ اس جیسا اور کوئی نہیں ہے۔ کوئی جب یہ کہے کہ میری شان سب شانوں سے بلند ہے تو بجا ہے لیکن میری شان حضور پاک ﷺ کا فیضِ نظر ہے۔ بس اس بات کا خیال رکھنا کہ آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی سے تعلق' ماتحت کا تعلق ہے۔ آپ حضور پاک ﷺ کی ذات کے حوالے سے بے حد محتاط رہنا۔

بزرگ کہتے رہتے ہیں کہ دنیا ہمارے بغیر مکمل نہیں ہوتی' ہم نے آ کر دنیا کو مکمل کیا۔

ہمارے دم سے تیری انجمن اب تک سلامت ہے
تمہارا تذکرہ باقی ہماری داستاں تک ہے

اور جو خود چلنے کو تیار ہے اسے کرامت کی ضرورت نہیں۔ اس نے جانا ضرور ہے۔

کوئی ہووے سیوں کشتی مہانا
اساں سر بھر ماہی دے دیس جانا

جانے والے نے جانا ضرور ہے۔ لوگوں نے جان دے کر ہجر پالا ہے۔ وصال دور کی بات ہے' جاں دے کر فراق کو پالا ہے۔ آج تک جتنے پلے ہیں فراق پلے ہیں' ابھی وصال نہیں دیکھا ہم نے۔ سارے معروف قصے فراق کے ہیں۔ وصال آگے ہے۔ وصال کا کوئی قصہ ہو گیا تو کہانی اور کی اور ہو جائے گی۔ ابھی وہ نہیں ہوا۔

سوال :۔

حضرت سلطان باہوؒ فرماتے ہیں مرشد وہ ہے جو مرید کا ہاتھ میں ہاتھ لیتے ہی سب بدل دے۔ کیا یہ ممکن ہے؟

جواب :۔

بالکل ممکن ہے۔ مرشد اگر چاہے تو پلک جھپکنے میں مرید کا دل تبدیل کر دے۔

بلھیا رب دا کی پاونا
ایتھوں پٹنا تے اتھے لاونا

وہ مرید کو ایسی توجہ کرتے ہیں کہ اسے یاد ہی نہیں رہتا کہ میں نے کیا کرنا تھا۔ مرید کی آرزو تو جڑ ہی سے اکھڑ چکی ہوتی ہے۔ مرشد اگر دنیا ہی

پوری کرتا رہے تو بات تو صرف دنیا تک ہی رہ جائے گا۔ بس اس کا رخ موڑنے کی بات ہے۔ دیکھو حضور پاک ﷺ کا واقعہ۔

آپ ایک دفعہ تشریف لے جا رہے تھے۔ گلی کے کونے پر ایک اونچا مکان بن رہا تھا۔ شام کو جب وہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کے لئے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے سلام کا جواب نہیں دیا۔ انہوں نے باقی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا بات ہو گئی۔ انہوں نے بتایا کہ جب تمہارے مکان سے گزرے تھے تو پوچھا تھا کس کا مکان ہے۔ وہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے اور مکان گرا آئے۔ واپس آئے' سلام کیا تو آپ نے فرمایا "تم یہاں رہنا چاہتے ہو ہم تو یہاں سے نکلنا چاہتے ہیں"۔ پھر وہ پیر ہی کیا جو مرید کو یہاں رہنے دے۔

سوال :۔

ایک راہ ہے عارف کا' دوسرا ہے عامل کا۔ اس دوراہے میں سے کون سی راہ افضل ہے۔

جواب :۔

عمل اور رمل منشائے قرآن نہیں ہر چند کہ قرآن میں عمل ہے اور رمل بھی نکلے گا۔ جب آپ عملیات کرتے ہیں تو اس وقت اپنی ذات کو ترک کر بیٹھتے ہیں۔ عمل ذریعۂ حصولِ شہرت و زر ہے۔ شہرت چاہے نیکی کی ہو' وہ نفس ہے۔ اس لئے عمل و عملیات کو نقصان کہا گیا ہے کہ یہ چیزیں تمہیں یہاں محجوب کر دیں گی اور دنیا دار کی وفا پر کبھی اعتبار نہ کرنا۔

صحابہ کرامؓ نے ایک مرتبہ عرض کی "یا رسول اللہ! ہم کس طرح دین سے محبت کریں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا "جس طرح دنیا دار دنیا سے محبت کرتا ہے"۔

دنیا دار کبھی نہیں چھوڑے گا دنیا کو۔ جس طرح نیک کی محبت نیکی کا راستہ بتائے گی' بد کے ساتھ چلو گے تو بدی پیدا ہو جائے گی۔ دنیا دار ایک بیماری ہے' چھوت کی بیماری۔ عملیات کرتے کرتے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو بیماری لگ جائے۔ آپ اس کے کام کرو گے' آسودگی پیدا ہو جائے گی' نذر آئے گی' نیاز آجائے گی' پیسہ آ جائے گا اور پھر وہ دنیا دار بعد میں آپ کو اپنے پاس بلا کے رکھ لے گا۔ With the Result کہ آپ کا اصل مقصد پیچھے رہ جائے گا۔ تو گویا ایک "عامل" کی نگاہ مخلوق کی طرف ہے اور عارف کی نگاہ خالق کی طرف۔ فیصلہ تیرے اپنے ہاتھ میں ہے۔ اس طرح دکان تو چل جائے گی مگر سفر رک جائے گا۔ محروم ہونے والے کا قصور کوئی نہیں' وہ تو صرف محروم ہے۔ عملیات سے بچ جانا چاہیئے۔ کسی عارف نے اس پر اصرار نہیں کیا۔ اگرچہ ہر عارف کے پاس "عمل" ہوتا ہے اور عامل کبھی عارف نہیں ہوتا۔ اگر انتخاب میں مجبوری ہے تو پھر تو وہ ہو جائے گا۔ اگر انتخاب میں ہوش قائم رہے تو پھر بچ جاؤ۔ نہ بچو تو پھر انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بچ سکتے ہو تو بچ جاؤ۔ جب تک ہوش سلامت ہے بچ جانے کی کوشش کرتے رہو۔ کسی عارفِ دین نے اس پر اصرار نہیں کیا اور ہر عارف کے پاس عمل ہوتا ہے اور عامل کے پاسِ عرفان نہیں ہوتا۔ عارف کے پاس "عمل" خود بخود آ جائے گا' اس کے پاس سارے لوازمات خود آ جاتے ہیں۔

سوال :۔

سوال یہ ہے کہ ایک تو صوت سرمدی باقاعدہ الاٹ ہوتی ہے' کچھ لوگوں کو اپنے شغل کے نتیجے میں یہ چیز ملتی ہے جیسا کہ خواجہ امیر خسروؒ نے نظم بھی کیا ہوا ہے' سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اہل تکوین کے علاوہ لوگوں کو جو کچھ مل جاتا ہے مثلاً ہندوؤں میں' سکھوں میں' عیسائیوں میں' وہ کس سنٹر سے یہ چیز حاصل کرتے ہیں؟

جواب :۔

وہ آواز کے ذریعے حاصل کرتے ہیں بلکہ آواز کے ساتھ مشاہدہ بھی پورا ہوتا ہے۔ ہر آواز جو ہے وہ Partial ہے' اس میں نفیری وغیرہ سب کچھ ہے۔ انسان کی آواز تمام آوازوں کا اجتماع ہے' تکمیل ہے سب کی۔ ہر شے اس میں ہے۔ اس لئے صوت کی جو ابتدائی آوازیں ہیں وہ اشیاء کی آوازیں ہیں' اجسام کی آوازیں ہو سکتی ہیں لیکن جس وقت مکمل ہو جاتی ہیں' اس وقت انسان کی آواز بن جاتی ہے۔ اور انسان وہ جو آپ کا فیض رساں ہے' اس کی آواز آئے گی یا پھر تمہاری آواز میں آئے گی۔ تاکہ تم غلطی نہ کرو کیونکہ صرف اسی طرح تم بچ سکتے ہو۔

سوال :۔

واردات جو ہے کیا یہ اپنی کوشش کے مطابق چلتی ہے ......

جواب :۔

نہیں' واردات خواہش کے مطابق نہیں چلتی۔

سوال :۔

لیکن جو شغل کے مطابق آتی ہے وہ ـــــ

جواب :۔

شغل آگے جا کے ختم ہو جاتا ہے' یہ داخلے کی حد تک ہے' آگے جو حاصل ہوتا ہے یہ تو اسے پتہ ہی نہیں ہے۔

سوال :۔

میرا مطلب ہے Clairvoyance وغیرہ ـــــ

جواب :۔

Clairvoyance وغیرہ جو ہیں ناں وہ نتیجے نکالتے رہتے ہیں۔ اس لئے تو کئی دفعہ غلطی کھا جاتے ہیں۔

سوال :۔

اس کا مطلب ہے کہ وہ ایک مقام پر Tune Up تو نہیں ہوتے' کبھی کوئی سٹیشن چل گیا ......

جواب :۔

ہاں! کبھی کوئی سٹیشن چل گیا۔ کبھی کوئی ریڈنگ لے لی۔ تبھی تو World کنفیوز ہوئی پڑی ہے۔ Clairvoyance والے صرف آدھی بات بتا دیتے ہیں۔

سوال :۔

میرا خیال ہے اس میں ارواح کا بھی تعلق ہے؟

جواب :۔

ارواح بڑی Confusing ہوتی ہیں۔ ارواح کا جب پتہ چل جائے کہ یہ وہ روح ہے تو اندر سے کچھ اور نکل آتی ہے۔ روح بن کے آ جاتی ہیں اور تمہیں دھوکا دیتی ہیں اور بڑا تماشہ لگاتی ہیں پھر۔ تم بلاتے کچھ اور ہو، آتا کچھ اور ہے۔ تم نے بلایا کسی گزرے بندے کو، مثلاً" میر صاحب کو، وہ روح کہے گی ہاں میں وہی انڈیا والا میر ہوں، یہ میرا شعر ہے۔ آگے کچھ اور بات کہہ جائے گا۔

ایک بزرگ امام مسجد تھے۔ رات کو وہ علامہ اقبال کے مزار پہ بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا جو Clairvoyance تھا۔ اس نے اقبال کے بارے میں بہت باتیں سنائیں۔ مولانا صاحب بڑے حیران ہوئے، باتیں سب صحیح تھیں۔ وہ بیان کرتا رہا کہ یہ ہے، وہ ہے، اقبال کو یہاں فیض ملا، وہاں سے فیض ملا۔ ان دنوں قربانی کا موسم قریب تھا یعنی عید قربان۔ مولانا نے کہا یہ بتائیں کہ قربانی کے بارے میں کیا حکم ہے۔ اس نے کہا قربانی کے بارے میں یہ حکم ہے کہ مسلمان پیسہ ضائع کر رہے ہیں اور اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ مولانا اس کی باتوں سے بہت متاثر ہو چکے تھے۔ کیونکہ سب باتیں حق تھیں۔ مولانا کو اس نے ذاتی پیغام بھی دیا کہ آپ کے ابا جان نے آپ کو پیسے دیئے تھے، مگر آپ نے فلاں جگہ خرچ نہیں کیے۔ ساری باتیں بالکل حقیقت تھیں۔ انہوں

نے قربانی کے خلاف اپنے خطبے میں بیان دے دیا۔ اور مسجد کی خطابت سے Suspend ہو گئے۔ اب یہ بیان مسلمانوں میں نہیں دینا چاہئے تھا کہ قربانی بے مصرف ہے اور ضیاع ہے۔

سوال :۔

جی اس وقت پوری تحریک چل پڑی تھی۔ اس کی کیا وجہ تھی؟

جواب :۔

ہاں تحریک چل پڑی تھی ..... آپ سمجھ نہیں رہے کہ اس کی کیا وجہ تھی؟ تحریک کی وجہ یہ تھی کہ کچھ روحوں نے آنا تھا۔ بس ان روحوں نے یقین دلا کے یہ غلطی کرا دی۔

These instruments of soul convince us in honest trifles and then they deceive us in the ultimate consequences

اس طرح یہ چھوٹی بات کا یقین دلا دیتے ہیں اور بڑی بات میں دھوکا دے جائیں گے۔ اس لئے ابتدائی طور پر Convince کرنے والی روحوں کا یہی فنکشن ہوتا ہے، خاص طور پر Evil Soul کا یہ فنکشن ہوتا ہے کہ اس کو یقین دلاؤ۔ وہ پہلے یقین دلاتے ہیں اور پھر اپنا کام کر جاتے ہیں۔

سوال :۔

ابتدائی باتیں صحیح ہوتی ہیں ان کی؟

جواب :۔

ساری باتیں ٹھیک ہوتی ہیں۔ ۹۱ بلکہ ۹۵ بلکہ ۹۹ باتیں ٹھیک ہوتی

ہیں ..... آخری بات غلط ہو گئی تو بات کیا رہ گئی۔ کہتا ہے ساری زندگی اچھی گزری ہے، صرف عاقبت ہی خراب ہوئی ہے۔ تو بات کیا رہ گئی۔

سوال :۔

شیکسپیر کا جو کیریکٹر تھا اس میں Witches نے ہی تو آخر میں مروا دیا تھا۔

جواب :۔

مطلب یہ کہ دو باتیں تو صحیح ہو گئیں اور تیسری غلط ہو گئی اور King کا Hereafter غلط ہو گیا۔ باطنی لوگ ظاہری طور پہ بھی اکٹھے ہو جائیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بہت عرصہ ہو گیا ہے لوگوں نے جلوہ نہیں دیکھا۔ اب جلوہ دیکھنا چاہیے۔ یقین کا جو علم ہے وہ ابھی تک مشاہدے میں نہیں آیا۔ آج کل اگر آپ کو یقین ہے تو یہ آپ کی اپنے ساتھ اپنی ذاتی مہربانی ہے اور اللہ کا فضل ہے۔ مقصد یہ کہ آپ کے ساتھ تعاون نہیں ہوا۔ آپ کو یقین کا چہرہ دکھایا نہیں گیا۔ آپ عبادت کرتے رہے ہیں لیکن آپ کو کوئی جواب نہیں ملا۔ یعنی آپ، جب کبھی عبادت کرتے رہے، آپ کو کوئی جواب نہیں ملا یعنی ایسا نہیں ہوا کہ کبھی عبادت جواب لائی ہو، یا کبھی دعا کے بعد فوری طور پہ جواب مل گیا ہو کہ جا ہم نے تمہاری دعا منظور کی یا چلو نا منظور کی۔ یہ جواب بھی نہیں ملا۔ ہم تو اب تک اس طرح وقت گزارتے آ رہے ہیں کہ

ان کی طرف سے آپ لکھے خط جواب میں

اس لئے ایک وقت آنا چاہئے کہ جس میں مشاہدہ ہونا چاہئے۔

سوال :۔

بالفاظ دیگر علم الیقین کو عین الیقین ہونا چاہئے۔

جواب :۔

عین الیقین ہونے والا ہے۔ جس کو پہلے بات سمجھ آجاتی ہے وہ پہلے بول پڑتے ہیں۔ تبھی تو کچھ لوگ بول پڑتے ہیں۔ ورنہ تو یہ ایک ایسا علم اور ایسی صداقت ہے جو اگر عام انسانوں کی سمجھ سے باہر ہو تو وہ حماقت بھی ہو سکتی ہے اور عرفان بھی ہو سکتی ہے۔ یعنی کہ اگر بیان کے ساتھ آنے والے واقعات Tally کر جائیں تو یہ عرفان ہے۔ آنے والے واقعات اس طرح نہ ہوں تو یہ وقت ضائع کرنے والی بات ہے' اس لئے آنے والے واقعات جو ہیں وہ مہربان ہیں کیونکہ کبھی بھی کسی قوم یا ملت پر اللہ کی طرف سے اس وقت تک گرفت نہیں آئی جب تک کہ وارننگ نہ آئے۔ وارننگ بشکل عرفان آئے گی اور مشاہدہ آئے گا۔ پھر اگر لوگوں کا یقین نہ ٹھہرا تو بستی اڑا دی جائے گی۔

سوال :۔

اس کا مطلب اتمام حجت کرنا ہے۔

جواب :۔

ہاں

سوال :۔

اس کا ابھی کوئی تعین تو نہیں ہوا۔

جواب :۔

نہیں۔ تعین نہیں ہوا۔ جس وقت آپ کے علم، یعنی دینی علم یا عرفانی علم سے اگر اگلا علم آپ کی سماعت میں آ جائے اور آپ کے سامنے آ جائے تو پھر دست برداری کر دینا۔ اگر انسان دست برداری نہ کرے تو پھر مقابلہ کرتا ہے اور مقابلے کے بعد ایک فیصلہ ہو جاتا ہے۔ جہاں دو علوم بیان ہو رہے ہوں، ٹکرا رہے ہوں وہاں پر مقابلہ ہوتا ہے اور پھر فیصلہ ہو جاتا ہے۔ ہندو بھی یہی کچھ کرتے تھے۔ مقابلہ کرتے تھے۔ پہلے زمانے میں جوگی بڑے نیک ہوتے تھے، جوگی نے جب دیکھا کہ اس کے علم کا نیچا ہو رہا ہے تو اس نے فوراً کہا میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ جوگی منافق نہیں ہوا۔ آج کے بندے کو آپ ہزار بار Convince کر لیں، وہ اپنی مرضی کرے گا۔ اس زمانے کے ہندو بھی بڑے نیک تھے۔ ہندو نے اسلام پہ ہمیشہ بہت احسان کیا ہے کیونکہ اس نے اسلام کو ہمیشہ خوراک دی، اپنے بندے دئے، ٹکراؤ دیا، Clash دیا اور اگر Clash کے بعد کوئی خوبی دیکھی تو تسلیم کر لیا۔ ہندو یہ کرتا رہا ہے۔ اب اسلام میں سب سے بڑی دقت یہ ہے کہ مسلمانوں کو اسلام پر شک پڑ گیا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ پہلے مشاہدہ ہو گا اور پھر اصلی محتسب آ جائے گا۔ مسلمان دنیا داروں کی طرح کامیاب نہیں ہوا، اور دین میں جو یقین کی دولت ہے وہ بھی مسلمان کو نہیں ملی۔ مسلمان اندر سے بھی آسودہ نہ ہوا اور وہ باہر سے بھی نہ ہوا۔ پھر عام مسلمان یہ کہہ سکتا ہے

کہ میری ناکامی کے اسباب میں سب سے بڑا اسلام ہے' حالانکہ اسلام ہی اس کی کامیابی کی وجہ ہے۔ تو نقص کیا ہو گیا ہے؟ مسلمان ہونے کے باوجود چوری یہاں ہو رہی ہے' گناہ یہاں ہو رہا ہے۔ کیوں ہو رہا ہے؟ یہاں ہندو تو کوئی نہیں ہے۔ تو پھر چوری کس نے کی؟ اگر مسلمان غیر مسلموں والے اخلاق سے بھی محروم ہو اور مسلمانوں والے اخلاق سے بھی محروم ہو اور مسلمان بھی کہلائے تو بات کیا بنی۔ مطلب یہ کہ اگر مسلمان کی تباہی اسلام کی تباہی بنتی جا رہی ہے تو کیا وہ اس کو چھوڑ دے گا؟ کیونکہ یہ تو مسلمان ہے اور کلام الہی اس کے پاس ہے' اگر یہ ڈوبتا ہے تو کلام اس کے پاس ہے۔ اب اللہ کہتا ہے کہ مسلمان میرا کلام چھوڑے اور سیدھا انسان ہو کے مرنا ہے تو مرے یا پھر کلام سے وابستہ ہو جائے۔ بادشاہ جھوٹا ہو اور اسلام کے نام پر قائم ہو تو اسلام کا کیا قصور ہے؟ اس لئے سچا اسلام جو ہے اس کی پہلی Requirement یہ ہے کہ مسلمان سچا ہونا چاہئے۔ مسلمان سچا ہے نہیں' مولوی سچا ہے نہیں اور بیان سچا اسلام ہو رہا ہے تو وہ کیسے اثر کرے گا۔ اللہ کے کلام کے بارے میں فرمان یہ ہے کہ لو انزلنا ھٰذا القرآن علی جبل الرئته خاشعا متصدعا من خشیه اللہ یعنی " اگر پہاڑوں پر یہ قرآن نازل ہو تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں "اور آج کل لوگ عدالت میں چند روپوں میں قرآن کی قسم کھا کے آ جاتے ہیں۔

سوال :۔

سر! پرانے زمانے میں اگر کوئی جھوٹا شخص قرآن کی قسم اٹھاتا تھا تو

اس کے ساتھ کچھ نہ کچھ ہو جاتا تھا۔ آج کل تو کچھ بھی نہیں ہوتا!

جواب:۔

اب کچھ نہیں ہوتا۔ پرانے زمانے میں تاثیر ہوتی تھی اور وہ شخص مرجاتا تھا۔ اس کا مطلب ہے قرآن کی تاثیر غائب ہو گئی ہے۔ یعنی کہ Withdraw کر لی گئی۔ مسجد کا جو مقام ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ نے آباد کیا تھا' اب منبر کی تاثیر Withdraw ہو گئی' خانقاہ کی تاثیر Withdraw ہو گئی۔ استاد کا وہ فیض Withdraw ہو گیا جو کہ شاگردوں میں چلتا تھا۔ استاد کے تصور سے جو علم چلتا تھا وہ بھی Withdraw ہو گیا۔ ماں باپ کی بزرگی اولاد کے سامنے Withdraw ہو گئی۔ پہلے بچے ڈرتے تھے' اب ماں باپ ڈرتے ہیں کہ بے وقوف اور بے ادب بچے پیدا ہو گئے ہیں' ان کو سمجھائیں تو کیا سمجھائیں۔ مطلب یہ کہ جو لحاظ ہوتا تھا ماں بیٹی کا' بیٹے باپ کا' وہ سارا اب ختم ہو گیا ہے۔ جتنے بھی ادارے تھے' The Institutions وہ سارے Corrupt ہو گئے ہیں یعنی کہ Fall ہو گئے ہیں۔ تو Institutions کا Fall آ گیا' استاد گیا' عالم دین گیا' سیاست دان گیا' لیڈر گیا' حاکم وقت گیا کہ جھوٹ بولتا ہے' رشوت لیتا ہے اور اپنا مرتبہ نہیں پہچانتا' مسجد گئی' خانقاہ گئی' پیر صاحب گئے' پیر صاحب کے خلیفے گئے۔ کوئی شعبہ اپنے مقام پہ نہیں رہا۔ کتاب لکھنے والا جھوٹی کتاب لکھ رہا ہے' نقل کر کے کتاب لکھتا ہے' کہتا ہے میں مصنف ہو گیا ہوں۔ چار کتابیں رکھ کے مصنف بن جاتا ہے' دو کتابیں مل جائیں تو دو کو ملا کے تیسری لکھ لیتے ہیں۔ اس لئے مصنف بھی Fall کر گیا

سوال :-

یہ جو سب کچھ ہو رہا ہے اہل باطن اس کو تبدیل کیوں نہیں کرتے!

جواب :-

اہل باطن یہ کہتے ہیں کہ ہر چیز مرضی کے مطابق ہو رہی ہے۔ سارے واقعات آپ کو بتانے کے لئے ہو رہے ہیں کہ تم لوگ اسلام کو اسلام نہیں مان رہے' مسجد اقصٰی کی کیا حالت ہے اور مسلمانوں کے واقعات کیسے جا رہے ہیں۔ یہ ہے موجود بات۔ اب باطن والے کیا کریں جب اللہ ہی نہ چاہے' باطن والے تو اللہ کے Instruments' Institutions ہیں۔ جب اللہ چاہے گا تو سارے باہر نکل آئیں گے یعنی کہ باطن والے مشیت کے برعکس نہیں چل سکتے۔ باطن ہے ہی یہی کچھ۔ اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہے کہ Adviser رکھے کہ چلو تم جو مرضی کرلو۔

سوال :-

یہ جو ہم نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے تو ان کے مطابق لگتا ایسے ہے کہ اہل باطن کی کوئی Body ہوتی ہے جو اپنے طور پہ کائنات کو Govern کرتی ہے۔

جواب :-

بالکل ٹھیک ہے' بجا ہے! جس طرح ستارے ہیں' یہ اس طرح Govern کرتے ہیں کہ ان کی اپنی کشش ثقل یعنی ستاروں کے درمیان جو Gravitational Force ہے اور جو ان کی Magnetic Field ہے' وہ Cover ہو گئی اور وہ چلتے جا رہے ہیں' یعنی اپنے اپنے مدار میں گردش کرتے جا رہے ہیں۔ کسی فقیر نے سورج کو اس طرح نہیں روکا ہے کہ دنیا یا کائنات کو تباہ کر دے۔ فلک کو تو رہنے دو اپنی جگہ پہ' آپ زمین کو لے لو' آپ نے کبھی یہ نہیں دیکھا ہو گا کہ ہمالہ جو ہے وہ سمندر میں جا گرا ہو۔ گویا کہ ان مظاہر فطرت میں بھی فقیر نے دخل نہیں دیا۔ آپ نے کبھی نہیں دیکھا ہو گا کہ ہندو کو دفن کیا گیا ہو اور مسلمان کا مردہ جلایا گیا ہو۔ گویا کہ اس Ritual میں بھی فقیر نے دخل نہیں دیا۔ آپ نے کبھی نہیں دیکھا ہو گا کہ اذان کے الفاظ بدلے ہوئے ہوں' وہاں بھی دخل نہیں دیا۔ آپ نے کبھی نہیں دیکھا ہو گا کہ ایک شخص بے چارہ بہت بیمار تھا اور مرنے لگا تو فقیر نے دخل دیا اور اس شخص کو دس سال کی Extension مل گئی ہو۔

سوال :۔

ویسے حضور کئی کتابوں میں یہ بھی ہے کہ فقیر نے زندگی کی Extension کرا دی!

جواب :۔

Extension جو ہے ناں وہ آپ کو بتانے کے لئے ہے ورنہ

Extension کوئی نہیں ہے۔ کوئی بھی قابل ذکر واقعہ کسی انسان نے آج تک نہیں کیا۔ انسان خود قابل ذکر ہوتا رہا ہے۔ کمال یہ ہے۔ یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ آپ کو بغیر کسی واقعہ کے اس نے قابل ذکر بنا دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ هل اتی علی الانسان حین من الدهر لم یکن شئی مذکورا کیا انسان کو یاد نہیں کہ اس پر ایک ایسا وقت بھی آیا تھا۔

When he was not a thing to be mentioned even.

آج آپ Mention ہو رہے ہو۔ اس بات کا شکر نہیں کرتے کہ آج تم شے مذکور ہو گئے۔ تو گویا کہ شے مذکور بنانے والا اللہ ہے! یہ تمہاری اپنی Achievement نہیں ہے۔

You are not your achievement تم خود ہی کسی اور کا By product ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنا نظام نہیں بدلنا۔ اس نے نظام نہیں بدلنا اور فقیر نے دخل نہیں دینا۔ بس! دخل دینے کا وقت اس وقت آئے گا جب دخل دیں گے' فریادیں کریں گے' شور مچائیں گے ..... جس وقت آگے گرفت کا وقت آئے گا' پھر شور مچے گا۔ مقصد یہ کہ اس طرح تو ساری دنیا کا نظام نہیں چل سکتا' جس طرح کہ آج کل چل رہا ہے۔ یہ لاٹھی اور بھینس کا چکر ختم ہو گا اور حق ثابت کرنا پڑے گا۔ ابھی آپ کو یہ سمجھ نہیں آئے گا' جلوہ آپ نے دیکھا نہیں ہے۔ اب یہ جلد ہی ہونے والا ہے۔ یہ Before the end of this century. ہو جائے گا۔

سوال :۔

یہ امام مہدیؑ کا جو تصور ہے وہ روحانی ہے یا جسمانی؟

جواب :۔

روحانی نہیں جسمانی ہے۔

سوال :۔

کیا وہ ایک فرد ہیں؟

جواب :۔

ہاں فرد ہیں۔

سوال :۔

امام کسے کہتے ہیں؟

جواب :۔

جس کی لیڈر شپ آپ ایمان کے ساتھ قبول کرو۔ دین کے ساتھ قبول کرو۔ جو آپ کو حاضرو موجود سے بیگانہ کرے۔ آپ اپنا یقین بحال رکھو اور یقین قائم رکھو۔

آپ ہی کسی کی دعا کا اثر ہو۔ یہ دور ہی کسی کی دعا کا اثر ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بات اب ہمارے بس کی نہیں رہ گئی۔ بات اب اس کے بس کی ہے' انشاء اللہ ہر چیز ضرور ٹھیک ہو جائے گی۔ کچھ عرصہ بعد کی تو بات ہے۔

صلی اللّٰہ تعالی علی خیر خلقه و نور عرشه افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا شفیعنا سیدنا و مولانا محمد و آله واصحابه اجمعین آمین۔

۱ کیا ہمارے بس میں ہے کہ ہم اپنے آپ کو پہچان سکیں؟

۲ اگر ہم خود کو پہچان لیں تو کیا اللہ کے بارے میں اندازہ سکتے ہیں؟

۳ انسان سمجھ دار تو ہے لیکن اتنی دیر سے کیوں سمجھتا ہے؟

۴ اپنی ذات کے ساتھ صلح کیسے کی جا سکتی ہے؟

۵ ہم اللہ کے راستے میں کس حد تک اور کیسے خرچ کریں؟

۶ ملک کے حقوق کے خلاف ہم سے جو کوتاہیاں ہوئی ہیں ان کا مداوا کیسے کریں؟

۷ ہم روز مرہ زندگی میں کسی کی زیادتی کیسے معاف کریں اور ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

۸ آپ نے فرمایا ہے کہ مسائل کو نظرانداز کر دیں تو مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ اس سے کیا مراد ہے؟

۹ سر! کتابوں میں کتنا علم ہے؟

۱۰ تباہی سے کیا مراد ہے؟

سوال:

کیا ہمارے بس میں ہے کہ ہم اپنے آپ کو پہچان سکیں؟

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے "ہمارے بس" کی بات کی ہے تو "ہمارے" کا سوال نہیں بنتا بلکہ "میرے" کا سوال بنتا ہے۔ یعنی آپ اپنے بارے میں پوچھیں۔ کون سی چیز ہے جو انسان کے بس میں ہے؟ اور کون سی چیز ہے جو انسان کے بس میں نہیں ہے' اسی "بس" اور بے بسی کے درمیان ہی سارا سفر ہے۔ کون سا انسان کس مقام پر گرتا ہے اور کون سا انسان کس مقام پر بچ جاتا ہے؟ یہ پورا سفر ہے جو انسان "احسن تقویم" سے "اسفل السافلین" تک پورا کرتا ہے۔ انسان نے گرنا ہے' انسان نے تسلیم بھی کرنا ہے اور انسان نے جھگڑا بھی کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی خیال میں کوئی اچانک چیز ڈال دی ہے اور وہ Visible نہیں ہے۔ انسان جو ہے اللہ کے ساتھ جھگڑا کرتا رہتا ہے' انسان اللہ کی بات مانتا رہتا ہے' انسان عبادت کرتا ہے' انسان بغاوت کرتا ہے۔ انسان پہچانتا

ہے اور انسان نہیں پہچانتا۔ انسان سارے کام کرتا ہے۔ کون سا کام ہے جو انسان نے نہیں کیا۔ یہ ہے ساری Range جس میں انسان سفر کرتا ہے' قیام بھی کرتا ہے' منزلیں طے کرتا ہے' منزلوں سے فرار بھی کرتا ہے' انسان نخلستان کا پڑاؤ بھی ہے' صحرا کی دھوپ بھی ہے۔ انسان ایسا انسان ہے۔ اب اس انسان کے اندر یا اس کے سفر کی Range میں کون سا انسان کیا کرتا ہے؟ یہ سوال ہے۔ اسی کا نام ہے سفر اور وہ اسی قدر دنیا میں مبتلاء ہے۔ سب کو پتہ ہے کہ انسان نے زندگی سے موت تک کا فاصلہ طے کرنا ہے۔ تقریباً" ہر ایک کو پتہ ہے کہ انسان نے زندہ رہنا ہے اور کچھ عرصے کے بعد اس نے مر جانا ہے۔ اس مر جانے کی خبر کے باوجود زندہ رہنے کی تمنا اس کے اندر آخری دم تک Allure کرتی رہے گی۔ ڈاکٹر خاموشی سے اس کو جتا رہے ہیں کہ وقت ختم ہو رہا ہے' پھر بھی اونچا اونچا بولے گا۔ یہ انسان کی خوبی ہے۔ اسے کوئی کہتا ہے کہ آپ اب کلمہ پڑھ لو تو وہ کہتا ہے کہ پاگل ہو' ابھی سے کلمہ پڑھا رہے ہو' ابھی میرا وقت نہیں آیا۔ تو یہ انسان کا عالم ہے۔ اسی عالم کے اندر اس کی ایک معمولی سی زندگی ہے۔ آپ اپنی ذاتی زندگی دیکھو۔ کیا اس چھوٹی سی بے ربط زندگی میں آپ کبھی روئے ہیں؟ یہ دیکھنا چاہیئے کہ آپ کب روئے ہیں؟ کیا آپ کبھی خوش ہوئے ہیں؟ کبھی آپ کے پاس ضرورت سے زیادہ پیسہ آیا ہے؟ کبھی آپ کے پاس ضرورت سے کم پیسہ ہوا ہے؟ کبھی آپ نے اپنے آپ سے فرار کرنا چاہا؟ کبھی آپ نے اپنے آپ پہ راضی ہونا چاہا؟ کبھی آپ اپنے گھر میں سکھی رہے ہیں؟ کبھی دکھی رہے ہیں؟ اب آپ کو کیا کہا جائے کہ آپ کیا ہیں؟ کچھ بھی نہیں کہہ سکتے۔ دیکھنا یہ

ہے کہ آپ کی کون سی صفت آپ کی باقی صفات پر اتنی غالب ہے کہ
ں صفت کے حوالے سے آپ پہچانے جائیں۔ یہ بات ضروری ہے۔
پ میری بات پہ غور کر رہے ہیں؟ آپ کی کون سی صفت آپ کی
ندگی کی باقی صفات کی وسیع اور بے ترتیب Range کے اندر اتنی
ایاں ہے کہ آپ اس صفت کے حوالے سے Locate ہو جائیں۔
شلاً" ایک آدمی کہتا ہے کہ وہ سیٹھ صاحب ہیں۔ حالانکہ ہزاروں اور
آدمی سیٹھ ہیں لیکن ہزاروں شخصیات کے باوجود شخصیت کے حوالے سے
وہ سیٹھ کیوں پہچانا جاتا ہے۔ تو اس شخص کی یہ صفت اس کی باقی صفات
سے ممتاز ہو گئی ہے۔ لہٰذا دیکھنا یہ ہے کہ آپ کی صفات آہستہ آہستہ دم
توڑتے توڑتے کس طرح آپ کی ایک نمایاں صفت کو پالتی رہتی ہیں۔ تو
وہ صفت آپ کا حوالہ بن جاتی ہے۔ بزرگ لوگ اس بات کو یوں
سمجھاتے ہیں' کہ باقی صفات پہ لکڑیاں جلتی رہتی ہیں اور ہنڈیا ایک صفت
کی پکتی رہتی ہے اور اس صفت کے حوالے سے انسان خوشبودار ہو جاتا
ہے۔ جنہوں نے کچھ بھی نہیں کیا اور ہر صفت کا ہر دوسری صفت کے
ساتھ Compromise کیا' وہ برابر برابر مر گئے۔ برابر کا معنی؟ یعنی کہ
انہوں نے کسی ایک صفت کو نمایاں حوالہ نہیں دینے دیا۔ یہ ہے Common
man کی Common Lot۔ یہ ہے عام آدمی کا عام مقدر کہ اس
نے کچھ کھایا' کچھ پیا' چلا پھرا' کچھ ادھر ادھر کیا' استغفار پڑھتے اور کلمہ
پڑھتے آگے نکل گیا۔ یہ ایک عام آدمی کی بات ہے اور عام مسلمان کی
بات ہے۔ بزرگوں نے کہا نماز پڑھ لو تو وہ کہتا ہے پڑھ لوں گا' اور نماز
پڑھ لی' کوئی نیکی کر لی' کوئی عقل اور ہوش کی بات کر لی۔ یہ تو

Common آدمی کی بات ہے اور Common مسلمان کی بات ہے کہ اس کے پاس پیسے آ گئے ہیں تو حج کر لیا۔ یہ ہے Common Lot کی بات۔

کچھ لوگ خصوصیت کے ساتھ ایک صفت پہ چل پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ I want to know myself' تو ایسا آدمی جو اپنے آپ کو جاننے کے سفر پر روانہ ہو' اگر وہ باقی صفات کے ساتھ Compromise کرلے گا تو وہ جھوٹا ہو گا۔ مثلاً" آپ پہاڑ کی چوٹی پر جانے والے ہیں' لیکن راستے میں بیٹھ گئے ہیں تو سفر کھوٹا ہو گیا۔ اگر آپ لوگ کہیں فتح کرنے جا رہے ہیں' وہاں تو زندگی اور موت کا معاملہ ہوتا ہے اور آپ راستے میں رک جائیں تو سب ختم ہو جائے گا۔ اگر عام طور پر Social Activity کرنے والا انسان اپنی پہچان کے سفر پر روانہ ہو جائے تو وہ جھوٹا ہو کے مر جاتا ہے۔ پہچان کے اس بڑے سفر میں چھوٹی ضروریات بلکہ چھوٹے فرائض بھی Matter نہیں کرتے۔

یہاں آ کے فرق پڑ جاتا ہے۔ جو لوگ

جنونی ہو جاتے ہیں یا مجذوب ہو جاتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ یہاں پر بڑے فرائض بھی Matter نہیں کرتے۔ وہ یاد میں اس طرح کھو جاتے ہیں کہ عصر کا ٹائم ہو گیا اور اذان بھی ہوئی مگر اس نے نماز نہیں پڑھی۔ اب یہ جو کچھ لوگ ہیں وہ خیال میں ایسے گم ہو جاتے ہیں کہ کسی بات کا ہوش نہیں رہتا۔ وہ جس کے خیال میں گم ہوتے ہیں اگر وہ کبھی پاس سے گزر بھی جائے تو انہیں پتہ نہیں چلتا۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ تیری تلاش مجھے اس مقام پر لائی ہے کہ جہاں میں تیری ملاقات سے بھی بے نیاز سا

ہو گیا ہوں۔ وہ کہتا ہے کہ پہلے تیری تلاش میں اپنے آپ سے بے نیاز ہوا اور اب تیری تلاش میں تجھ سے بھی بے نیاز ہو گیا ہوں۔ یہ خطرناک سفر ہے۔ اب آپ دوبارہ سوال کریں!

سوال:

میں یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا میں خود کو پہچان سکتا ہوں؟

جواب:

آپ کو اس کی کیا ضرورت ہے؟ یہ پہچانئے کہ آپ کو اس امر کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ ضرورت یوں پیش آئی ہے کہ جو آپ کی زندگی ہے، وہ آپ کو پسند نہیں ہے۔ انسان اپنی زندگی میں اگر مطمئن ہو، تو یہ پہچان کافی ہے کہ آپ مطمئن جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر کی پہچان یہ بہت کافی ہے کہ وہ مریضوں کا علاج معالجہ کر رہا ہے۔ اور اپنے آپ کو پہچاننے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی موجودہ زندگی کے علاوہ بھی کچھ اس کے پاس ہو۔ تو پہلا کام یہ ہے کہ موجود زندگی کو منسوخ کرنا پڑے گا۔ اگر موجود زندگی کو منسوخ کرنے کی ہمت نہ ہو، تو پہچان کا سفر اتنا ہی مشکل ہے جتنا ماؤنٹ ایورسٹ پر جانا۔ اب آپ سوچ لو کہ آپ پہچان کیا رکھتے ہیں اور آپ کیا پہچاننا چاہتے ہیں۔

سوال:

حضور! یہ بھی کہتے ہیں کہ جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا، تو اگر ہم خود کو پہچان لیں گے تو اللہ کے بارے میں صحیح

اندازہ لگالیں گے۔

جواب :۔

اللہ کی ذات کو چھوڑیں۔ وہ تو ایک ذات ہے۔ اور آپ کو پتہ نہیں کہ وہ Abstract ذات ہے کہ Concrete ذات ہے۔ وہ اور بات ہے۔ جتنے بھی اس کے Attributes یعنی صفات ہیں، وہ سب اپنی تھوڑی تھوڑی Dimension میں انسان کے پاس موجود ہیں۔ مثلاً" ایک صفت ہے ربوبیت اور وہ رب ہے یعنی پالنے والا۔ آپ خود پالتے رہتے ہو، اپنے آپ کو بھی، اولادوں کو بھی، بلکہ غصے کو بھی پالتے رہتے ہو نعوذ باللہ من ذلک، آپ میں غصہ Nourish کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح اور چیزیں پالتے رہتے ہو، محبت، Lust، Ill - will، پیسہ، دولت وغیرہ۔ تو رب کا معنی یہ بھی ہے کہ کسی کام کا انچارج انسان۔ یوسف علیہ السلام کے قید خانے کا جو جیلر تھا اسے بھی "رب" کہا گیا یعنی "رب السجن"۔ "ربّ السّجن" کا مطلب ہے قید خانے کا رب۔ تو گویا کہ "رب" والی یہ صفت آپ جانتے ہو۔ مسجود تو اللہ ہی رہے گا۔ سجدے کی اہمیت آپ جانتے ہو۔ کبھی کبھی انسان کو بھی مسجود بننے کی خواہش ہوتی ہے مثلاً" ایک آدمی آیا اور السلام علیکم کہا اور اس نے سر جھکایا اور آپ کے سر کے اندر وہ اکڑاہٹ رہی اور سلام کا جواب دینے کی بھی نوبت نہ آئی۔ تو یہ ایک قسم ہے مسجود بننے والی۔ اب اس میں دوسرے کو Prostrate کرانا تو نہیں ہے لیکن سجدے کی ایک قسم ہے کہ وہ شخص آپ کے سامنے جھک جائے۔ جو بڑے بڑے لوگ ہوتے ہیں وہ

عام طور پر چھوٹے چھوٹے لوگوں کو سلام کرنے پر مجبور کرتے ہیں' یہ ہوتی ہے "انا"۔ تو اللہ تعالیٰ کے اپنے نام کی تمام صفات جو ہیں' آپ کے اندر موجود ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ اللہ وسیع ہے اور آپ بہت محدود ہو۔ اللہ غفورالرحیم ہے۔ اور اگر تم معاف کرنا شروع کر دو' کوئی بخشش والی بات کر دو' اگر کوئی یہ کہے کہ ہم نے آج تک کسی کو سزا نہیں دی تو اس میں معافی کی صفت پیدا ہو جائے گی۔ "رؤف الرحیم" اللہ تعالیٰ ہے اور اس نے یہ لفظ اپنے لئے خود ہی استعمال کیا ہے۔ اور اپنے محبوب ﷺ کے لئے بھی کہا ہے کہ وہ رؤف الرحیم ہیں یعنی کہ آپؐ بھی رؤف الرحیم ہیں۔ رحیم کا لفظ اللہ کی اپنی صفت ہے اور اللہ نے اپنی صفت جو ہے اپنے محبوب ﷺ کو دے دی۔ تمام زندگی میں آپؐ نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ تو اپنی ان صفات کو پہچانیں۔ تو پہچاننا کس کو ہے،اپنے آپ کو اگر آپ' کبھی اپنے آپ کو دیکھنے کی نیت سے' اپنے روبرو حاضر ہوں تو پہلا کام یہ ہے کہ آپ جتنے لوگوں سے اور جتنی Activities کے ساتھ وابستہ ہیں' سب کو ترک کر دو۔ ورنہ آپ اپنے روبرو آ ہی نہیں سکتے۔ صرف آئینے کی بات ہے کہ جب آئینے کے سامنے آپ محو ہوتے ہیں تو اس وقت آپ دوسرے کام نہیں کر سکتے' اس وقت آپ بڑے مجبور ہوتے ہیں اور آپ اپنے خیال میں اس طرح گم ہو جاتے ہیں کہ پتہ نہیں چلتا کہ اب کیا سے کیا نظر آنا شروع ہو گیا ہے۔ یہ ایسی حالت ہے کہ تن ہر چیز سے کٹ جاتا ہے۔ اپنے سامنے آنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے علاوہ ہر چیز کے سامنے سے ہٹ جاؤ اور جب آپ اپنی آنکھ کو مشاہدہ کرنے والے Instrument کے طور پر

پہچاننے میں کامیاب ہو گئے' اور آپ کی آنکھ شاہد بن گئی تو پھر آپ نے مشاہدات دیکھ لئے اور مشاہدات کو پیدا کرنے والے کو دیکھ لیا اور یہ دیکھ لیا کہ اللہ نے کیا کیا پیدا کیا ہے۔ پھر یہ دونوں چیزیں بعد میں آپ کو دیکھتی ہیں اور یہ دیکھتی ہیں کہ اللہ نے آپ کے اندر آنکھ پیدا کی ہے۔ اس کے دیکھنے کے لئے رنگ پیدا کیا ہے۔ پیدا کرنے والے کا اپنا ہی کھیل ہے۔ یہاں سے پہچان کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ تو پہچانا کس کو آپ نے؟ آنکھ کو' ملا کون؟ آنکھ پیدا کرنے والا اور نظارہ پیدا کرنے والا بلکہ آپ کی آنکھ پیدا کرنے والا اور محبوب کا چہرہ پیدا کرنے والا۔ وہ کبھی یہ چیز پیدا کرنے والا ہے اور کبھی اس کو پیدا کرنے والا ہے۔ یہ عجب بات ہے کہ دل میرا ہے اور آرزو تیری ہے۔ یہ عجب کھیل ہے کہ دلبر بھی وہ خود ہے اور دلبری بھی وہ پیدا کرتا ہے اور آپ کو چاہنے والا بھی وہ بناتا ہے۔ تو کھیل سارا اس کا ہے:

وحدت کے ہیں یہ جلوے نقش و نگار کثرت
گر سر معرفت کو پاوے شعور تیرا

مطلب یہ ہے کہ پہلے آپ نے اپنے آپ کو پہچانا اور پھر اپنے مالک کو پہچان لیا۔ اپنے مالک کو انسان ایسے پہچانتا ہے کہ اپنی حالت دیکھ کر کہتا ہے "یہ کیا ہے کہ ساری دنیا کو اس نے محتاج نہیں بنایا اور مجھے محتاج بنا دیا یعنی کہ ہماری کوئی بات نہیں پوری ہو رہی اور لوگوں کی ساری باتیں پوری ہو رہی ہیں"۔ کچھ وقت کے بعد آپ کی سمجھ میں آئے گا کہ میری آرزو جو ہے وہ میرے لئے نقصان دہ ہے۔ پھر جہاں آپ

ناراض تھے وہیں پہ آپ شکر ادا کرنے لگ جاؤ گے کہ یااللہ تیری مہربانی ہے' تو نے ہمیں بچا لیا ہے۔ تو اپنے آپ کو پہچاننا' دراصل اپنے بنانے والے کو پہچاننا ہے اور یہ پہچاننا ہے اپنی آرزوؤں کے حوالے سے' اپنے حاصل کے حوالے سے' اپنی محرومیوں کے حوالے سے' اپنے یاروں کے حوالے سے' اپنے اغیاروں کے حوالے سے' اپنے چاہنے والوں کے حوالے سے اور اپنے چاہے جانے والوں کے حوالے سے۔ آپ کی زندگی میں آپ کا اتنا ہی کچھ ہے جس سے آپ کا تعلق ہے۔ باقی سارا جو ہے وہ نظر نہ آنے والا نظارہ ہے۔ اس میں آپ کا حصہ نہیں ہے۔ سارے بازار بھرے بازار ہیں اور جب آپ بازار گئے تو سارے بازار میں صرف آپ کے لئے وہی چیز ہے جو آپ نے خریدی ہے۔ باقی تو صرف منظر ہی ہے۔ جو خریدنا تھا وہ آپ کا کام تھا یا جو دوست آپ کو وہاں ملا تھا وہ آپ کا منظر ہے۔ بلکہ اسے کہتے ہیں کسی چیز کا پا کر کھونا' سربازار ملاقات ایک عجب بات ہوئی' یعنی کہ پا کر کھو گئے' اس کو بازار میں ملے اور وہ بازار کی بھیڑ میں گم ہو گیا اور کھو گیا۔ تو یہ جو آپ کے سامنے منظر ہوتا رہتا ہے یہ سارا اپنے آپ کی تلاش کا سفر ہے اور اپنے مالک کے پاس پہنچنے کا سفر ہی۔ جس نے اپنی پہچان کو مالک کی پہچان کا ذریعہ نہ بنایا' وہ پھر آدھے راستے میں گم ہو گیا۔ جیسے کہانیوں میں بتایا جاتا ہے کہ پیچھے سے آواز آئی اور اس نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو پتھر ہو گیا۔ کہتے ہیں انسان کا خون کب سفید ہوتا ہے؟ جب وہ اپنے چہرے کی سرخی پر مست ہو جائے۔ انسان اس وقت پاگل ہو جاتا ہے جب اپنی تعریف میں گم ہو جاتا ہے۔ سمجھو کہ اس وقت برباد ہو گیا۔ اگر انسان دوسرے کی تعریف میں گم ہو گیا تو

تھوڑا سا کمزور ہوتا ہے کیونکہ صنعت دیکھی ہے اور صانع نہیں دیکھا۔ سیانے لوگ وہ ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ کارخانے کی بات چھوڑو' یہ بتاؤ کہ بنانے والا کون ہے اور کارخانہ کس کا ہے۔ کہتا ہے صرف کارخانے کی تعریف کرنا جو ہے یہ بے ایمانی ہے۔ تو پہچان والے صنعت گر کو دیکھتے ہیں۔ اپنی تلاش دراصل اس کی تلاش ہے۔ اپنی تلاش دراصل ہے ہی اسی کی تلاش۔ اور پھر سلسلے سے سلسلہ ملتا جاتا ہے۔ ورنہ تو اپنی تلاش ہے ہی کوئی نہیں۔ بلکہ اس کی تلاش ہی اپنی تلاش ہے۔ اس کی تلاش میں جب بھی وہ ملے گا تو تمہیں اپنا ہی کھوج ملے گا' وہ تو ملے گا ہی نہیں۔ اس کے نام پہ تلاش کرو یا اپنے نام پر تلاش کرو' تلاش ایک ہی ہے۔ تو مسافر نے سفر کو بھی پہچاننا ہے اور سفر ہی اس کی منزل ہے۔ منزل پر پہنچ کر نیا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ ونئے سفر کے بعد ایک منزل آتی ہے اور ایک منزل کے بعد دوسرا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ گویا آپ کا سفر کیا ہے؟ سفر کے بعد منزل اور منزل کے بعد سفر اور سفر کے بعد پھر منزل۔ منزل در منزل اور سفر در سفر آپ چلتے جا رہے ہو۔ تو یہ ہے آپ کی کہانی۔ مالک کی بات یہ ہے کہ زندگی میں سفر ہو' موت میں سفر ہو ' اپنا سفر ہو' باطن کا سفر ہو' ظاہر کا سفر ہو۔ اگر آپ ظاہر کا سفر کریں گے تو کون سا سفر کریں گے؟ اپنی پہچان والا۔ اگر کوئی کہے کہ میں دنیا میں تلاش کرنے جا رہا ہوں تو تلاش کس کی ہے؟ اپنی۔ جا کہاں رہا ہے؟ دنیا میں۔ عجب بات ہے کہ اپنی تلاش کر رہا ہے اور دنیا میں جا رہا ہے۔ مثلاً" انسان ایک جگہ گیا اور وہاں بادشاہ کا محل یا قلعہ تھا۔ یہاں کون تھا؟ کہتا ہے یہاں بادشاہ سلامت رہتے تھے۔ اب یہاں ویرانیاں' بربادیاں' الو

اور چمگادڑیں ہیں، پہلے یہ بادشاہ کا محل تھا۔ آپ تھوڑا سا غور کرو اور اگر Wheel of time کو آپ واپس کر سکو اور بادشاہ کا وہ منظر آپ کے سامنے آ جائے تو پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی کہ بات ہے کیا اور قصہ کیا ہے! کتنے ہی باغ جہان میں لگے اور لگ کے سوکھ گئے کیا سے کیا واقعہ ہو گیا۔ اور تو کون سے باغ کی مولی ہے۔ آج کا انسان دراصل سارے ماضی کے کروڑہا زمانوں کے اندر کھڑا ہوا ہے اور اسے پتہ نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ تو اپنی تلاش میں باہر کا سفر بھی آپ کو اپنے روبرو کرے گا۔ تلاش کرتے کرتے جہاں آپ تھک جاؤ گے، بے بس ہو جاؤ گے، آپ کہو گے کہ بس اخیر ہو گئی، آگے سفر نہیں ہے۔ حالانکہ دنیا کا سفر ختم نہیں ہو گا، جس طرح پرندہ ہوا میں اڑتا جائے، ہوا ختم نہیں ہو گی اور مچھلی سمندر میں تیرتی جائے تو سمندر ختم نہیں ہو گا۔ انسان کائنات میں چلتا جائے، چلتا جائے، جہاں وہ بے بس ہو گیا، وہاں اس کی کائنات ختم ہو گئی۔ حالانکہ کائنات کبھی ختم نہیں ہوتی۔ یہ ہے اپنے سفر کی پہچان۔ کچھ لوگ کہتے ہیں اپنی پہچان دراصل اپنی قبر کی پہچان ہے۔ آج ہم جلوہ گر ہیں، زمین ہے، مکان ہے، سامان ہے، کئی طرح کے واقعات ہیں اب آپ اس میں اپنی قبر کے لئے ایک جگہ بنا لو آپ کی یہ جگہ کہاں پر ہے؟ آپ کو یہ پتہ ہونا چاہئے بلکہ اس کا مشاہدہ ہونا چاہئے، صرف یہ نہیں کہ جہاں اولاد چھوڑ آئے گی وہاں پر قبر ہو گی۔ اولاد کا کیا پتہ کہ اس دن کہاں چھوڑ آئے، آپ خود ہی اپنے آپ کو وہاں چھوڑ آؤ۔ جس کو یہ یقین ہو گیا کہ وہ جگہ اس کا آخری مقام ہے اور وہ اس کو پہچان لے تو سند ہو گئی اور یوں اپنی پہچان شروع ہو گئی کہ یہ میرا اصلی

مقام ہے' یہ میرا آغاز ہے' یہ میرے راستے کا سفر ہے' میرے پاس آنسو ہیں' اتنی ہماری خوشیاں ہیں' یہ حاصل ہے' یہ محرومیاں ہیں' اتنے سجدے ہیں' تو پھر یہ مالک کا سفر ہے۔ دل کا سفر بھی مالک کا سفر ہوتا ہے کہ آپ کے دل کی رغبتیں کیا ہیں۔ اپنی پسند اور ناپسند کو دریافت کرو۔ یہاں سے پتہ چل جائے گا کہ آپ کس کے روبرو جا رہے ہو' دل کی چاہتیں کیا ہیں' دل کی رغبتیں کیا ہیں' آنکھ کا نظر آنا' منظر کو دیکھنا' کیا پسند ہے؟ کیا ناپسند ہے؟ زبان چاہتی کیا ہے؟ کھاتی کیا ہے؟ پیتی کیا ہے؟ جھوٹ کتنا ہے؟ سچ کتنا ہے؟ ذائقہ کتنا ہے؟ امانت کتنی ہے؟ خیانت کتنی ہے؟ مالک کا سارا سفر یہی ہے۔ ایک بار آنکھ کے ذریعے مشاہدہ کرو کہ یہ کیا کیا تماشے کرتی ہے۔ اور یہ آنکھ ایک روز آپ کو مالک کے روبرو لے جائے گی۔ اپنی کھوج کیا ہے؟ اپنے قواء کی کھوج اور اپنے حالات کی کھوج۔ کبھی اپنے ہاتھ کا مشاہدہ کرتے جاؤ کہ یہ دن بھر کیا کیا واقعات کرتا ہے۔ کبھی یہ بے جان اور معصوم ہاتھ بول پڑے گا تو آپ کانوں کو ہاتھ لگاؤ گے۔ یہ ہاتھ بتائیں گے کہ آپ نے کیا کیا لکھا ہے؟

اور تم نے کیا کیا واقعات کئے؟ یہ سارا سفر جو ہے اپنے مالک کا ہے۔ تو اپنی پہچان کا سفر' اپنے باطن کی پہچان کا سفر ہے۔ باطن کی پہچان بالکل Independent نہیں ہے' دل کا سفر دلبر کے ساتھ ہے' آنکھ کا سفر نظارے کے ساتھ ہے' آپ کی زبان کا سفر ذائقے کے ساتھ ہے یا گویائی کے ساتھ ہے' کان کا سفر نغمے کے ساتھ ہے' ایسے کان جو زیور کے لئے ہوں وہ اپنی ذات کا سفر نہیں ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ کان جو ہے یہ نغمے کا سفر ہے اور آواز کا سفر ہے یعنی:

از کجا می آید ایں آواز دوست

کہ دوست کی آواز کدھر سے آ رہی ہے۔ تو کان کسی کی آواز کا سفر ہے۔ تو آپ کی ذات ساری کی ساری کسی اور پر دارومدار کر رہی ہے۔ آپ زبان رکھتے ہوں اور اگر دنیا کے کان بند ہو جائیں تو آپ کی زبان بیکار ہو جائے گی۔ اگر آپ کے کان موجود ہوں اور بولنے والا کوئی نہ ہو تو پھر آپ پاگل ہو جائیں گے۔ اگر آنکھ موجود ہو اور نظارہ ہی کوئی نہ ہو' پھر تو پریشانی ہو جائے گی۔ اگر دل چاہنے والا ہو اور محبوب نہ ہو تو پھر آپ کی حالت بگڑ جائے گی۔ تو یہ سارا سفر کیا ہے؟ اور سارا سفر کس کا ہے؟ یہ سارا اللہ کا سفر ہے۔ بنانے والے نے کھیل ہی ایسا بنایا ہے۔ لہٰذا ہم اپنے آپ کو دریافت کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اپنے Routine کی ضرورت اور فرائض کو ترک کر دیں تو پہچان کر سکتے ہیں۔ اگر Routinism میں انسان گم رہے تو وہ پہچان کے سفر میں کمزور ہو جائے گا۔ پہچان کا سفر ایسے ہے جیسے انسان ایک شاخ کا ٹوٹا ہوا پتہ ہو۔ اس سفر میں باقی سارے فرائض جو ہیں وہ ترک ہو جاتے ہیں' پیچھے رہ جاتے ہیں' آپ کی ہر چیز پیچھے رہ جاتی ہے' جس طرح کہ موت کے وقت زندگی ساری کی ساری پیچھے رہ جاتی ہے۔ اگر موت قریب آ جائے تو یہ بھول جائے گا کہ کون سا کام کرنا تھا۔ جب دوسرا وقت آ جائے تو ہم تیسرا وقت بھول جاتے ہیں۔ جس طرح آپ نیند میں ہر کام بھول جاتے ہیں۔ جب نیند آ گئی تو سب کام بند۔ اگر بھوک لگ گئی تو پھر بھاگ کر کھانے کو چلے گئے۔ کوئی مہمان آ جائے' پھر آپ کے حالات بدل جاتے ہیں' اگر کوئی ضروری بات

کر رہے تھے تو وہ ختم ہو گئی۔ کبھی کوئی ٹیلیفون آ جائے جو Top Priority کا ہو تو پھر آپ کا خیال بدل جاتا ہے۔ پہچان والا انسان:

ہر آہٹ پہ کان لگا کے بیٹھا ہے انسان

نامعلوم آہٹ پر کان لگا کے رکھنا' یہ پہچان کا سفر ہے۔ نامعلوم منظر کو دیکھنے کی تمنا' یہ پہچان کا سفر ہے۔ اپنے اندر کسی اور Exposure کے ہونے کا امکان دیکھنا' یہ پہچان کا سفر ہے۔ ہمارے اپنے اندر کوئی اور Any other دریافت کر لینا' یہ پہچان کا سفر ہے۔ اپنے وجود میں کسی اور وجود کی خوشی محسوس کرنا' یہ پہچان کا سفر ہے۔ کبھی آپ کی تنہائی میں کسی آواز کا آ جانا' یہ پہچان کا سفر ہے۔ اگر ایک آدمی آئینے کے سامنے جا کے کھڑا ہو جائے تو کچھ دیر بعد اس کی شکل بدلنے لگے گی' انسان حیران رہ جائے گا اور اگر آئینے والا بول بھی پڑے تو اور سے اور کہانی ہو جائے گی۔ اسی طرح جب انسان تنہا ہو اور اس کو اپنے آپ سے آواز آ جائے یا اپنے علاوہ کوئی آواز آ جائے تو پھر پہچان کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ:

کسے گر سینہ می گوید

اس کے سینے میں کوئی اور بولتا ہے۔ ایسے لگتا تھا کہ کسی نے اندر سے آواز دی کہ یہ ہم ہیں' ہم ہیں۔ یہ "ہم" کون ہے؟ کیا وہ "اور" آپ کے ساتھ ہے؟ کبھی مسجود نے آپ سے بات کی کہ آپ کا سجدہ قبول ہو گیا؟ اگر اچانک ایسا ہو جائے تو پھر تو بات بن گئی' ایک واقعہ ہو گیا

اور یہ واقعہ ہے پہچان کا۔ تو پہچان کا سفر ہر آدمی کر سکتا ہے' بشرطیکہ غیر پہچان کے سفر بند کر دو۔ ایک آدمی بیٹھا ہوا تاش کھیلتا جا رہا ہے' شطرنج کھیلتا جا رہا ہے' ٹی وی دیکھ رہا ہے' وی سی آر دیکھ رہا ہے اور کہتا ہے کہ پہچان کا سفر مشکل ہے۔

ایسے لوگوں کی عجیب و غریب کہانیاں ہیں۔ اب پہچان کا سفر جو ہے استقامت خیال کا نام ہے۔ پہچان ایک دعویٰ کا نام ہے۔ اور دعویٰ کرنے والا جو ہے وہ بڑی دلیل کے ساتھ دعویٰ کرتا ہے۔ اگر آپ کو اللہ اور اپنے پیسوں کے درمیان کسی کو چننا پڑ جائے تو آپ پیسے لے کے غائب ہو جاؤ گے۔ آپ کی مختصر سی زندگی ہے اور آپ چھوٹے چھوٹے یعنی Little Lords ہو اور The Lord of Universe بننا چاہتے ہو۔ کیا تمہاری جاگیر اور کیا تمہارے درجات' اس نے تمہیں چھوٹا سا اختیار دیا ہے' مثلاً" تمہاری تحویل میں ایک بیوی دی ہے اور اس کا تم نے حلیہ بگاڑ دیا ہے' ایک بچہ دیا اور تم نے اس کی تعلیم خراب کر دی' کوئی سا ایک واقعہ دیا اور تم نے اسے خراب کر دیا۔ اس نے پیسے کا شعور دیا' اور تم نے اسے حرام بنا دیا۔ تم لوگوں نے کیا کیا؟ تم اپنے آپ کو بگاڑتے چلے جاتے ہو۔ اور پھر یہ کہتے ہو کہ اللہ ہے تو پھر انتقام کیوں نہیں لیتا' اس کے جلال کو چیلنج کرتے جا رہے ہو کہ ہم تو غلطی کرتے جا رہے ہیں' اللہ اگر کہیں ہوتا تو بول نہ پڑتا۔ اس نے کیا بولنا ہے۔ وہ اپنے دشمنوں کو تباہ نہیں کرتا۔ اور تم جس چیز کے انتظار میں ہو' میرے اندازے کے مطابق یہ رحمت کا انتظار نہیں ہے' یہ کسی اور ہی چیز کا انتظار ہے۔ اپنا اعمال

نامہ تم نے Rectify نہیں کیا۔ میں بتا رہا ہوں' یہ Warning ہے اور
حقیقت ہے کہ تم نے اپنا اعمال نامہ درست نہیں کیا۔ تم لوگوں نے
غلطیوں کی معافی نہیں مانگی اور بر تم
Final Total Insult نکالنے کو تیار بیٹھے ہو۔ دیکھ لو کہیں ایسا نہ ہو کہ
آپ کی سزا شروع ہو جائے اور End result نقصان دہ ہو۔ اپنے اعمال
گزشتہ اور آئندہ اعمال کے لئے توبہ کرو اور اپنے پروگرام کی اصلاح کرو'
ورنہ ایسا نہ ہو کہ پھر آپ کے پاس دوسرا چانس نہ رہے۔ پہچان کا مطلب
صرف اتنا ہی ہے کہ یہ دیکھ لو کہ سب سے زیادہ خطرناک وہ آدمی ہے
جس نے اللہ کے احکام کو مذاق میں اڑایا اور اس کے بعد وہ آدمی اپنے
لئے خطرناک ہے' جس نے مانا تو سہی لیکن اپنا عمل اس کے علاوہ رکھا'
ڈرتا بھی رہا لیکن عمل نہ کیا' یہ بھی اپنے لئے خطرناک آدمی ہے' اپنے
لئے نقصان دہ آدمی ہے۔ وہ آدمی کہتا ہے کہ میں مانتا ہوں۔ اچھی طرح
اللہ کو مانتا ہوں' نہ ماننے کا امکان نہیں ہے۔ لیکن اس کا حکم ماننا ناممکن
ہے کیونکہ حالات بڑے خراب ہیں' بے ایمانی کے علاوہ گزارہ نہیں ہو
سکتا کیونکہ یہ ماحول ہی ایسا ہے۔ آج کل معاشرے کی مشین ہی بڑی
Complicated ہے' اس لئے عمل نہیں ہو سکتا۔ تو اس Complicated
machine میں آپ کی تباہی لکھی گئی ہے۔ اس لئے جو مانتے جا
رہے ہو' وہ کرتے جاؤ' یہی پہچان کا سفر ہے۔ پہچان کا سفر' یقین کا سفر ہے
تاکہ ہم اللہ کے روبرو جائیں اور جو اللہ کے روبرو جانے کو شک کی نگاہ
سے دیکھتا جا رہا ہے' اس نے اللہ کو کیا پہچانا ہے۔ ایسے آدمی نے اپنے

ہاتھوں سے اپنے آپ کو کیا بنا دیا What a man has made a man یعنی انسان نے انسان کو کیا بنا دیا۔ You started well آپ نے زندگی اچھی شروع کی تھی اور پھر آپ نے اسے تباہ کر دیا۔ اس معصوم انسان کو کہاں جا کے تم نے غرق کر دیا۔ آپ اچھے انسان تھے' اچھے لوگ تھے' آپ کے اچھے افکار تھے اور آج آپ بحث' مباحثے اور جھگڑے میں پریشان ہیں۔ اللہ کے افکار کو اور اللہ کے احکام کو بھی آپ چیلنج کرتے ہیں۔ اس حد تک اپنے آپ کو بگاڑ لیا ہے۔ تو یہ کیا کر دیا آپ نے؟ اپنی شکل' خیال کی شکل' کردار کی شکل' عمل کی شکل' اعتقاد کی شکل اور اندر کی شکل یعنی باطن کی شکل آپ نے بگاڑ دی۔ اس کی اصلاح کرو کیونکہ یہ پہچان کا سفر ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ جو آپ کرتے ہیں اس کا کوئی گواہ نہیں ہے۔ آپ کے اندر گواہیاں پل رہی ہیں اور آپ کے خلاف گواہیاں پل رہی ہیں۔ آپ کے پاس جو چھپی ہوئی چیز ہے وہی تو ظاہر ہو رہی ہے اور وہ تو نظر آ رہی ہے۔ آپ کچھ چھپا نہیں سکتے' آپ کا باطن اندر سے بول رہا ہے اور روشنی باہر بھیجتا جا رہا ہے۔ کوئی بھی چوری کی چیز آپ ساتھ نہیں لے جا سکتے۔ آپ اور کچھ نہیں کر سکتے' اپنے عمل کی اصلاح نہیں کر سکتے تو توبہ تو کر سکتے ہیں۔ یہ توبہ پہچان کا سفر ہے۔

کیسا ہے اور کیا ہے؟ اپنے اندر کے داغ کو پہچانو۔ پھر Lord of Universe کو دعوت دو۔ اس کو دعوت دینے سے پہلے گھر کی صفائی کرو' اس کی اصلاح کرو' چھوٹے سے چھوٹا کوئی مہمان آنا ہوتا ہے تو گھر کو صاف کرتے ہو۔ بچوں کی شادی کے معاملے میں آپ گھر کو پتہ نہیں کیا سے کیا

بنا دیتے ہو۔ تو اللہ کا سفر ہے اور اسے بلانا ہے تو پہلے اپنے اس ویران خانہ کی تھوڑی سی اصلاح کرو' اس گھر کو تھوڑا سا بہتر کرو' اللہ کے لئے گھر کو سجانا اور اس کی یاد میں سجانا' غیر کو نکالو' اپنی کوتاہیوں کو نکالو' کچھ استغفار کر لو' کچھ اور نیکیاں کرو' اللہ کی یاد میں کوئی ٹھہراؤ ہو جائے۔ اگر اللہ آپ کے گھر کبھی اتفاق سے آ جائے تو گھر میں ہیرا پھیری نہ ہو۔

آپ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو۔ اپنے آپ پہ تھوڑا سا رحم کرو۔ For gods sake have pity on you. کل کو یہ نہیں کہنا کہ بتایا نہیں تھا کسی نے۔ ایک آدمی کو کسی نے کہا کہ دیکھ بھائی تیری Back پہ ایک سانپ ہے۔ اس نے کہا یہ ایسے ہی کہتا رہتا ہے۔ جب سانپ نے ڈس لیا تو فریاد اور چیخ و پکار شروع کر دی اور کہتا ہے کہ تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں۔ اس نے کہا میں تو بار بار کہتا رہا کہ سانپ ہے۔ بولا یہ کوئی طریقہ ہے بتانے کا' تو آنکھوں والا تھا مجھے لاٹھی مار دیتا' دھکا دے دیتا' یا کچھ اور کر دیتا لیکن اس عذاب سے بچا لیتا اور موت سے بچا لیتا۔ اب میں آپ کو بتا رہا ہوں اور الفاظ میں بتا رہا ہوں کہ اپنے آپ کو کسی عذاب میں نہ ڈال لینا۔ آپ نے خود ہی اپنے نام کا عذاب بنانا ہے اور اپنے نام کا ثواب بنانا ہے۔ آپ خود ہی اپنے آپ ہو بلکہ آپ خود ہی خود ہو۔ جو اللہ نے لکھنا ہے وہ تم خود لکھ رہے ہو' Announcement وہ کرے گا۔ بہتر ہے کہ Announcement تم ہی کر دو' اپنا ھر ایک فیصلہ خود کرو' اپنے شعور سے جب فیصلہ کرتے ہو تو اپنے خلاف فیصلہ کئے بیٹھے ہوتے ہو' تمہاری چاہتوں نے تمہیں تمہارے خلاف کیا' تمہاری پیسے سے محبت نے

تمہیں خراب کیا' تمہاری شہرت کی محبت نے تمہیں خراب کیا' اولاد کے حوالے سے تمہاری مجبوریوں نے تمہیں خراب کیا' تمہاری انا نے تمہیں خراب کیا۔ اگر تم نے کسی معمولی سے معصوم انسان کو بلاوجہ دکھی کر دیا تو ساری کائنات کا دکھ جو ہے وہ تمہارے سر پر بلاوجہ آ جائے گا۔ تم میں معاف کرنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہوئی ہے اور تم خود معافی مانگتے چلے جا رہے ہو۔ ایسے معافی نہیں ملے گی۔ اگرچہ تمہارا قصور تھوڑا ہے مگر پھر بھی معافی کے حوالے سے تمہیں اللہ کے رحم کی بڑی ضرورت ہے۔ جب تم کسی پر رحم نہیں کرتے ہو تو تم پر بھی رحم نہیں ہو گا' معاف کرنے کی بجائے تم اپنا Case سناتے رہتے ہو' بحث کرتے ہو' مباحثے کرتے ہو' غلط کو صحیح ثابت کرتے ہو' صحیح کو غلط ثابت کرتے ہو۔ یہ ساری کی ساری کاریگری وہاں ختم ہو جاتی ہے۔ وہاں سیدھی سادی صداقت ہے۔ وہاں دو Case نہیں ہوتے۔ وہاں پر اس سے یہ نہیں بنا سکتے اور اس سے وہ نہیں بنا سکتے' غلط چیز کو صحیح نہیں ثابت کر سکتے اور صحیح کو غلط نہیں ثابت کر سکتے۔ اس لئے یاد رکھو کہ اپنی پہچان کا سفر' ہر آدمی کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ ہیرا پھیری ختم کر دے' بشرطیکہ دھوکہ کھانا اور دھوکہ دینا ختم کر دے' بے ایمانی کا سفر چھوڑ دے اور اپنے آپ کے ساتھ Sincere ہو جائے۔ اگر آپ انسان کے ساتھ پرخلوص ہو تو سمجھو مالک کے ساتھ پرخلوص ہو۔ اگر تم نے انسان سے وفا کی ہے تو خدا کے ساتھ وفا کی ہے۔ تو پہچان کا سفر بندے کی کہانی ہے۔ مثلاً" جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی کہانی ہے۔ اس کا ذکر قرآن میں

ہے۔ یہ قرآن کیا ہے؟ .This is the word of the Lord of Universe
یہ کائنات کے مالک کا کلام ہے اور کہانی بندوں کی ہے موسیٰ علیہ
السلام کا ذکر ہے اور Evil man ' فرعون کا بھی ذکر ہے اور فرمایا: و اذ
قال لقمان لابیہ ۔ لقمانؑ علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا۔ یابنی
لاتشرک۔ بیٹے تو شرک نہ کرنا۔ یہ بھی انسان کا ذکر ہے۔ اور حضرت
یوسف علیہ السلام کا ذکر ہے اور یوسف اعرض۔ یعنی یوسف بچ جا۔ یہ
سارے انسانوں کے واقعات قرآن ہی ہے۔ یہی تو قرآن ہے۔ تو قرآن
اللہ کا کلام ہے اور تمہارا مشاہدہ ہے۔ اللہ کا کلام کیا ہے؟ تمہارا مشاہدہ۔

Your history is Quran and your future
and Hereafter is Quran.

یعنی تمہارا ماضی بھی قرآن ہے اور تمہاری عاقبت بھی قرآن ہے۔ پہلا
حصہ تم نے دیکھ لیا کہ تمہاری History قرآن ہے۔ تمہارا حال قرآن
ہے۔ اب تمہارا Here-after بھی قرآن ہے۔ اللہ نے کہا کہ میرے
ذکر کے بغیر تمہیں سکون نہیں ملے گا۔ تم روز دیکھتے ہو کہ اللہ کی یاد کے
بغیر سکون نہیں ملتا۔ پھر اس نے کہا کہ تم میرے پاس لائے جاؤ گے اور
پھر میں کہوں گا۔ ذلک الیوم الحق۔ یہ وہ دن ہے جو حق ہے۔ اب تم
بچ نہیں سکتے۔ اس دن سے کوئی فرار نہیں ہے۔ اس دن جب یوم یقوم
الروح والملئکتہ ..... "یہ وہ دن ہے جب روحیں قائم کر دی جائیں گی'
کھڑی کر دی جائیں گی تمہارے سامنے اور صف در صف لوگ کھڑے ہو
جائیں گے"۔ اس دن کا تم انکار کرتے تھے'

This is a day you denied یہ وہ دن ہے جس کا انتظار تھا۔ گویا کہ تمہاری یہ زندگی قرآن ہے اور تمہاری زندگی لکھنے والا اللہ ہے۔ زندگی کو پہچان لو تو مالک کو پہچان لیا۔ مالک ہے ہی تمہاری زندگی۔ تم واقعات سے گزرتے ہو اور وہ واقعات بیان کرتا ہے۔ تمہاری تاریخ ہے اور بیان اس کا ہے۔ تمہاری دنیا ہے اور ملکیت نامہ اس کا ہے۔ سب کچھ اس کا ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں۔ للہ جنود السموات والارض۔ یعنی اللہ کے لئے ہی ہیں زمین اور آسمان کے لشکر۔ انسان کا ذکر آئے گا اور چلا جائے گا مگر اللہ کا ذکر ہمیشہ رہے گا۔ پھر اس نے فرمایا ورفعنالک ذکرک۔ میں نے اپنے حبیبؐ کا ذکر بھی بلند کر رکھا ہے' تو ہندو ہو یا مسلمان ہو یا کوئی بھی ہو' وہ نعت تو لکھتا چلا جائے گا' اذان میں بھی اس کے حبیبؐ کا نام آتا رہے گا۔ کبھی مسلمان تھوڑے ہوں گے یا کبھی زیادہ ہوں گے' یہ بھی ایک رونق ہے۔ جو اپنی پہچان کا سفر جاری رکھے گا وہ ضرور منزل پر پہنچ جائے گا بشرطیکہ اپنے راستے سے اپنے آپ کو ہٹا دے۔

You are standing in your own way. آپ اپنے راستے پر خود ہی کھڑے ہو اور اپنے سائے سے خود ہی ڈر رہے ہو کیونکہ آپ اپنے آپ کو چھوڑتے نہیں' آپ اپنے حواس کو نہیں چھوڑتے' آپ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے اور پھر نتیجہ جو ہے وہ آپ کو ہی برداشت کرنا پڑتا ہے اور روتے بھی خود ہو۔ کسی کو رلانے والا خود روئے گا۔ مارنے والا مار کھائے گا' پریشان کرنے والا پریشان ہو گا' دھوکہ دینے والا دھوکہ

کھائے گا' رحم کرنے والے کے ساتھ رحم ہو گا' معافی دینے والے کو معاف کر دیا جائے گا۔ آپ پہچان سکتے ہیں کیونکہ آپ ہی تو پہچان والے ہیں۔ مالک نے انسان کو پہچان والا بنایا ہے۔ اگر انسان نہیں پہچانے گا تو اور کون پہچانے گا۔ انسان کو پہچانو۔ اگر کوئی انسان کو نہ پہچانا تو اللہ کو کیسے پہچانے گا۔ پہچانے گا انسان مگر ابھی تو یہ اپنے حالات سے دوچار ہے' بجٹ میں لگا ہوا ہے' یہ نہیں سوچتا کہ کتنے سانس باقی رہ گئے ہیں۔ سانسوں کے حساب کے لئے خود اپنے چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ بن جاؤ کہ اور کتنی زندگی گزارنی ہے۔ آسانیوں کے نام پر دشواریوں کا سفر نہ کرو۔ شادی کو غم کا ذریعہ نہ بناؤ۔ آپ کو کہیں اور بھیجا جاتا ہے اور آپ کچھ اور لے کر آ جاتے ہو' برف خریدنے جاتے ہو اور وہ راستے میں پگھل جاتی ہے۔ اس لئے اپنے آپ پر رحم کرو

کوئی For Gods sake have pity on you.

Permanent Nature کی بات کرو ---- یہ ہے پہچان کا سفر۔ دھوکے سے بچ جاؤ۔ آپ جتنے دانا آدمی ہو اتنی ہی آپ کے اندر خود کو دھوکا دینے کی Capacity موجود ہے' آپ نے سارے دشمن ختم کر دیئے مگر اب ایک اور دشمن آپ کے پیچھے لگا ہوا ہے اور وہ دشمن

That is your own self. یعنی آپ خود ہیں۔ اس دشمن سے کیسے بچو گے۔ اس کے لئے اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں ہمارے نفس کے شر سے بچا یعنی من شرور انفسنا اور یہ کہتے ہیں کہ ہمیں ہماری بداعمالیوں سے بچا یعنی و من سیات اعمالنا اور ہمیں اپنے آپ سے بچا۔ تو آپ

کے سوال کا جواب کیا ہوا؟ انسان اپنی پہچان کا سفر کر سکتا ہے۔ ہر انسان کر سکتا ہے' بشرطیکہ اس کے لئے ٹائم دے' باقی Activities کو ترک کرے' حلال حرام کی تمیز کرے' جو حلال حرام کی تمیز نہیں کرے گا' پہچان نہیں سکے گا' خیراور شر کے درمیان ایک لائن ہے یعنی ' تلک حدود اللہ فلا تقربوھا "یہ اللہ تعالیٰ نے حدود مقرر کر رکھی ہے ان کے قریب نہ جانا"۔ اس لئے ان تمام باتوں کے ذریعے اللہ کی پہچان ہو سکتی ہے۔

سوال:

انسان ہے تو سمجھدار لیکن اتنی دیر سے کیوں سمجھتا ہے؟ اور اس کو کیسے سمجھ آ سکتی ہے؟

جواب:

انسان دیر سے نہیں بلکہ جلد ہی سمجھ جاتا ہے مگر اس کو کثرت ضروریات نے پریشان کر رکھا ہے۔ یہ بلاوجہ پھیل گیا ہے' منتشر ہو گیا ہے۔ مثلاً" اگر آپ فیصلہ کر لیں کہ گھر کی ایسی اشیاء جو کم استعمال ہوتی ہیں' ان سے بچ جائیں تو آپ کو کچھ آرام مل جائے گا۔ وہ اشیاء جو آپ سے چھن جاتی ہیں ان سے بچ جاؤ اور وہ واقعات جو اللہ کے سفر میں کام نہیں آنے' ان سے بچ جاؤ۔ اگر اس طرح کی کوئی سی دو چار باتیں آپ کر لو تو آپ کو بات جلدی سمجھ آ جائے گی۔ ایک مقصد اور ایک نصب العین رکھو۔ جب یکساں خیال کے ساتھ سفر کرتے جاؤ گے تو کامیابی ہی

کامیابی ہے۔ آپ کی Problem ہے Rash ہونا' آپ کہتے ہیں "ہم یہ کر کے رکھ دیں گے' وہ کر کے رکھ دیں گے"۔ مثلاً" مکان ابھی بنانے لگے ہیں' تھوڑا سا بنایا' پھر آپ تھک گئے۔ تو جو مقصد تھا مکان کو مکمل کرنے کا' آپ نے اس مقصد کو چھوڑ دیا۔ اسی طرح مسجدیں بناتے ہو اور نمازی نہیں بنتے:

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں سے نمازی بن نہ سکا

آپ Activities کرتے جاتے ہو اور ان کا مقصد نہیں سمجھتے اور پھر آپ ایک حرکت کے بعد دوسری حرکت اس کے عین متضاد کرتے ہو۔ ایک آدمی دس قدم Right چلا' دس قدم Left چلا' دس قدم آگے چلا اور دس قدم پیچھے چلا۔ آپ بتائیں کتنا سفر کیا اس نے؟ کچھ سفر نہیں کیا بیچارے نے۔ وہ سفر کو گیا ہی نہیں۔ حالانکہ چلتا رہا ہے۔ اسی طرح ایک آدمی کے ہاتھ میں گھاس کی رسی تھی اور بنتا جا رہا تھا' اس کے پاس گدھا کھڑا ہوا تھا۔ گدھا رسی کھاتا جا رہا ہے اور وہ آدمی بنتا جا رہا ہے۔ سال کے بعد کتنی رسی بنی اس نے؟ وہ ٹکڑا جو اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس گدھے سے بچو۔ یہ گدھا ہی آپ کو کھائے جا رہا ہے۔ آپ کے ہاتھ کی بنی ہوئی رسیاں گدھا کھاتا جا رہا ہے۔ گدھے کو آپ چھوڑتے نہیں ہو۔ یہ آپ کی جو ہوس پرستیاں ہیں اور لالچ ہے یہ آپ کے شعور کی رسی کو کھاتے جا رہے ہیں۔ شعور آپ کے اندر ہے' آپ بالغ ہو اور سمجھدار ہو مگر ضرورت' مجبوریاں' Compromises آپ

کے شعور کو کھاتے جا رہے ہیں اور آپ Ultimately سارا وقت ضائع کر بیٹھتے ہیں اور محنت برباد کر بیٹھتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کسی کی محنت نہ برباد کرے۔ محنت برباد کیسے ہوتی ہے؟ جب محنت کے مقابلے کی محنت آپ خود کرتے ہیں مثلاً" حاصل کی محنت یعنی پیسے جمع کرنے کی محنت۔ اگر آپ دنیا کی سیر کرنے جا رہے ہیں تو ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اپنا مکان بیچ کے لوگوں کے مکان دیکھنے چلے جاؤ۔ یا غریب آدمی امریکہ میں پڑھنے کے لئے چلا جائے۔ بچہ پڑھنے کے لئے باھر بھیجتے ہو اور چاہتے ہو کہ نتیجہ اسلامی نکلے۔ اپنی ذات کے ساتھ آپ الجھ گئے ہیں۔

You have confused yourself. سارا سفر پھر آج سے شروع کرو۔ It is never too late. پچھلی بات پہ استغفار کرو کہ یا اللہ سارا پچھلا سفر معاف کر دے۔ جو کچھ بھی ہے توبہ ہو جائے اور آج سے بسم اللہ کرو اور آرام سے سفر کرنا شروع کر دو۔ پہلے خوب غور کر لو۔ سفر شروع کرنے کے بعد کچھ نہ کرو' اب اور بحثیں نہ کرو۔ اب اپنے آپ کے ساتھ رحم کرو۔ آپ نے ہی اپنے کو Pitiable بنا دیا ہے' خود ہی Pitiable بنایا ہے تو آپ اپنے آپ پر تو رحم کرو پھر یہ کوئی بعید نہیں ہے۔ اندر سے کوئی چمک پیدا نہ ہو۔ جب آپ Miserable بن جاتے ہو تو مجھے افسوس ہوتا ہے۔ آپ خود اپنے آپ کو Miserable بناتے ہو اور آپ خود ہی Relentless ہو۔ آپ خود پر یہ ظلم کرتے ہو اور کبھی دوسروں پہ ظلم کرتے ہو اور پھر نتیجہ آپ کے سامنے آ جاتا ہے اور آپ خود ہی پریشان ہوتے ہو اور روتے ہو۔ جب آپ روتے ہو تو مجھے افسوس ہوتا

ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ اگر اصلاح نہیں کر سکتے تو نظر انداز کرو۔ کسی صورت کے حالات کی اصلاح نہیں کر سکتے تو نظر انداز کر دو' صبر کر لو۔ کسی نے کچھ کہا ہے تو معاف کر دو۔

اپنے آپ کو ضائع نہ کرو۔ اس طرح آپ کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ آپ نے اپنے آپ کو بنانا تھا اور آپ اپنے ہاتھوں کے افسوس بن گئے' آپ اپنے ہاتھوں سے پریشان ہو۔ آپ دانا ہو اور پریشان ہو لیکن دانائی کا دعویٰ ترک نہیں کرتے۔ آپ Great ہو اور چھوٹے آدمی کی طرح روتے ہو لیکن پھر آپ Greatness کا دعویٰ نہیں چھوڑتے۔ آپ کو کچھ بھی پتہ نہیں۔ آپ اس کی اصلاح نہ کرنا جو آپ کے ماتحت ہوتا ہے۔ آپ بیوقوف کے ساتھ Compromise کرنا نہیں جانتے۔ جہاں کسی کو چھوڑنا ہے وہاں نہیں چھوڑتے' بس یہ سمجھتے ہیں کہ جانتا ہوں اور سب کچھ جانتا ہوں۔ یہ کیا دانائی ہے کہ آپ چھوٹا سا Problem حل نہیں کر سکتے' تو یہ تسلیم کرو کہ ہم سے یہ حل نہیں ہوتا۔ پھر جو کچھ کہا جائے اس کے اوپر عمل کرو۔ اس طرح پرابلم حل ہو جائے گا۔ یا پھر حل کر کے دکھاؤ اور اگر آپ اپنی زندگی میں خوش ہیں تو اداسی کس بات کی ہے۔ رہتے اداس ہو اور شکل سے پریشان نظر آتے ہو۔ For Gods sake. اپنے آپ کو دھوکہ دینا چھوڑ دو۔ پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔ یہ ہماری Age کا کرب ہے۔ یہ ہمارے زمانے کا کرب ہے۔ یہ ان لوگوں کا کرب ہے جو اس وقت بڑی کثرت والی زندگی گزار رہے ہیں اور جن کے بیان اور عمل میں تضاد ہے اور جو کہیں پر مطمئن

نہیں ہوتے۔ آپ اسلام کے بارے میں بیان کرتے ہو کہ یہ "صادق الوعدؐ" کا اسلام ہے۔ اور یہ امینؐ کا دیا ہوا اسلام ہے اور خود نہ سچ بولتے ہو اور نہ آپ امانت کی حفاظت کرتے ہو۔ آپ حدود کی بھی حفاظت نہیں کرتے۔ اپنے آپ کی بھی حفاظت نہیں کرتے۔ اپنے ظاہر کی حفاظت نہیں کرتے اور اپنے باطن کی حفاظت بھی نہیں کرتے۔ اسلام کے بارے میں آپ کہتے ہیں کہ یہ سب کائنات سے سچا اور روشن دین ہے جو اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہے اور کیا آپ سچ بولتے ہو؟ کہتا ہے ہم تو نہیں بولتے۔ دین سچا ہے اور آپ دین میں ہیں لیکن سچ نہیں بولتے۔ آپ کے دین کو یہ دعا کرنی پڑے گی کہ یااللہ مجھے جھوٹوں سے بچا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس دین کا حامی دعا مانگے کہ یا اللہ مجھے جھوٹے Follower سے بچا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ وہ نہ کرے جو منافقین کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ تو اس وقت اسلام مسلمانوں سے بیزار ہے' جس طرح زمین اپنے اوپر والے بوجھ سے پریشان ہے' جس طرح اکثر لوگ اکثر لوگوں سے پریشان ہیں۔ اس کا علاج اب نافذ ہونے کا امکان ہے' میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ پھر اسلام کیونکہ Pure دین ہے' اس لئے یہ اپنے آپ کو Pure کرتا ہے اور اپنے آپ کو صاف رکھتا ہے۔ پھر جو Defy کرنے والے ہیں' ان کو جکڑ دے گا۔ سمندر کی خوبی ہے کہ وہ ہلاک ہونے کے بعد مردار کو باہر پھینک دیتا ہے۔ اب یہ کثرت جو ہے یہ بھی سمندر کی طرح ہے اور اس کے اندر جو مرے ہوئے مسلمان رہتے ہیں جن کے باطن میں تعفن میل ہے' جن کے ظاہر میں تعفن ہے اور جن کی نیتوں میں

تعفن ہے وہ ان کو باہر پھینک دے گا۔ پھر آپ نہ کہنا کہ آپ کو بتایا نہیں تھا۔ آسان طریقہ بتاتا ہوں کہ آپ توبہ کر لو اور جو تم نے غلط قسم کے پیسے چھپا کے رکھے ہیں ان کو اللہ کی راہ میں Release کرتے جاؤ۔ پھر آپ کا آگے کا سفر چلتا جائے گا۔ اور سفر ہے ہی کوئی نہیں۔ تو ساری زندگی Train کی طرح گزرنی ہے۔ اگلا اسٹیشن آ جائے گا اور سامان پیچھے رہ جائے گا۔ آپ کی کچھ سواریاں پچھلے اسٹیشن پہ رہ گئی ہیں اور گاڑی چلتی جا رہی ہے' جو سامان لے کے جانا تھا وہ نہیں ہے اور آپ کچھ اور ہی چیز ساتھ لے چلے ہیں۔ اللہ پوچھے گا کہ 'میرے لئے کیا لائے ہو تو آپ کہیں گے کہ ہمیں تو اپنے لئے فرصت نہیں تھی۔ بس آپ ہوشیار ہو جائیں۔ اس سے پہلے کہ کوئی واقعہ ہو' آپ لوگ توبہ کر لیں۔ شکر ادا کریں' تنہا بیٹھا کریں اور غور کیا کریں۔ اپنی ذات کے ساتھ صلح کر لیں یعنی اپنے آپ کے ساتھ صلح کر لیں اس طرح انسان کو سب سمجھ آ سکتی ہے۔

سوال:

سر! آپ کہہ رہے ہیں کہ اپنی ذات کے ساتھ صلح کر لو۔ یہ کیسے کی جاتی ہے؟

جواب:

اس طرح صلح کر لو جیسے جھگڑا کیا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ نے جو اعتقاد تسلیم کر لیا ہے اس پر عمل کر لو۔ جس علم کو آپ نے مانا

ہے' وہی عمل آپ زندگی میں نافذ کرو۔ یعنی کہ عقیدے کے مطابق عمل ہونا چاہئے۔ دوسری بات یہ کہ زیادہ سے زیادہ کوشش کرو کہ اپنے ظاہر اور اپنے باطن کا فاصلہ کم کر دو۔ تیسری بات یہ ہے کہ اپنے گھر کو پرسکون بناؤ تاکہ آپ کا دل پرسکون رہے۔ چھوٹا سا گھر ہوتا ہے آپ کا اور اس میں نہ تو خواہشات کا زیادہ جھمگھٹا ہو اور نہ زیادہ پریشانیاں پیدا ہوں۔ یہ اپنے دل کو Approach کرنے کا خاص فارمولا ہے اور بڑا راز ہے۔ اس گھر کو اپنا دل بنا لو اور دل کو گھر بنا لو۔ اس طرح Disturbance نکل جائے گی' Compromise ہو جائے گا' صلح ہو جائے گی۔ آپ کی زندگی میں آپ کے عزیزوں کا اتنا ہی حق ہے جتنا آپ کا اپنا۔ اب یہ گھر سب کا گھر ہے۔ آپ کا بیٹا جو آپ کے گھر میں پیدا ہوا وہ آپ کا وارث ہے اور وہ پیدا ہوتے ہی آپ کی دانائی کا بھی مالک بن بیٹھا۔ یہ ہے قدرت کا کھیل اور اس کھیل کو تم روک نہیں سکتے اور یہ استحقاق اسے قدرت نے دیا ہے۔ آپ اور آپ کی بیوی قدرت کا جوڑ ہے۔ اب آپ اس کو توڑ نہیں سکتے۔ زندگی کا یہ تعلق توڑنے کے بعد جہاں آپ پہنچو گے تو وہاں نہ کوئی چارہ ہو گا اور نہ کوئی علاج ہو گا۔ دکھ کو سمیٹنا ہی خوشی ہے' غم کو پی جاؤ:

ضبط غم کا شعور ہے شاید
مسکراہٹ کو اور کیا کہیے

اپنے غم کو ترک کر دو ورنہ یہ تمہیں پاگل کر دے گا۔ کون سا اپنا آدمی ہے جس نے سکھ اور دکھ نہ دیکھا ہو۔ ہر آدمی دکھ سکھ سے بھرا ہوا

ہے۔ اس لئے اچھلنے کی بجائے سمٹ جاؤ۔ اللہ کے کام کے اندر ہرگز دخل نہ دو۔ آپ کی جو زندگی ہے اور زندگی میں جو شریک ہے اس کے ساتھ اس زندگی سے گزر کر نکل جاؤ۔ یہ چار دن کا میلہ ہے اس میں مصیبت نہ پیدا کرو۔ یہ مسافرت کا وقت ہے اور اس میں قیام کی بات چھوڑ دو۔ یہ ایمرجنسی کا وقت ہے۔ اب پریشانی آپ کے دل میں آ گئی ہے۔ آج سے کئی سال پہلے آپ کو پریشانی ہوتی تھی' تب بھی سکون ہوتا تھا اور اب سکون ہو تب بھی پریشانی ہے تو اب

Something wrong some where. ہوا پڑا ہے۔ بلکہ اب تو

Some thing seriously wrong every where.

اور انسان Secure نہیں رہا۔ انسان کی Security کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ Security کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی آدمی آپ کو کسی آنے والے سانحہ کی خبر دے اور آپ وقت سے پہلے تیار ہو جائیں آنے والی مصیبت کی اطلاع مل جانے پر توبہ کر لینی چاہئے۔ ایک وقت ایسا آنے والا ہے' جس میں شاید توبہ کا بھی موقع نہ ملے۔ اس سے پہلے کہ وہ وقت آئے' توبہ کر لو۔ اس سے پہلے کہ آپ کے ہاتھ روک لئے جائیں' اپنے ہاتھوں کی اصلاح کر لو' خیال کی اصلاح کر لو' تھوڑا سا Easy ہو جاؤ' تھوڑا سا Comfortable ہو جاؤ' برداشت کر لو' اپنی ذات کے ساتھ جھگڑا نہ کرو۔ آپ کی ذات کیا ہے؟ بیوی بچے آپ کی ذات ہیں' آپ کے گردوپیش آپ کی ذات ہیں اور آپ کے دوست احباب آپ کی ذات ہیں۔ اپنی ذات کے ساتھ مت جھگڑا کرو۔ اپنی ذات کو آسان رکھو اور اپنی نیند کو پریشان نہ کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ

جب آپ سو جاؤ تو تمام Paradoxes اور تمام Complexes اللہ کے حوالے کر دو یعنی توبہ کر کے سو جاؤ۔ "یا اللہ آج کا دن' جیسے گزرا' جو بھی غلطی ہو گئی ہے' تو اسے معاف فرما اور اگر میری وجہ سے کسی انسان کا دل دکھ گیا ہے تو ناراض نہ ہونا اور مجھے اتنی مہلت دینا کہ میں اس انسان کے دل کو راحت پہنچا سکوں۔ کسی کا دل جتنا دکھی کرو گے تو اپنے لئے اتنی اذیت پیدا کرو گے۔ آپ کو ظلم کرتے وقت اذیت محسوس نہیں ہوتی لیکن ظالم جب اپنا ظلم کر چکا ہوتا ہے' تو کچھ دیر کے بعد اس کو اپنے اندر سے ایک آواز آ جاتی ہے اور سزا شروع ہو جاتی ہے۔ پھر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ وہ اپنی غلطی Revoke نہیں کر سکتا۔ اس لئے اس سے پہلے کہ تم سختی کرو' اپنا لہجہ بدلو' توبہ تائب ہو جاؤ' Easy ہو جاؤ' Comfortable ہو جاؤ' شگفتہ ہو جاؤ' پربہار ہو جاؤ' اپنے لئے رحم دل ہو جاؤ' اپنی ذات کے ساتھ رحم کرو' خوش خوش رہو۔ اس سے ہمیں بھی خوشی ہو گی۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ خوش رہو' آپ خوش رہا کرو۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دوسروں کو خوش رکھا کرو۔ خوش رہنے کا طریقہ کیا ہے؟ خوش رکھا کرو۔ اگر آپ یہ شرط لگاتے ہو کہ دوسرے مجھے خوش رکھیں تو دنیا والے تو آپ کو خوش نہیں رکھیں گے۔ آپ برداشت والے بنو۔ اگر آپ کے ساتھ کوئی ظلم کرے تو آپ اس کے لئے دعا کریں۔ آپ ظالم کے ساتھ ظلم نہ کریں کیونکہ آپ اور طرح کے لوگ ہیں۔ آپ اپنی ذات کو دریافت کرنے والے ہیں' آپ ظالم کے ساتھ ظلم نہ کریں اور ہر ایک کو آسانی دیں' آپ اپنی قبر کے اندر آگ نہ ڈالیں کیونکہ آپ جتنے دل دکھی کرو گے' قبر میں اتنی آگ ہو گی۔ میں یہ تو بتا نہیں رہا

ہوں کہ کون سا وظیفہ پڑھنا ہے۔ میں تو آپ کو اور ہی وظیفہ بتا رہا ہوں کہ دلوں کو دکھی نہ کرو کیونکہ اس سے آپ کی قبر اذیت میں مبتلا ہو جائے گی۔ اس طرح آپ کی اپنی ذات سے صلح ہو جائے گی اور ذات کی پہچان کا سفر آسان ہو جائے گا۔

سوال:

آپ نے اپنے کلام میں فرمایا تھا کہ جو تمہارے پاس اللہ کی طرف سے دیا ہوا ہے اس میں سے خرچ کیا کرو۔ جس طرح ہمارے ملک کے حالات ہیں اس کے پیش نظر ہم Comparatively لاکھوں کروڑوں کے مقابلے میں بہتر حالت میں رہتے ہیں اور یقیناً" ہمارے پاس اس سے زیادہ ہے۔ تو ہم اللہ کے رستے میں کس حد تک اور کیسے خرچ کریں؟

جواب:

ہم نے آپ کو بتایا تھا کہ رہن سہن کا فارمولا یہ ہے کہ آپ اس انداز سے رہو کہ کسی وقت اگر دروازے پر دستک ہو جائے تو آپ تیار پائے جاؤ۔ دستک دینے والا وہی ہے جو ہمیشہ آتا ہے' ہر گھر میں آتا ہے اور اس کا نام بھی وہی ہے۔ یہ وہ ہے جو دستک کے بعد اور کام نہیں کرنے دیتا۔ جب آتا ہے تو وہ ساتھ لے کے چلا جاتا ہے۔ بس یہ اس کی شان ہے۔ وہ کسی وقت بھی آ سکتا ہے اور اس کا نام ہے عزرائیل علیہ السلام۔ وہ بے وقت آ جاتا ہے اور کہتا ہے چلو۔ آپ اس سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ کل آنا۔ اس نے آنا ہے ر لے جانا ہے' اس کی گنجائش رکھتے جاؤ اور اب جیسے مرضی رہو۔ یعنی کہ جب وہ آئے تو آپ تیار

پائے جاؤ۔ بس پھر آپ کو سب آسانیاں ہوں گی۔ اگر آپ کے پاس پیسے کی شکل میں زیادہ اثاثہ ہے تو کسی ایسے انسان کو ڈھونڈ لو جس کی زندگی صرف دعا میں گزری ہے کہ یا اللہ پیسے کے معاملے میں میری مشکل حل کر۔ آپ اس کی مشکل کشائی کر دو۔ وہ بوجھ ہلکا کر دو' جو غریبی کی وجہ سے اس کے اوپر آیا پڑا ہے۔ یہ کام اس کے مطالبہ کرنے سے پہلے کر دو۔

تو وہ پیسہ' وہ افادیت اور وہ طاقت جو دوسروں سے آپ کے پاس زیادہ ہے اسے نیکی میں لگا دو۔ یہ دیکھو کہ وہ طاقت نیکی میں اضافہ کر رہی ہے یا بدی میں۔ مثلاً" اگر آپ وکیل ہیں تو کیا نیکی کی حفاظت کر رہے ہیں یا بدی کی۔ اگر بدی آپ کو پیسے زیادہ دے اور نیکی آپ کو پیسے تھوڑے دے تب بھی وہ نیکی کے Cause کی مدد کرے۔ آپ کا دنیاوی Action بھی دینی Action بننا چاہئے۔ اگر آپ کے اندر خشیت اللہ یعنی خوف الٰہی موجود ہے تو آپ کا عمل خودبخود نیکی ہو جائے گا۔ اگر اللہ کے خوف سے آپ پر لرزہ طاری ہے' اس خوف سے جو آپ کے اندر موجود ہے تو آپ کا ہر عمل نیکی ہے۔ اگر آپ کو یہ خیال آتا ہے کہ اللہ کے فضل نے مجھے نوازا ہے تو جس پر فضل کی کمی ہے' اس کو جا کے تھوڑا سا دے دو۔ اگر آپ کچھ نہیں کر سکتے تو کسی بدحال اور پریشان شخص سے اس کے دو لفظ سن لو' آپ اس کی باتیں سنتے جاؤ' تھوڑی دیر میں دونوں ہلکے ہو جاؤ گے —— آپ کو غم دینے والا بھی انسان ہے اور آپ کا غم لینے والا بھی انسان ہو گا اور آپ کا غم ہلکا کون کرے گا؟ انسان! آپ کو بوجھل کون کرے گا؟ انسان! آپ کے اوپر مصیبت کون ڈالے

گا؟ انسان! آپ کے اوپر راحت کون ڈالے گا؟ انسان! بلکہ آپ خود ہی اپنے لئے مصیبت ہو اور اپنے لئے راحت ہو۔ جب آپ کسی کو Comfort پہنچاؤ گے تو وہ بھی آپ کو راحت دے گا' سانپ کو اگر راحت دو گے تو وہ بھی ڈسنا بند کر دے گا' شیر کا کانٹا نکالو گے تو تمہیں کھانے سے انکار کر دے گا۔ کسی کے ساتھ نیکی رائیگاں نہیں ہوتی اور اگر کسی کو تکلیف دو گے تو تنکا بھی حقیر نہیں ہے' تمہاری آنکھ میں پڑ جائے گا۔ اس لئے اپنے آپ کو راحت والا بناؤ۔ میں بار بار یہ کہہ رہا ہوں۔

یہ نہ ہو کہ جو محنت آپ کرتے رہے ہیں وہ آپ کے لئے مصیبت بن جائے۔ چور چوری کے لئے بڑی محنت کرتا ہے اور گناہ والا گناہ کے لئے بڑی محنت کرتا ہے۔ آپ اپنی زندگی کو اپنے لئے راحت بناؤ۔ اپنی اولاد کے لئے دعا کیا کرو اور اپنے بزرگوں کے لئے دعا کیا کرو۔ آپ کا ہونا آپ کی اولاد کے لئے باعث رحمت ہونا چاہئے اور آپ کا ہونا آپ کے والدین کے لئے ندامت نہ ہو اور آپ کا مال نیکیوں کے کام آئے اور آپ کے اعمال نیکیوں کے کام آئیں' ان لوگوں کو تلاش کرو' جو لوگ سوال نہیں کر سکتے اور ضرورت مند ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی ضرور مدد کرو جن کا چہرہ سوال ہوتا ہے اور زبان بے سوال ہوتی ہے۔ ان لوگوں کو تلاش کرو۔ تو یہ خدمت کیا کرو' ایک دوسرے کی خدمت کیا کرو' انسان کو انسان نے سکھی کرنا ہے' انسان کو انسان نے دکھ دینا ہے' انسان انسان کا نجات دہندہ ہے۔ انسان' انسان کا ثواب ہے' انسان' انسان کا عذاب ہے' آپ کے گناہ انسان کے ساتھ ہیں' آپ کی نیکیاں انسان

کے ساتھ ہیں' عاقبت انسان کے ساتھ ہے' راحت انسان کے ساتھ ہے' انسان کا کلمہ پڑھ کے آپ خدا کے دربار میں پہنچو گے۔ کلمہ اللہ کا ہے اور ہے انسان کے ذریعے۔ ماں بھی انسان ہے لیکن اگر وہ دعا کرے گی تو آپ خدا کو پا جاؤ گے۔ ماں کی دعا اولاد کے لئے بڑا کام کرتی ہے۔ باپ کی شفقت اپنی جگہ پہ کام کرتی ہے۔ تو یہ ضرور کیا کرو۔ سو قسم کے مسائل آپ کی دعا سے ٹل جائیں گے۔ آپ درود شریف سے پانی دم کر کے اپنے گھر کے چاروں کونوں میں وہ پانی پھینک دیا کرو۔ اس طرح گھر میں راحت اور آسانی پیدا ہو جائے گی۔ اور دعا کیا کرو کہ یااللہ اس گھر کو عافیت میں رکھ اور اس میں تیرے نام کا فضل ہونا چاہئے' ہم نہیں جانتے کہ تیرا فضل کیسے حاصل ہوتا ہے لیکن ہماری تمنا تیرا فضل ہے۔ تو مہربانی فرما"۔ یہ پتہ نہیں ہے کہ کل کا دن آئے گا۔ آپ آج کے دن کو ٹھیک کر لو۔ یہی آخری دن ہے۔ آج کی محفل کو آخری محفل سمجھو۔ یہی آخری ہوتی ہے۔ آخری اس لئے کہتے ہیں تاکہ آپ کو کچھ شعور مل جائے۔ پھر اگر ملیں گے تو نئی بات کریں گے۔ اس لئے اللہ کی بات پہ غور کیا کرو' اپنے آپ کے ساتھ راضی رہا کرو' اپنے آپ کے ساتھ سکھی رہا کرو' بے شمار مسائل نظرانداز کرنے سے حل ہو جاتے ہیں۔ اپنے گھر والوں اور دوسروں کے لئے عافیت بن جاؤ۔

سوال:

اللہ کے حقوق ہوتے ہیں اور بندے کے حقوق ہوتے ہیں اور State کے بھی حقوق ہیں۔ اگر بندے کے حقوق پورے کرنے میں کوئی

غفلت رہ جائے تو وہ بندہ ہی معاف کر سکتا ہے' اللہ کے حقوق میں کمی رہ جائے تو ہم اللہ سے معافی مانگتے ہیں' اگر State کے حقوق کے خلاف ہم سے جو کوتاہیاں ہو جائیں تو اس کا مداوا ہم کیسے کریں؟

جواب:

State کے حقوق کی بات ہے تو یہ تو State کا ہمیشہ فیصلہ ہے کہ جہاں کوئی Lapse ہو' وہاں تعزیر رکھی جائے' سزا رکھی جائے۔ State کا تو معاملہ ہی اور ہوتا ہے۔ State کے خلاف جو جرم ہوتا ہے اس میں کوتاہی جو ہے وہ تو Auditable ہے۔

سوال:

سر! یہ تو قانون اور جرم کی بات ہے مگر میرا مسئلہ ضمیر کی سوچ کا ہے۔ مثلاً" غریب لوگ پیسہ بینکوں میں جمع کراتے ہیں اور چند لوگ سفارش سے یہ پیسہ استعمال کرتے ہیں جب کہ مجھ جیسے بینک والے کو پتہ ہوتا ہے کہ یہ جو پیسہ لے کے جا رہا ہے اس نے واپس نہیں کرنا اور میں اس کا ذریعہ بن رہا ہوں --- اسی طرح ملک میں اور جگہوں پر بھی یہ مسئلہ ہے' اس صورت میں کیا کریں؟

جواب:

آپ کا سوال یہ کہتا ہے کہ State کی امانتوں میں خیانت کو ہم روکنا چاہیں تو روک نہیں سکتے' کیونکہ ہمیں کسی کے حکم کے مطابق کرنا پڑتا ہے اور ہمیں یہ بھی پتہ ہے کہ یہ پیسہ واپس Pay نہیں ہونا اور مجھے

مجبور کیا جا رہا ہے کہ اسے Payout کر دوں اور یہ چیز ملک کی تباہی کا باعث بن رہی ہے۔ غریب کا پیسہ تو غریب کو مل جائے گا' یہ پیسہ اور ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ کسی اور Cause کا Effect ہے۔ تو ہم یہاں تک آ گئے ہیں۔ آپ کو میں سوچنے کی دعوت دیتا ہوں کہ حالت یہ ہے کہ کچھ اور ہی آپ نے کیا ہوا ہے۔ ویسے ملک صرف اس طرح تباہ نہیں ہوتا ہے بلکہ ملک تباہ اس وقت ہوتا ہے جب ملک میں کوئی قابل قدر کردار نہ رہ جائے۔ آج تو آپ کو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ یہ بری بات ہے اور کل کو یہ احساس ختم ہو جائے گا گویا کہ آپ اس چیز کو برا نہیں سمجھو گے۔ اس وقت ملک تباہ ہوتے ہیں۔ ابھی ملک کے زندہ رہنے کے امکانات ہیں۔ آپ ذاتی طور پر کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ تو صرف ایک بینک کا شعبہ ہے' ملک میں ہزارہا شعبے ایسے ہیں۔ اصلی سوال یہ ہے کہ جب ملک میں ایسا وقت آ جائے کہ برے انسان اگر بہتر Position میں ہوں تو ملک کے اچھے انسان کیا کریں؟

یہ سوال بڑا پرانا ہے کہ جمہوریت کے ذریعے یعنی بہت سے برے آدمیوں کے ذریعے اگر کچھ بڑے لیڈر حکومت میں آ جائیں تو اچھے آدمی جن کے پاس Supporters کی زیادہ تعداد نہیں ہے وہ کیا کریں؟ یہی سوال سب کا ہے۔ اب اللہ سے سب دعا کریں کہ یا اللہ موجودہ فارمولے سے تو اچھا آدمی حکومت میں نہیں آتا تیرے پاس جو خفیہ فارمولے ہیں' ان کی روشنی سے تو کوئی مہربانی فرما تاکہ کوئی اچھا وقت آ جائے۔ فطرت کے پاس اس کے دو طریقے ہیں' یا تو لوگوں کے کردار میں انقلاب آ جائے اور Rulers میں سے Suddenly کوئی آدمی یا کوئی

گروہ اچانک خوف خدا کے اندر مبتلا ہو جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خوف خدا والا کوئی گروہ کسی اور طریقے سے اوپر آ جائے اور براجمان ہو جائے' یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی نیک آدمی چلتے چلتے اچانک اوپر آ جائے۔ اس مسئلے کا تدارک جو ہے اسی بات میں ہے کہ کوئی اچھا گروہ یا اچھے انسان آگے آئیں جو ملکی معاملات کی اصلاح کریں۔ فی الحال اچھے لوگ جو ہیں وہ دعا کریں اور ملک کے لئے بہتر صورت قائم کریں۔ برے گروہوں سے اور برے لوگوں سے ملک کو بچانے کا طریقہ یہ ہے کہ یا تو Power کے ذریعے کیا جائے یا پھر کمزور کے لئے دعا کی جائے' اور درمیان والے آدمی کو چاہئے کہ کوشش کرے۔ درمیان والا آدمی کبھی دعا کرتا ہے اور کبھی کوشش کرتا ہے۔ اگر آپ کمزور ہو تو دعا کرو اور طاقتور ہو تو علاج کرو۔ بس ہم نے اللہ کی رحمتیں محسوس کی ہیں' انشاء اللہ تعالیٰ اچھا وقت آئے گا۔ ایک ایسا وقت آتا ہے کہ ایک آواز میں سب کی آواز مل جاتی ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ اس لئے حق کی آواز پھیلاتے جاؤ۔ عین ممکن ہے کہ دوسرے کا درد بھی بیدار ہو جائے۔ اگر آپ نے دیانت داری کا چراغ جلایا ہے تو دوسرے آدمی کے اندر یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے۔ اس دور میں جو ایسی بات کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے تو شاید لوگوں کے اندر مخفی نیکی بیدار ہو جائے۔ حقوق انسان کے ہوں یا خدا کے ہوں' ساری بات کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ کی فلاح ہونی چاہئے۔ ملک بچ جائے تو بھی آپ کی فلاح ہو گی۔ آپ بچ جاؤ' یہ آپ کی فلاح ہے۔ اپنی فلاح کا خیال رکھو۔ ملک بھی بچ جانا چاہئے اور آپ کو بھی بچنا چاہئے۔ ملک کو ایسا بناؤ کہ اس ملک کے رہنے والے خدا کے دربار میں سارے

سرخرو ہو جائیں۔ جس نے ناجائز مال رکھا ہوا ہے' میں اس آدمی کی بات نہیں سمجھ سکتا۔ جو قوم کا درد بیان کرتا ہے اور خود اپنے عمل میں کوتاہی کرتا ہے۔ وہ بات میری سمجھ سے باہر ہے۔ جس نے کوئی چیز چھپا کے رکھی ہوئی ہے' امانت میں خیانت کرتا ہے اور قوم کے درد کو بیان کر رہا ہے' اس کا کوئی علاج نہیں ہے سوائے ایک آخری علاج کے' کہ وہ پہلے اپنا گھر صاف کر لے' ورنہ پھر اعلان ہو جائے گا کہ جس کے گھر میں بدی کے ذریعے سے حاصل کی گئی کوئی چیز پڑی ہوئی ہے' اس کے گھر میں سے نکالی جائے۔ اس سے پہلے کہ ایسا حکم ہو' تم اپنے گھروں کو صاف کر لو۔ بدی کی نشانیاں مٹا دو۔ جس کے گھر میں اب تک بدی ہوئی ہے اب نیکی بھی ہونی چاہئے۔ اگر گھروں میں خرابیاں ہوتی رہی ہیں تو اب گھروں میں آبادیاں تو ہونی چاہئیں' گھر کے جس کمرے میں کبھی نماز نہیں پڑھی اب اس کمرے میں نمازیں پڑھنی چاہئیں' جہاں خدا کا ذکر نہیں ہوا' وہاں خدا کا ذکر تو ہونا چاہئے! اگر آپ کے دل میں بدی کی خواہش نہیں ہے تو اپنے دل میں نیکی کی خواہش ضرور رکھو۔ پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بلکہ دل اللہ سے مانوس ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مہربانی کرے گا۔ ملک اور آپ دونوں آباد رہو۔ لیڈرز اور قوم دونوں آباد رہیں۔ فی الحال دونوں بیک وقت آباد ہوتے نظر نہیں آتے۔ مسیحا اور بیمار دونوں بچتے ہوئے نظر نہیں آتے۔ جو مسیحا علاج کر رہا ہے وہ بیمار نظر آ رہا ہے۔ اس لئے دعا کرو۔ ہمارا Problem یہ ہے کہ ہم مغرب کے علاج منگوا رہے ہیں اور مشرق کی قبروں کا ارادہ رکھ رہے ہیں۔ تہذیب ہماری مشرق کی ہے اور ارادے ہمارے مغرب کے ہیں۔ ہم ایک مذہب کے قائل ہیں اور

ادھر سے لامذہب جمہوریت کے قائل ہیں۔ مذہب کی جمہوریت کیا ہوتی ہے؟ مذہب میں جمہوریت کم ہی ہوتی ہے' جمہوریت کی رو سے یہ ہونا چاہیئے تھا کہ پیغمبروں کو ووٹ سے بننا چاہیئے تھا' نہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ووٹ سے اللہ بننا ہے' نہ پیغمبر لوگوں کے ووٹ سے پیغمبر بنے' نہ اولیائے کرام لوگوں کے ووٹ لے کر اولیاء بنے' داتا صاحبؒ اور خواجہ صاحبؒ کسی کے ووٹ سے نہیں بنے' نہ کوئی والد اولاد سے ووٹ لے کر والد بنا ہے۔ یہ سب ہمارے ووٹ کے بغیر ہی بن گئے اور آج تک ہم ان کا ادب کرتے آ رہے ہیں۔ پیغمبروں اور رسولوں کی بات تو الگ ہے کیونکہ یہ ہمارا Follow کرنے کا طریقہ ہے۔ آپ یہ دیکھو کہ قائد اعظم پہلے بنتا ہے اور Voter بعد میں پیدا ہوتا ہے۔ اب آپ میں ایسی Leadership پیدا ہونی چاہیئے کہ عوام کے ساتھ آپ کا رابطہ ہو اور اس کے بعد آپ قوم کو فلاح کی طرف لے جاؤ۔ شاید آپ میں سے کوئی انسان ایسا پیدا ہو جائے' اگر کبھی آپ لوگوں میں سے کوئی آدمی ایسا پیدا ہو جائے تو وہ خیال رکھے کہ قوم کو صحیح منزل دکھانی چاہیئے جو عاقبت کی منزل ہو اور صحیح منزل ہو۔

سوال:

سر! یہ آپ کی تعلیم ہے کہ جس سے ہم زیادتی کریں اس سے معافی مانگیں۔ اگر روزمرہ زندگی میں ہمیں پتہ ہی نہ چلے کہ کسی سے زیادتی کر رہے ہیں تو ایسے میں کیا کرنا چاہیئے؟ اس کے علاوہ ہمیں کیا کیا کرنا چاہیئے؟

جواب:

جہاں آپ کو محسوس ہو جائے کہ زیادتی ہو گئی' وہاں معذرت کر لو۔ جہاں محسوس نہ ہو تو Generally اللہ سے یہ معافی مانگو کہ یا اللہ اگر کبھی ہم نے لاعلمی میں ذرا سی بھی کوئی زیادتی کی ہے تو ہمیں معاف فرما! یااللہ اگر تیرے کسی کمزور بندے کو ہم نے پاؤں کے نیچے روند دیا ہے تو ہمیں معاف کر دے۔ اگر کوئی لاعلمی کا گناہ ہے' تو لاعلمی کا گناہ بھی بڑا ہوتا ہے اس لئے پھر اللہ سے معافی مانگو کہ یا اللہ ہمیں آگاہ کر کہ ہم نے کسی کے ساتھ زیادتی تو نہیں کی ہے۔ پھر پتہ چل جاتا ہے کہ ہمارا رویہ کیا ہے' روش کیا ہے' ہم کیسے Deal کرتے ہیں' کیسے Behave کرتے ہیں' طبیعت میں ترشی ہے یا نرمی ہے۔ کتاب سے عمل کرنا بڑا مشکل ہے۔ میں آپ کو بار بار بتا رہا ہوں کہ لوگوں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ یہی تو یاد رکھنے والی بات ہے۔ آپ اس خیال میں اگر ڈھل جاؤ تو آپ کا Behaviour' آپ کا سلوک اور آپ کا کردار خودبخود بغیر کسی فارمولے کے چلتا جائے گا۔ اپنے آپ کو اللہ کے روبرو رکھو گے تو ہر وقت ہر آدمی کے ساتھ Deal کرنا آسان ہو جائے گا۔ یہ بات اچھی طرح یاد کر لو کہ جہاں دو آدمی ہیں وہاں تیسرا اللہ ہے۔ اگر آج اتنی بات مان لو تو زندگی کے اندر فارمولے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی کہ جہاں کوئی دو انسان بیٹھے ہیں وہاں تیسرا اللہ ہے۔ پکی خبر ہے۔ اب ہمیں کوئی اور فارمولا پڑھنے کی ضرورت نہیں اور کوئی علم سیکھنے کی ضرورت نہیں۔ انسان کی کسی نیکی میں کمی ہو سکتی ہے' اگر دو آدمیوں میں گناہ ہوا ہے تو وہ گناہ مشہور ہوتا ہے اور دو سے ہی نیکی کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ ذاتی

طور پر خیال خراب ہو سکتا ہے لیکن عمل نہیں خراب ہوتا۔ جو ذاتی عمل خراب ہوتا ہے' وہ معاشرے کو اتنا خراب نہیں کرتا۔ دو آدمیوں کے خراب واقعات معاشرے کو تباہ کرتے ہیں۔ اللہ کو معاشرہ کا بڑا خیال رہتا ہے۔ اس لئے اس نے پیغمبروں کو بھیجا تاکہ وہ اصلاح کریں اور یہ معاشرے خراب نہ ہوں' حکمران ظالم نہ ہوں' آپ کے کامیاب ہونے سے آپ کے دل کے اندر سکون پیدا ہوتا ہے۔ آپ ہمہ حال ایک حال میں نہیں رہتے۔ اگر ایک ہی خیال ہو جائے اور افراد سے بے نیاز ہو کے ایسے احوال میں داخل ہو جاؤ' تو کامیابی ہے۔ افراد سے نکل کے احوال میں داخل ہو جاؤ۔ فرد سے نکل کر بڑے واقعے میں داخل ہو جاؤ اور اسے ٹھیک کر دو۔ اس طرح ملک کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ ذاتی نفرت اور ذاتی رنجش سے آزاد ہو جاؤ۔ گناہ کو برا سمجھو لیکن گناہگار کو برا نہ سمجھو' پھر تم حالات ٹھیک کرنے کے قابل ہو جاؤ گے' اگر کوئی گناہگار گناہ چھوڑ دے تو اب اسے اچھا سمجھا کرو۔ جو برا کہلاتا تھا' اب اچھا ہو گا۔ کسی آدمی سے نفرت نہ کرنا کیونکہ آدمی کسی وقت ولی ہو سکتا ہے' برا آدمی کسی بھی وقت اچھا ہو سکتا ہے۔ یہی اسلام کا پیغام ہے کہ اگر کافر ساری عمر اسلام کے خلاف لڑتا رہا اور تمہیں زخم لگاتا رہا ہو اور آخر میں اگر تمہارے ہاتھ پر کلمہ پڑھ لیتا ہے تو تمہارا اتنا ہی بھائی ہے جتنا تمہارا اپنا بھائی ہے۔ جب وہ مسلمان ہو گیا تو مسئلہ حل ہو گیا۔ جب مسئلہ حل ہو جائے تو پھر پرانی دقتیں بیان نہ کرو۔ جب بات Compromise میں آ جائے تو پرانی دقتیں بیان نہ کرو۔ جب کافر کلمے پڑھ جائیں تو پرانے کفر نہ بیان کرو۔ جب صلح ہو جائے تو پرانے جھگڑے نہ بیان کرو۔ اب جب

آپ کے پاس کھانے کی وقت نہیں ہے' تو پرانی غریبی کیا بیان کر رہے ہو۔ اب غریبی آ گئی ہے تو پرانی دولت کا ذکر کیا کرنا۔ بات کو ختم کرو۔ اپنے حال کے اندر رہو۔

سوال:

سر! آپ نے ابھی فرمایا تھا کہ اگر مسائل کو نظرانداز کر دیا جائے تو مسائل خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔

جواب:

آپ کو یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے ناں کہ نوے فیصد' آپ کے مسائل' آپ کے الجھائے ہوئے مسائل ہیں:

رات دن گردش میں ہیں سات آسماں
ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

یہ دن رات جو چل رہے ہیں یہ آپ کے حالات پیدا کرنے کے لئے آئے ہیں اور حالات ٹھیک کرنے کے لئے آئے ہیں۔ یہ گردش زماں و مکاں آپ کو مسائل دینے کے لئے آئی ہے اور مسائل حل کرنے کے لئے آئی ہے۔ آپ تو خود الجھے ہوئے ہیں' مسائل کے حل کو چھوڑ دو۔ جو بات چلنے سے حاصل نہیں ہوتی وہ ٹھہرنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ سکون کی تلاش میں آپ ایسی منزل پہ پہنچ گئے ہو جہاں سکون نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اب ان منزلوں سے نکلنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ تھوڑا سا خاموش ہو جاؤ' ٹھہر جاؤ' اس گھڑی کو نکلنے دو' آپ اپنے موجود

عمل سے نجات پالو اور اپنے آپ کو اپنے موجود الجھاؤ سے الگ کر لو۔ یہ جو آپ کی پھیلنے کی خواہش ہے اگر یہ آپ کے اندر کوئی دقت پیدا کر رہی ہے تو سمٹ جاؤ، ٹھہر جاؤ اور رک جاؤ۔ تو آپ کو سکون مل جائے گا۔ کسی چیز کو کبھی دوڑ کے تلاش کیا جاتا ہے، کبھی پاس جا کے اسے دیکھا جاتا ہے اور کبھی اپنے پاس بلا کے دیکھا جاتا ہے۔ اب اللہ کے تلاش کرنے والے اللہ کے آگے آگے بھاگے جا رہے ہیں اور اللہ پیچھے پیچھے ہے۔ آپ کبھی ٹھہر جاؤ تو وہ خود ہی آ جائے گا۔ اللہ کے لئے تو زمان و مکاں کچھ نہیں ہیں، وہ خود ہی آ جائے گا۔ اس لئے فضل جو ہے اگر تلاش میں نہیں ہے، تو ٹھہرنے میں ہے۔ فضل کی تلاش بھی فضل ہے اور فضل کا انتظار بھی فضل ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ اگر آپ کو تلاش میں فضل دریافت نہیں ہوا تو آپ انتظار میں فضل لے لو اور ٹھہر جاؤ۔ ایک آدمی نے کہا "یا اللہ ہم تیری تلاش میں گئے، تجھے یہاں دیکھا، تجھے وہاں دیکھا، پتہ نہیں چلا، پھر ہم نے دیکھنا چھوڑ دیا اور آنکھ بند کر لی"۔ جب اس نے آنکھ بند کر لی تو نظر آنا شروع ہو گیا۔ ایک کہانی سنو۔ ایک آدمی کو کسی نے کہا کہ تم اللہ کو نہیں دیکھ سکتے۔ اس نے کہا میں نے دیکھنا ضرور ہے۔ کہتا ہے پھر اس طرح کرنا کہ تم سونا نہیں کیونکہ پتہ نہیں وہ کس وقت چکر لگا لے۔ وہ بیچارہ اس خیال میں جاگتا رہا۔ کہتے یہ ہیں کہ وہ آدمی چالیس سال تک جاگتا رہا۔ آخر انسان تھا، اس کو اونگھ آ گئی اور اللہ کا دیدار ہو گیا۔ اٹھا تو رونے لگ گیا اور پیر صاحب کے پاس گیا کہ آپ نے میرے ساتھ دھوکا کیا اور میری اتنی عمر ضائع کر دی، اگر مجھے پتہ ہوتا کہ اللہ نے سونے میں ملنا ہے تو میں کاہے کو جاگتا۔ انہوں

نے کہا کہ یہ تیرے اتنے جاگنے کا انعام ہے کہ تمہیں سونے میں ملا۔ بات یہ ہے کہ جاگنا بھی فضول نہیں تھا' یہ جاگنے کا انعام ہی تھا کہ اسے اللہ مل گیا۔ تو بات یہ ہے کہ جاگنا اس کی تلاش کی Investment ہے۔ اگر آپ اللہ کے لئے مزدوری کر رہے ہیں اور اب اللہ کہتا ہے کہ معاوضہ لے جاؤ لیکن یہ کہہ رہا ہے کہ میں کام کرتا ہی جاؤں گا۔ اب آپ کو ٹھہر جانا چاہئے۔ آپ پہلے بزرگوں کی دعا ہو' اب اور کیا دعا مانگتے جا رہے ہو۔ ان کی دعاؤں کی وصولی آپ لوگ ہو' اور اب وصولی لیتے نہیں ہو' اب اور دعائیں کرنے لگ جاتے ہو' اور تلاش کرنے لگ جاتے ہو۔ تمہارے باپ دادا کی دعا تمہارے کام آ رہی ہے۔ اگر صبح کا ناشتہ موجود ہو تو پھر وہ آدمی ایمان سے باہر ہے جو اور ناشتے کی کوشش کرے۔ آپ ماڈرن لوگ ہیں لیکن تھوڑا سایہ بھی کر کے دیکھیں۔ جس کو آج کے دن کی مزدوری مل گئی ہے' وہ آرام کرے۔ نیند کے لئے ہی تو آپ جاگ رہے تھے' اب نیند آئی ہے تو پریشان نہ ہونا۔ تمہاری پریشانی سے تمہیں حاصل کچھ نہ ہو گا' ایسا نہ ہو کہ پریشانی کرتے کرتے جب حاصل ہو جائے تو کھانے والا کوئی نہ ہو۔ یہ نہ ہو کہ صحت ہی خراب کر لیں' یہ نہ ہو کہ کھانا پکاتے پکاتے بھوک ہی ختم ہو جائے۔ بس ایسی تلاش نہیں کرنی۔ اب ٹھہرنے کا وقت ہے۔ اس لئے زیادہ وقت میں نہ پڑو اور زیادہ بھاگم دوڑ نہ کرو۔ آپ کو گھر میں ہی ملے گا:

Fools may aimless roam
Loved and lovers meet at home.

آپ بھاگے چلے جا رہے ہو۔ اب آرام سے بیٹھو۔ بات گھر کی گھر میں ہی مل جائے گی' تمہارے سامنے آ جائے گی۔ اب بھاگنے کی بات نہیں ہے۔

سوال:

سر! کتابوں میں کتنا علم ہے؟

جواب:

دنیا کی ہر چیز علم ہے۔ کچھ چیزیں کتابوں میں آئی ہیں' کچھ کتابوں سے باہر ہیں۔ کتابیں Spoken words اور Written words کا ریکارڈ پیش کرتی ہیں۔ اور وہ علوم جو سوچ کی بات ہے اور الہامی بات ہے وہ علوم کتاب سے باہر رہیں گے۔ کتاب سے باہر اتنا ہی علم ہے جتنا کتاب کے اندر بلکہ علم سے باہر بھی اتنا ہی علم ہے۔ آج کا انسان سارا ماضی کا وارث ہے لیکن آج کا انسان نیا مستقبل دریافت کر سکتا ہے۔ ایسی کوئی بات کر سکتا ہے کہ سارا ماضی حیران پریشان رہ جائے۔ اگر آپ کے بزرگ زندہ ہو کر آئیں تو آپ کی گھریلو زندگی دیکھ کے پریشان ہو جائیں گے کہ آپ کیا کاریگر لوگ ہو گئے ہیں اور آپ نے بہت سی چیزیں ایجاد کر رکھی ہیں۔ آج سے چالیس سال پہلے کا بندہ اگر آ جائے تو آپ کے شہروں پہ حیران' پریشان اور ششدر ہو جائے۔ ابھی چالیس سال پہلے لاہور میں کتنی کاریں ہوتی تھیں؟ آپ خود دیکھ لو۔ اب کچھ ہی عرصہ بعد آپ کے بچے عرفان بولنا شروع کر دیں گے' دانائی اور بزرگی کی بات بولنا شروع کر دیں گے اور آپ کو نصیحت کرنا شروع کر دیں گے۔ اس وقت

سمجھو کہ آپ کا Chapter بند ہونے والا ہے۔ جب بچے ایسی بات بولیں کہ ماں باپ ششدر رہ جائیں تو سمجھو کہ اب شعلہ بھڑک رہا ہے۔ اگر آپ کی زندگی میں کبھی ایسا واقعہ ہو تو پھر پہچان لینا۔ جب ان پڑھ آدمی کسی دانا کو علم سکھانے لگ جائے تو چوکنا ہو جانا چاہیئے۔ جب انسان' خدا کی کائنات میں خدا بن کے مداخلت کرنے لگ جائے تو سمجھو کہ تباہی آ گئی۔ جب گردش زمانہ کسی مقام کو Change کرنے کی کوشش کرے تو تباہی آ جائے گی۔ جب کسی Main Planet کا رخ موڑنے کی کوشش کی جائے گی تو تباہی آ جائے گی۔ جب Normal کو بدلنے کی کوشش کی جائے گی تو تباہی آ جائے گی۔ یہ سارے واقعات آپ کے زمانے میں ہو سکتے ہیں اور آپ ان واقعات میں استغفار کا سہارا یاد رکھیں۔ آپ اگر اصلاح نہیں کریں گے تو آپ کے ساتھ ہر شے بہہ جائے گی۔ استغفار تباہی سے بچا لے گی۔ اس طرح مسئلے حل ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

سوال :

تباہی سے کیا مراد ہے؟

جواب :

تباہی سے یہ مراد ہے کہ موجودہ مسلمانوں کا اسلام سے اخراج ہو جائے گا۔ آپ لوگوں کو منافق سمجھ کر اسلام باہر نکال دے گا اور آپ کی جگہ کوئی دوسری قوم آپ کے اسلام میں داخل کر دی جائے گی اور مسلط بھی ہو جائے گی۔ مقصد یہ ہے کہ جھوٹے کو مسلمان نہیں رہنا چاہیئے۔

آپ کی اجتماعی تباہی یہ ہے کہ آپ لوگوں نے دین کو مانا نہیں ہے، صداقت کو نہیں مانا اور سچا ہونے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ یہ ہے تباہی۔ آپ کی زندگی کی پہلی ترجیح "اللہ" نہیں رہا۔ اپنے مقدس مقامات دیکھ لو، بیت المقدس کو دیکھ لو کہ وہاں کیا ہو رہا ہے، مسلمانوں کی بربادی ہو رہی ہے۔ تباہی اس طرح ہوئی ہے کہ اعمال کرنے کی ہر چیز آپ کے پاس موجود تھی اور اس وقت آپ سے اعمال نہیں ہوئے۔ سکون کا ہر ذریعہ آپ کے پاس تھا لیکن آپ کو کوئی سکون نہیں ملا، آپ نے ہر طرح سے کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔ آپ کے پاس ڈاکٹر اور شفاء خانے بہت تھے لیکن مریض شفایاب نہیں ہو سکا۔ آپ کے پاس Facilities جتنی زیادہ ہیں اتنی ہی تکلیف زیادہ ہے۔ آپ کو یہ دقت ہوئی پڑی ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ ذرا دھیان کرو۔ آپ لوگ خدا کا خوف رکھتے ہوئے اچھے اعمال کرو۔ اپنے آپ کو آنے والے Danger سے بچاؤ۔ آپ غور کرو کہ کیا اللہ وہی ہے جو مسلمانوں کو اور ان کی فوجوں کو بچانے کے لئے آسمان سے فرشتے بھیجا کرتا تھا؟ کیا یہ اسلام وہی اسلام ہے جو مسلمانوں کو اپنے دامن میں پناہ دے کر ان کو دنیا کے اندر سرفراز فرمایا کرتا تھا؟ کیا یہ مسلمان انہی مسلمانوں کی اولاد ہیں، جنہوں نے:

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

کیا یہ مسلمان وہی لوگ ہیں جو دنیا کے اندر حکمرانی کرنے والے

تھے؟ اگر ایسی بات نہیں ہے تو

Something wrong تو Something is wrong some where.

کہاں ہے؟ کیا اسلام میں نعوذ باللہ کوئی نقص آ گیا ہے یا مسلمانوں میں فتور آ گیا ہے۔ یا پھر خدا نے ان کو قبول نہیں کیا۔ یہ ہے اصل تباہی۔ بس اللہ مہربانی کرے اور اللہ معافی دے۔ دعا کرو یا اللہ اپنی قدرت کاملہ کو اظہار میں لا کر مسلمانوں کو سرفراز فرما! آمین۔

۱ علم نجوم اور علم جفر کی حقیقت کیا ہے اور اس علم کو حاصل کرنے کے بارے میں وضاحت فرمادیں۔

۲ ملنگ کیا ہوتا ہے؟

۳ صادق القول کی بات اور تجربے سے حاصل کی ہوئی بات میں کیا فرق ہے؟

۴ ہم ساری عبادات کرتے ہیں لیکن سب کے دل میں حضور پاکؐ کی محبت پیدا کیوں نہیں ہوتی؟

سوال :۔

علم نجوم اور علم جفر کی حقیقت کیا ہے اور اس علم کو حاصل کرنے کے بارے میں وضاحت فرمادیں۔

جواب :۔

جس طرح دنیا میں دوسری صداقتیں ہیں' اسی طرح علم نجوم اور علم جفر کو ایک صداقت مان لینا چاہئے۔ جس طرح جنات کا وجود ہے تو یہ ضروری تو نہیں کہ ان کا علم حاصل کیا جائے۔ جنات کا علم حاصل کرتے کرتے آدمی آدھا جن تو خود ہو جاتا ہے۔ جس طرح جنات کا علم حاصل کرتے کرتے انسان جنات کی طرح کا ہو جاتا ہے اسی طرح انسان علم نجوم حاصل کرتے کرتے نجومی تو بن جاتا ہے' انسان کم ہی رہتا ہے۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت ہے ان کو یہ فن بغیر علم کے ہی ودیعت ہے' ان لوگوں نے نہ تلاش کی اور نہ تحقیق کی بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے علم نجوم ودیعت کر دیا۔ وہ پیدائشی طور پر نجوم کا علم اور جفر کا علم جانتے ہیں۔ یہ طلب کرنے یا عمل کرنے کی بات نہیں ہے۔ اگر آپ سیکھنا چاہتے ہیں تو جس آدمی کے پاس یہ اللہ کی طرف سے ودیعت ہو'

اس شخص سے فیض لے لو۔ یہ ایک علم ہے اور علم کیسے بنتا ہے؟ علم کتابوں سے ملتا ہے' استادوں سے ملتا ہے اور مدرسے سے ملتا ہے' کالج اور یونیورسٹیوں سے ملتا ہے۔ لوگ کسی نہ کسی طریقے سے علم حاصل کرتے ہیں۔ اب آپ غور کرو کہ دنیا میں جتنے علم دینے والے لوگ آئے وہ تقریباً سارے کے سارے کتابوں سے آزاد ہی تھے۔ مثلاً" کسی نے جڑی بوٹیوں کا علم دیا تو اس سے پہلے جڑی بوٹیوں کا علم نہیں تھا۔ اس شخص سے پہلے جڑی بوٹیاں تو تھیں مگر ان کا علم نہیں تھا اور پھر اس شخص کو جڑی بوٹیوں کی زبان مل گئی۔ اگر کوئی بیمار ہو تو اس کی رات تکلیف میں گزرتی ہے اور اگر کسی کو کسی سے محبت ہو جائے تو کہتے ہیں کہ اس کی رات "اختر شماری" میں یعنی تارے گننے میں بسر ہوتی ہے۔ وہ شخص پھر کہتا ہے کہ "ستارو تم تو سو جاؤ ـــــــ" اور "راتوں کو جاگتا ہوں تمہارے خیال میں ـــــ" اور "تاروں سے پوچھ لو میری روداد زندگی"۔ تو انسان کی جس طرح کی کیفیت ہوتی ہے اسے اس طرح کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ اگر کسی انسان کو اللہ سے محبت ہو گئی تو ایسے لوگوں کا کم و بیش ایک جیسا اظہار ہوتا ہے' ایک جیسی کیفیت ہوتی ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں شخص اللہ والا ہے اور کھانا بہت کھاتا ہے تو آپ فوراً" کہیں گے کہ یہ فقرہ صحیح نہیں ہے۔ تو اللہ والے کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ وہ کم کھانے والا ہے۔ جو اللہ والا ہو جاتا ہے اس کو ویسا ہی علم آنا شروع ہو جاتا ہے۔ تو علم کا آغاز اصل میں کیفیت سے ہے۔ بس کیفیت ہی علم ہے۔ اور جس کے پاس کیفیت نہ ہو اور علم کی تمنا ہو' وہ شخص محنت کر کر کے برباد ہو جائے گا۔ مثلاً" ایک بندہ اگر فقیری کا

سارا علم حاصل کر جائے تو بھی فقیر نہیں بن سکتا۔ تو محبت کرنے والا شخص کہتا ہے کہ میں محبت کرنے سے پہلے محبت کے بارے میں بہت کچھ جانتا تھا مگر جب سے میں محبت میں داخل ہوا تو اب میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ محبت میں داخل ہونے والا محبت پر بیان اور محبت پر مضمون بھول جاتا ہے' اس کا بیان خموش ہو جاتا ہے۔ جس نے سمندر کی لہریں دیکھیں تو وہ ان لہروں کے بڑے رموز بیان کرتا رہا کہ یہ لہریں ہیں' یہ جھاگ ہے' یہ پانی ہے' اس میں سیپ ہوتے ہیں' موتی ہوتے ہیں' مچھلیاں ہوتی ہیں' خزانے ہوتے ہیں اور جس شخص نے سارا سمندر دیکھ لیا' اس کا بیان ختم ہو گیا۔ جس نے شیر دور سے دیکھا وہ بیان کرے گا کہ وہ اس طرح تھا' اس کے چار پنجے تھے اور جس نے شیر کی جھپٹ دیکھ لی وہ کہتا ہے کہ پتہ نہیں کیا تھا۔ اس شخص کا بیان ختم ہو جاتا ہے۔ تو ثابت یہ ہوا کہ ایک کیفیت ایسی ہوتی ہے جس میں ایک مکمل علم ہوتا ہے اور وہ علم اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک وہ کیفیت نہ ہو۔ اسی طرح درویشی' محبت' تمنا اور طلب جیسے تمام علوم صرف اس وقت حاصل ہوتے ہیں جب آپ اس کیفیت میں ڈھل جائیں۔ اگر ستارے تمہارے ساتھ آشنائی نہ کریں تو ستاروں کا علم حاصل نہ کرنا۔ اسی طرح نجوم' پامسٹری وغیرہ کا معاملہ ہے۔ علم جفر یعنی اعداد کا علم دیکھو' مثلاً'' الف '' کا عدد '' ایک '' '' ب '' کے دو' '' ج '' کے تین اور '' د '' کے چار۔ یہ کیسے ہو گیا؟ سارے حروف کے نمبر ہو گئے۔ ان کے نمبر ہوتے ہیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے نمبر سات سو چھیاسی (۷۸۶) ہو گئے۔ تو جب تک یہ پتہ نہ چلے کہ لفظ جو ہے یہ نمبر میں کیسے ڈھل رہا ہے' تب تک

اس کو Deal نہ کرنا کیونکہ اس طرح حساب غلط ہو جائے گا اور آپ دھوکا کھاؤ گے۔ جب تک ستارہ آپ کو اپنی گردش کا راز نہ بتائے' اس کا علم حاصل نہ کرنا۔ اب علم والے نے کہا کہ " اس وقت زحل لگا ہوا ہے' آپ اگلے مہینے بات کرنا" آپ کو اب پتہ نہیں کہ زحل کیا ہوتا ہے' لہٰذا اب کوئی بات نہ کرنا۔ ایک آدمی ایک نجومی کے پاس گیا اور کہا کہ جناب میں مکان بیچنا چاہتا ہوں' آپ دیکھیں کہ کیا میرا مکان بک جائے گا۔ اس نے کہا اس مہینے نہیں بکے گا۔ اگلے مہینے گیا تو اس نے کہا کہ اب بک جائے گا۔ تو مکان بک گیا۔ وہ پھر نجومی کے پاس آیا اور پوچھا کہ یہ تو بتا کہ تجھے کیسے پتہ چلا کہ مکان بک جائے گا۔ نجومی نے کہا کہ پچھلے مہینے میں نے تیرے ستارے دیکھے تو وہ خوش قسمتی میں تھے' اب تیرے ستارے بد قسمتی میں آ گئے' لہٰذا مکان بک گیا۔ اگر تمہیں یہ پتہ چل جائے کہ مکان بکنا تمہارے لئے بد قسمتی ہے جسے تم خوش قسمتی سمجھ رہے تھے تو پھر تو ناکامی ہو گئی ناں۔ تو ستارہ جب زوال میں آ جائے تو پراپرٹی بکنا شروع ہو جاتی ہے۔ اگر آپ کسی چیز کو صحیح Read نہ کر سکو تو علم نجوم نقصان دے گا۔ علم نجوم کی ایک زکوٰۃ یہ ہے یعنی رکھنے کا عمل یہ ہے کہ یہ ان لوگوں کے ہاتھوں میں Play کرتا ہے جن کی زندگی اللہ کے لئے ہو۔ باقی لوگوں کو یہ علم کھا جاتا ہے۔ یعنی اگر انسان کی زندگی اللہ کے نام کی نہ ہو تو یہ علم اتنا بڑا علم ہے کہ اس کو کھا جائے گا۔ تو نجوم کا علم نجومی کو کھا جاتا ہے۔ ایک دفعہ مسلمانوں کا لشکر جنگ پہ گیا۔ ایک یہودی نجومی نے انہیں بتایا کہ اس معرکے میں تمہارے ستاروں میں شکست لکھی ہوئی ہے' وہ لشکر فتح کر کے واپس آیا اور نجومی سے کہا کہ

اب بولو' تم نے تو کہا تھا کہ شکست ہو گی' ہم تو فتح کر کے آئے ہیں۔ نجومی نے کہا تمہارے لشکر کے ساتھ علیؑ شامل ہو گا۔ کیونکہ اس آدمی کے پاس جو قدرت ہے وہ ستاروں پر بھی حاوی ہے۔ یا تو تم ستاروں کی طاقت سے چلو یا پھر اسے کنٹرول کرنے والے بنو۔ اگر تم ستاروں کو کنٹرول کرنے والے نہیں ہو تو ستاروں کا علم وہیں کا وہیں رہ جائے گا۔ تو کمزور آدمی ستاروں کے مطابق چلتا ہے اور طاقت ور آدمی ستاروں کو اپنے مطابق چلا لیتا ہے۔ وہ شخص ستاروں سے باہر ہوتا ہے۔ اسے کہتے ہیں کہ نجوم کے مطابق یہ کام نہیں ہوتا تھا' آپ نے کیسے کر لیا تو وہ جواب دیتا ہے کہ نجوم کا ماسٹر' (Master of the Path) یعنی راستے کا مالک ہمارے ساتھ ہے۔ اسی لئے اقبال نے کہا تھا

عبث ہے شکوہ تقدیر یزداں
تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے

اور یہ کہ

ستارہ کیا تیری تقدیر کی خبر دے گا
وہ خود فراخی افلاک میں ہے خوار و زبوں

تو اللہ والا کہتا ہے کہ مجھے یہ سمجھ آئی ہے کہ میں ہی کاتبِ تقدیر ہوں۔ اگر تم یہ کہو گے تو تم جھوٹے ہو گے اور اگر اللہ والا کہے گا تو وہ صحیح ہو گا۔ کیونکہ وہ اللہ کے ہاتھ میں اس طرح چلا جاتا ہے کہ پھر اللہ کہتا ہے کہ یہ میرا ہے۔ تو سارے علم صحیح ہیں لیکن انہیں کس حد تک حاصل کرنا چاہیے؟ جب اللہ کے لئے زندہ رہنے کی تمنا ہو۔ اللہ کے لئے

زندہ رہنے کی تمنا جتنی کم ہو گی' اتنا ہی یہ علم کم ملے گا اور اگر کہیں Foul کیا تو یہ علم آپ کو کھا جائے گا۔ یہ علم ایسے ہے جیسے شیر کے پنجرے میں رہنا' ذرا شیر کی آنکھ سے آنکھ ہٹائی تو وہ حملہ کر دے گا' کھا جائے گا۔ تو اس علم میں شیر کے ساتھ آنکھ ملا کے چلنا پڑتا ہے اور اس کو استعمال کرنے والا اس وقت تک محفوظ نہیں رہ سکتا جب تک وہ اللہ والا نہ ہو۔ ایک بزرگ کیمیا گری کرتے تھے یعنی ایسی چیز بناتے تھے جسے کسی دھات پہ لگائیں تو وہ سونا بن جاتی تھی۔ وہ اتنے ماہر تھے کہ ان کے عمل کی راکھ بھی لوگ دور دور سے آ کر لے جاتے تھے کہ اس میں بھی کوئی راز ہو گا۔ ایک دفعہ ایک درویش ان کے پاس آیا اور چند دن قیام کیا۔ اس درویش نے دیکھا کہ لوگ ان کے پاس آتے ہیں اور فیض لے جاتے ہیں' لیکن یہ محسوس کیا کہ یہ بزرگ کیمیا گری کا نسخہ نہیں دیتا' پیسے دے دیتا ہے۔ ایک دن اس بزرگ نے درویش سے پوچھا کہ تمہیں آئے ہوئے دس دن ہو گئے ہیں لیکن تم نے ہم سے کچھ مانگا نہیں۔ درویش نے کہا کہ میں نے پہچان لیا ہے کہ تو محتاج ہے۔ اس نے پوچھا میں تو سخی ہوں' محتاج کیسے ہوں؟ درویش نے کہا کہ تو سخی تو ہے لیکن بنا کے دیتا ہے' بنے بنائے پر تیرا اختیار نہیں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ تو سخی اس لئے نہیں ہو سکتا کہ تو نسخہ تو دیتا نہیں اور مال دے دیتا ہے' اس طرح لوگوں کو بھکاری بنا رہا ہے اور میری بات یہ ہے کہ ہم بادشاہ لوگ ہیں' ہمیں سونے کی تمنا نہیں ہے۔ یہ ہے اصل کیمیا گری۔ اصل کیمیا گری یہ ہے کہ کیمیا کی تمنا چھوڑ دو۔ اصل دولت مندی کیا ہے؟ دولت کی تمنا چھوڑ دو' یہی سب سے بڑی دولت ہے۔ نجوم کے متعلق اصل

بات یہ ہے کہ ستارہ اپنا کام کرے اور تو آرام سے سو جائے' وہ صبح تک ٹھیک ہو جائے گا' نہیں تو اگلے دن تک ٹھیک ہو جائے گا۔ انسان کی شکل بننے کے بعد ستارہ بنتا ہے' ستاروں سے شکلیں نہیں بنتیں۔ شکل تو بن گئی' جس کو پسند آنی تھی اسے پسند آ گئی اور جس کو ناپسند آنی تھی اسے ناپسند ہو گئی' اب اس میں ستارہ کیا کرے گا۔ اب ستارہ کیا بتائے گا کہ تم دفتر جاؤ یا نہ جاؤ۔ دراصل تمہارا ارادہ ہی ستارہ ہے' تمہارا مزاج ہی ستارہ ہے' تمہاری شکل ہی ستارہ ہے' ماں باپ کی دعائیں ہی ستارہ ہیں اور بعض اوقات ماں باپ کی ناراضگی ہی ستارہ ہے۔ ستارے آسمان پہ ہی کیا ٹوٹتے ہیں' یہاں بھی ٹوٹتے رہتے ہیں۔ ایک آدمی اگر اپنی محفل سے بچھڑ گیا' دوست ناراض ہو گئے تو اس کے ستارے تو ختم ہو گئے۔ اصل ستارہ کیا ہے؟ تیرا اپنا مزاج۔ اپنے مزاج کو Study کر۔ اس لئے یہ بھی کہتے ہیں کہ مال دولت حاصل کرنے کا وظیفہ بھی نہ کیا کرو۔ اگر وظیفے کے ذریعے دولت مل بھی جائے تو عین ممکن ہے کہ ٹانگ ٹوٹ جائے۔ وہ وظیفہ تو پیسے کے لئے تھا' اس میں یہ تو گارنٹی نہیں تھی کہ ٹانگ محفوظ رہ جائے گی۔ اس لئے ستارے کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ نجوم والوں کو ان کے حالات پر چھوڑ دو اور اپنے آپ کو اللہ کے حکم پر چھوڑ دو۔ علم کہاں سے حاصل کرنا ہے؟ جہاں سے سب کو ملا۔ علم کیسے ملتا ہے؟ ایک کیفیت ہے جو علم بن جاتی ہے' ایک مزاج ہے جو علم بن جاتا ہے اور ایک واقعہ ہے جو علم بن جاتا ہے۔ خدا نخواستہ اگر شہر میں کہیں ہنگامہ ہو جائے تو ایک شخص پوری طرح اس واقعے کو تفصیل سے بیان کرتا جائے گا۔ تو جو بھی واقعہ ہوتا ہے وہ علم بن جاتا ہے' مزاج بھی علم

بن جاتا ہے' تقلید بھی علم بن جاتی ہے' اندر کی راحت علم بن جاتی ہے' محبت بھی علم بن جاتی ہے۔ تو علم کو اپنے مزاج سے حاصل کرو۔ علم کو اپنے خیال سے حاصل کرو۔ علم کو اپنے اندر سے حاصل کرو۔ دنیا میں دو قسم کے انسان ہوتے ہیں' ایک وہ جن کے پاس علم ہے اور دوسرے وہ جن کو علم کی تمنا ہے' تیسری قسم والا انسان ہی نہیں ہے' بلکہ جانور ہے۔ اصل طریقت یہ ہے کہ علم کی تمنا والا علم والے کے پاس جائے۔ یہی طریقت ہے' یہی مزاج ہے' یہی راستہ ہے اور یہی سفر ہے۔ سفر یہی ہے کہ اگر علم کی تمنا ہے تو اس کے پاس جاؤ جس کے پاس علم ہو۔ اگر علم کی تمنا نہیں ہے تو صبح بسم اللہ پڑھ کے دوکان کھولو اور شام کو گھر آ جاؤ۔ ہندو صبح صبح دکان پر چھڑکاؤ ضرور کیا کرتا تھا اور پہلے گاہک کو بھگوان سمجھ کے پرنام کرتا تھا' اس سے پوچھا جاتا کہ بھگوان کی کرپا کون ہے تو وہ کہتا کہ گاہک' جو پیسہ لے آتا ہے۔ دوکاندار کے لئے اصلی رازق کون ہے؟ گاہک۔ اس لئے یا تو گنتی کے کام کرو' پیسہ' حالات' واقعات' مکان' دنیاداری' شہرت' عزت' سماج میں پہچان اور اپنی ذات کا خیال رکھنا۔ یہ ساری دوکانداری ہے بلکہ یہ لوگ اللہ کے ساتھ بھی دوکانداری کرتے ہیں کہ اللہ میاں ہم نے آپ کو اڑھائی فی صد دے دیا' تیرے نام کی خیرات کر دی۔ اب ہم پہ احسان کرو' فضل کرو۔ محبت والے یہ کہتے ہیں کہ تیری دی ہوئی جان ہے اور یہ تیرے حوالے ہے' اب اس کا بدلہ کیا لینا ہے' بس ہمارا کام مکمل ہو گیا' یہ قرضہ ادا ہو گیا۔ اس لئے دو قسم کے آدمی ہوتے ہیں' ایک وہ جن کو اللہ نے علم دے رکھا ہے اور دوسرے وہ جن کو علم کی تمنا دے رکھی ہے۔ یہ دو طرح کے لوگ طریقت کے

وارث ہوتے ہیں اور باقی سب دوکاندار ہوتے ہیں۔ اس لئے علم کی تمنا کے بغیر اور کسی بڑی دلیل کے بغیر کبھی فقیری کا سفر نہ کرو اور نہ ہی فقراء کے پاس جاؤ۔ اس لئے میں یہ منع کر رہا ہوں۔ فقراء آنے والے شخص کے لئے ضرور دعا کرتے ہیں اور اگر کبھی کسی فقیر نے دل سے دعا کر دی تو پھر پیسہ نہیں ملے گا۔ بلکہ وہ اسے اپنے راستے پر یعنی اللہ کے راستے پر چلائے گا۔ ایک درویش ایک شخص کے پاس گیا اور بولا کہ میں تمہیں دعا دینے کے لئے آیا ہوں' دعا یہ ہے کہ اللہ کرے تمہارے پاس کچھ نہ ہو۔ اس شخص نے پوچھا اس کا کیا مطلب ہے؟ درویش نے کہا جس کے پاس کچھ نہ ہو اس کے پاس اللہ آپ ہی ہوتا ہے۔ تو جہاں پر اللہ کی ذات یا اللہ کی محبت ہو گی وہاں کچھ نہیں رہتا۔ دنیاوی طور پر بھی اگر کسی سے محبت ہو جائے تو بھی وہاں پر کچھ نہیں رہتا۔ عشق ایک آگ ہے اور یہ اپنے علاوہ سب کو جلا دیتی ہے۔ اقبالؒ نے کہا تھا کہ

عشق پر آتش حلال' عشق پر حاصل حرام

جن لوگوں کو حاصل کی تمنا ہو' ان کے لئے بہتر ہے کہ محبت کی وادی سے بھاگ جائیں' فقر سے بھاگ جائیں بلکہ فقیروں سے بھاگ جائیں۔ فقیر کے پاس نہ جانا' کہیں وہ گنتی کے دو چار سنگ ریزے نہ چھین لے جو کہ تمہارے ہاتھ میں ہیں یعنی پیسے' اکاؤنٹ' لیجر وغیرہ۔ اس لئے علم ان لوگوں سے حاصل کرو جن کو علم ودیعت کیا گیا' وہ پیدائشی طور پر علم والے ہوتے ہیں۔ جفر بھی پیدائشی علم والوں کے پاس آیا اور ان کے فیض سے ملتا ہے۔ اس لئے یہ علم حاصل کرنے کے لئے ان صاحبِ علم

لوگوں سے ملنا چاہئے یا Avoid کیا جائے' ورنہ درمیان میں گم ہو جاؤ گے۔ اس لئے آپ کے لئے بہت ضروری بات ہے کہ کتابوں کے علم سے بچو' علم کیفیت کا نام ہے' دعا یہ کیا کرو کہ آپ کو وہ کیفیت مل جائے جس سے علم بنتا ہے۔ اس کیفیت سے پیسہ نہیں بنے گا بلکہ علم بنے گا۔ اگر محتاجی کی کیفیت ہو تو پھر پیسہ بنا لو۔ محتاج کیا ہوتی ہے؟ پیسے گن کر رکھ دینا۔ دنیا میں ہمیشہ یہودی امیر رہے گا اور یہ دین اور اخلاق سے دور رہے گا' اس کا دل سخت ہو گا۔ آپ یہ فیصلہ کر لو کہ غلط جگہ سے صحیح چیز نہ لو اور صحیح جگہ سے غلط چیز نہ لو۔ اگر آپ کسی شہید کے مزار پہ چلے جائیں اور اسے کہیں کہ دعا کرو میرے بیٹے کی عمر دراز ہو تو وہ بھلا آپ کو کیا جواب دے گا۔ بات بنتی نہیں ہے۔ فتوحات کی کہانی اور ہے' قربانی کی داستان اور ہے۔ اس لئے جہاں جاؤ' اس جگہ کے مطابق جاؤ۔

سوال :-

سر' ملنگ کیا ہوتا ہے؟

جواب :-

درویشوں میں ایسی کوئی Category یا قسم نہیں ہے۔ ایک Category ہے جس کو مجذوب کہتے ہیں۔ مجذوب' جذب کی شدت کا نام ہے۔ ملنگ کیا ہوتا ہے؟ یہ تو اکثر ہوتا ہے کہ کسی نام کا ملنگ ہو' یعنی علی کا ملنگ ہو۔ آپ ملنگ کسے کہتے ہیں؟ مجذوب کی بات کرتے ہو تو اگر ایک آدمی محبت میں چلا' اس کی پہلی حالت مجاز ہے۔ انسان کو انسان سے محبت ہو گئی۔ چاہے ماں سے' باپ سے یا شیخ سے ہی ہو۔ اس کو

اپنے محبوب کی شکل اور محبوب کا نام یاد ہو گیا اور اس نام سے محبت ہو گئی۔ کچھ عرصہ بعد محبت جب شدت اختیار کر گئی تو ایسی سٹیج آ گئی جب طالب مطلوب کے پاس سے پہچانے بغیر گزر جاتا ہے۔ یعنی کہ مطلوب کی طلب اتنی شدید تھی کہ وہ حدود سے نکل گیا اور اس مقام پر جا پہنچا جہاں اس کو اپنا ہوش بھی نہ رہا۔ محبت میں ایسا مقام آ گیا کہ اس کو محبوب کا نام بھی یاد نہ رہا اور نہ اپنا نام یاد رہا۔ محبت میں چلتے چلتے انسان سراپا محبت ہو گیا۔ اس کو آپ یوں کہہ سکتے ہیں کہ قطرہ' دریا' سمندر میں جا کر مل گیا۔ اگر قطرہ دریا میں مل گیا تو پھر اسے پتہ نہیں چلتا کہ میرا نام کیا ہے؟ اس بات کو ایک اور طریقے سے سمجھو کہ محبت میں دو ساتھی ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ ایک ساتھی چلتے چلتے دعا کے ذریعے یا کسی فقیر کے ذریعے کسی اور منزل پر پہنچ گیا۔ اب پہلی منزل اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اگر دوسری منزل نے اس شخص کو مکمل طور پر نہ تھاما تو وہ شخص گر کے ملنگ یا مجذوب ہو جائے گا۔ اب حال یہ ہے کہ وہ شخص پہلے مقام سے تو نکل گیا مگر اگلے مقام نے اسے جگہ نہ دی یا جگہ دے کے چھوڑ دیا۔

اس نے اپنا بنا کے چھوڑ دیا
کیا اسیری ہے کیا رہائی ہے

یہ ہے مجذوب کا مقام۔ اس بات کو یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ انسان اللہ کے پاس سے آیا' اللہ نے کہا جاؤ' وہ چل پڑا' فراق شروع ہو گیا' اب انسان دنیا سے اللہ کو چٹھیاں لکھتا رہا ہے کہ جدائی ہے' فراق ہے۔ ایسے شخص کو اللہ جواب دیتا رہتا ہے۔ انسان اللہ کی باتیں کرتا ہے' اللہ انسان

کی باتیں کرتا ہے۔ ایک دن وصال ہو جاتا ہے۔ وصال اس مقام پر ہو گا جہاں پر فراق ہو اور یہ سفر مکمل سفر ہے۔ جب کسی کو راستے میں کہیں الجھن ہو جاتی ہے یا سفر کٹ جاتا ہے یا انسان فراموش کر بیٹھتا ہے' وہاں پر وہ شخص مجذوب ہو جاتا ہے۔ تو مجذوب کا معنی ہے شدت جذبات۔ جذبات کی شدت اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ انسان ہوش سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ جو ہوش سے بیگانہ ہو جاتا ہے اسے نہ اپنا نام یاد رہتا ہے نہ کسی اور کا۔

میں تیری جستجو میں بڑی دور آگیا
تجھ سے بھی بے نیاز سا اب ہو گیا ہوں میں

یہ مقام ہوتا ہے مجذوب کا کہ نہ اپنا نام یاد ہے نہ دوسرے کا۔ اس کو کہتے ہیں "بے نیازِ آرزو"۔ سفر آرزو کا ہی ہوتا ہے' اس کو کہتے ہیں دشتِ آرزو۔ دشتِ آرزو میں چلتے چلتے محبت میں جا پہنچا۔ محبت اس نے انسان سے کی ہوتی ہے لیکن پھر بے خواہش دنیا میں پہنچ جاتا ہے۔ اس مقام پر مجذوب پیدا ہو جاتا ہے۔ مجذوب اپنی خواہش دنیا میں نہیں رکھتا' اپنا ارادہ نہیں رکھتا' اس کو ارادہ کرانے والا کوئی اور ہوتا ہے۔ مجذوب سے بھی بچنا چاہئے کیونکہ ہو سکتا ہے وہ آپ کو اِدھر کر دے اور ہو سکتا ہے وہ اُدھر کر دے۔ تو ان لوگوں سے بگڑی بن سکتی ہے اور بنی بگڑ سکتی ہے۔ ایک ایسے بھی مجذوب تھے کہ جن کے پاس کوئی جاتا تو سب سے پہلے وہ گالیاں شروع کر دیتے' پھر مارنا بھی شروع کر دیتے تھے اور اگر مار کے دوران انسان کچھ کہتا تو پھر اس کا کام خراب ہو جاتا تھا۔ یہ

بزرگ مری کے پاس رہتے تھے اور ان کا نام تھا لال بادشاہ۔ ان کے ایسے ایسے واقعات ہیں کہ جو بیان سے بھی باہر ہیں۔ اب یہ ان کا مزاج تھا۔ بعض اوقات مجذوب ہوش میں بھی آجاتا ہے۔ اب مجذوب کو ہوش میں لانے والا بھی وہی ہے جو اس کو بے ہوش کرنے والا ہے۔ مجذوب کا مقام وہ مقام ہے جہاں مذاہب مل جاتے ہیں۔ یہ بہت مشکل مقام ہے۔ اس میں صرف توحید رہ جاتی ہے۔ یہ کیا مقام ہے؟ کیسے ہوتا ہے؟ کیسے بنتا ہے؟ یہ سب باتیں چھوڑ دو۔ بس مجذوب ہوتا ہے۔ یہ فنا کا مقام ہے اور یہ بقا کے مسافر ہوتے ہیں۔ وہ اپنا سینہ چاک کر کے آتے ہیں اور اپنا نام گم کر کے آتے ہیں۔ انہیں نہ اپنا نام آتا ہے اور نہ کسی اور کا۔ نہ ان کی کوئی خواہش ہوتی ہے' نہ کوئی پروگرام ہوتا ہے' نہ کوئی نظام ہوتا ہے۔ تو مجذوب بھی ہوتا ہے' صاحبِ حال بھی ہوتا ہے اور صاحبِ واردات بھی ہوتا ہے۔ کبھی کبھی اس کو اختیار بھی دیا جاتا ہے اور پھر یہ کہتا ہے کہ حکومت بدل دو' چوپٹ کر کے رکھ دیتا ہے۔ یہ اس کے مزاج کی مرضی ہوتی ہے کہ کبھی اِدھر کر دے اور کبھی اُدھر کر دے۔ آپ کے ملک میں ایسا ہوتا رہتا ہے' کبھی کسی کا مزاج آ جاتا ہے اور کبھی کسی کا مزاج آ جاتا ہے۔ متوازن مزاج ذرا کم ہی آتا ہے۔ ایک حکومت آتی ہے تو اس کے مخالف کہتے ہیں کہ ہم اس کو ختم کر کے ہی دم لیں گے۔ لوگ کہتے ہیں کہ پہلے ہمارے کام کرو مگر یہ کہتے ہیں کہ پہلے ہم مخالف کا کام تمام کر لیں۔ حکومت کو چاہیئے کہ لوگوں کے کام کرے۔ لوگ بڑے جج ہوتے ہیں' جو بہتر ہو گا وہ حکومت میں رہے گا۔ کام یہ نہیں کہ حکومت کی جائے بلکہ اصل کام یہ ہے کہ حکومت میں بیا کے لوگوں کی

خدمت کی جائے۔ اگر حکومت یہ کہہ دے کہ بجلی کے بل میں پچیس پیسے فی یونٹ کمی ہو جائے گی تو لوگ اس کو درازی عمر کی دعا دیں گے۔ دونوں پارٹیوں کے پاس بڑا پیسہ ہے اور حکومت اور اپوزیشن دونوں بڑے قوی ہیں اور غریب آدمی اس انتظار میں ہے کہ مہنگائی کم ہو تو اسے روٹی مل سکے۔ اس لئے پیچھے کوئی مجذوب بیٹھ کے واقعہ کرتا رہتا ہے۔ جب کوئی اچھا سا روحانی نظام آ جائے تو حالات متوازن ہو جاتے ہیں کہ ایک آدمی آیا اور اپنا کام کر گیا جیسے قائد اعظم۔ یعنی کہ ہندو اکثریت کے اندر' بے ہتھیار مسلمان اقلیت نے ملک Create کر لیا اور بڑی بات تھی اور پھر اتنا بڑا واقعہ ہو گیا کہ ملک ٹوٹ گیا اور آپ کو ابھی تک چین نہیں ہے۔ پچھلا دور گزر گیا' بھٹو صاحب فوت ہو گئے' ضیاء صاحب بھی چلے گئے مگر تم یہ کہتے جا رہے ہو کہ بھٹو نے کیا یہ تھا اور ضیاء نے یہ کیا تھا۔ تم یہ دیکھو کہ تم خود کیا کر رہے ہو؟ دونوں چین سے نہیں بیٹھ رہے۔

تو مجذوب کا مقام یہ ہے کہ وہ قانون سے باہر ہے' ضابطے سے باہر ہے' وہ اللہ کے ہاں قبول لوگ ہوتے ہیں' اللہ کے خیال میں اور اس حال میں گم ہو گئے' اس کو یوں سمجھ لو کہ۔

تیری یاد میں ہوا جب سے گم' تیرے گم شدہ کا یہ حال ہے
کہ نہ دور ہے نہ قریب ہے نہ فراق ہے نہ وصال ہے

بس وہ مقام ہوتا ہے مجذوب کا۔ نہ قریب ہے' نہ دور ہے' نہ اپنا ہے' نہ بیگانہ ہے' شہر غرق ہو گیا تو اس کو پرواہ نہیں' چار شہر اور آباد ہو

جائیں تو اس کو پرواہ نہیں۔ اس کے پاس عنان حکومت نہیں ہونی چاہئے، کبھی کبھی ہو بھی جاتی ہے۔ اور سوال پوچھو ------ بولتے جاؤ

سوال :۔

ایک شخص کو کوئی صادق القول شخص ایک بات بتاتا ہے اور وہ یقین کر لیتا ہے اور ایک شخص تفکر اور تلاش کے ذریعے ویسی بات پا لیتا ہے۔ کیا ان دونوں باتوں میں کوئی فرق ہے؟

جواب :۔

ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے! جو تفکر والا یقین ہے وہ اگلے حادثے میں ٹوٹ جاتا ہے جب تک کہ آپ کے پاس سند نہ ہو۔ سند آپ کو آپ کے اعتبار والا شخص ہی مہیا کرتا ہے۔ مثلاً" ایک شخص نے اللہ کو Discover کر لیا، اس نے حساب لگایا کہ اللہ ہے، زمین سے فصلیں اگتی ہیں تو " اللہ " ہو گا، انسان پیدا ہوتا ہے اور مر جاتا ہے تو " اللہ " ہو گا۔ ان باتوں سے ثابت ہوا کہ اللہ ہے۔ اب دوسرے شخص نے اللہ کے پیغمبر ﷺ کے کہنے پر مان لیا کہ اللہ ہے۔ اب دونوں کا اللہ پر یقین ہے۔ جس شخص نے اپنے تفکر اور تبحر علمی سے اللہ کو دریافت کیا، اگر اس کو کہا جائے کہ عبادت کر! اب تفکر سے تو عبادت سمجھ نہیں آئے گی تفکر سے اللہ سمجھ آئے گا مگر بولنے والا اللہ سمجھ نہیں آئے گا، عبادت کرانے والا اللہ سمجھ نہیں آئے گا اور زکوٰۃ دلوانے والا اللہ سمجھ نہیں آئے گا۔ تفکر کرنے والا شخص یہ کہے گا کہ تم پاگل ہو

گئے' ہر سال عید پر بکرے ضائع کرتے ہو' یہ رقم تم کسی فلڈ کنٹرول میں لگا دو۔ اب تفکر سے یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا پھر بیٹے سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ قال یابت افعل ما تومر یعنی اے ابا وہ کرو جس کا آپ کو حکم دیا گیا۔ تفکر کے ذریعے ایک شخص دیکھے گا کہ مریض بیمار ہے' دعا ہوئی اور وہ ٹھیک ہو گیا۔ اب اس کو اللہ پر پکا یقین ہو گیا۔ کچھ روز بعد وہ مریض مر گیا' اب اس شخص کا اللہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کہتا ہے "اللہ" تھا تو سہی مگر اب مریض ٹھیک نہیں ہوا۔ تو جو حالات اللہ کو اس طرح ثابت کرتے ہیں' دوسری طرف بھی اللہ ہی ہے۔ تفکر والا کہتا ہے کہ جب پیسے ملے ہیں تو اللہ ہے اور اگر چور پیسے لے جائے تو کہے گا کہ اللہ نہیں ہے۔ اس لئے حقیقت کو غور کے ذریعے دریافت کر کے ماننے والا اپنے ہی غور کی زد میں ہوتا ہے۔ انسان کا غور اس کے اپنے غور کو تباہ کرتا رہتا ہے' بچپن کا خیال جوانی کی زد میں آ گیا اور جوانی کا خیال بڑھاپے کی نذر ہو گیا اور ایک خیال دوسرے خیال کی زد میں آ گیا۔ ایک وقت تھا جب بھائیوں پر جان دیا کرتے تھے اور اب تم بھائیوں کی جان کے پیچھے پڑ گئے۔ ایک وقت تھا جب بہن بھائی مل کے کھانا کھایا کرتے تھے' اب شادیاں ہو گئیں تو ملاقات کبھی کبھی' گاہے گاہے' سر راہے۔ بھائی کہتا ہے کہ بہن کے پاس کیا جائیں اس کا خاوند بڑا بد تمیز ہے اور بہن کہتی ہے کہ بھائی کی بیوی بڑی بد تمیز ہے ----- نتیجہ یہ نکلا کہ بہن بھائیوں میں اختلاف پیدا ہو گیا ----- اب سارے عقیدے بدل گئے' سارے مزاج بدل گئے اور سارے تفکرات بدل گئے' سارا تبحر علمی تباہ ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ماں باپ کے سامنے اف نہ کرو۔ اللہ کو ماننے والا ماں باپ کی غلطیوں کے باوجود ان کی عزت کرے گا' تفکر والے کے ماں باپ اگر کوئی ایسی بات کریں جو اس کو پسند نہ ہو تو وہ کہے گا ماں باپ نے ہماری زندگی برباد کر دی ہے۔ زندگی برباد ہو یا آباد ہو' ماں باپ کے سامنے مت بولو ---- یہ ہے علم! یہ علم تفکر سے نہیں ملتا۔ تفکر والا اگر ترقی کر گیا' کسی ڈیپارٹمنٹ کا ہیڈ ہو گیا تو اگر اس کا والد اپنی پگڑی سمیت وہاں آ گیا تو اس نے کہنا ہے آپ باہر بیٹھیں۔ کسی نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو اس نے آگے سے وہ جواب دیا جو اسے نہیں دینا چاہئے تھا۔ یہ سب Pure تفکر کی باتیں ہیں ---- اگر وہی شخص کہے کہ یہ ابا حضور ہیں اور ان کے پاس اللہ کا حکم نامہ ہے اور میں ان کی اطاعت میں کھڑا ہوں' ان کا Servant ہوں اور میرا یہ مرتبہ انہی کی عطا ہے تو پھر وہ علم آتا ہے جو اللہ کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے ---- خبردار! خبردار! دریافت کی ہوئی صداقت سے بچنا!

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

ایک آدمی ایک خیال میں بیٹھا ہوا تھا' اس کے گھر بادشاہ مہمان تھا وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اگر بادشاہ کو قتل کر دیں تو میں بادشاہ بن جاؤں گا مگر اس کو اس قتل کا کوئی جواز نہیں مل رہا تھا۔ اس کو خیال آیا کہ یہ بادشاہ ہے' بزرگ ہے' معزز ہے اور مہمان ہے' اس کو کیسے قتل کر دیں؟ تفکر میں ڈوبا ہوا تھا کہ کیا کیا جائے ---- یکایک اس کو خیال آیا کہ ایک

خنجر ہے اور اس پہ خون لگا ہوا ہے اب اس نے سوچا کہ میرے تفکر اور مشاہدے نے مجھے یہ سب کچھ دکھا کے اجازت دی ہے کہ بادشاہ کو قتل کر دیا جائے۔

اس شخص کو مشاہدے نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ دراصل اس کا مشاہدہ باطل تھا۔ اس نے آنکھوں سے جو دیکھا وہ باطل تھا۔ کبھی کبھی آپ کو آنکھیں غلط مشاہدہ دیں گی۔ یہ ابلیس کا دیا ہوا مشاہدہ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی آپ دھوکا کھا جائیں گے' جو بات نظر آنی چاہئے وہ نظر نہیں آئے گی اور جو بات نظر نہیں آنی چاہئے وہ آپ دیکھنے لگ جاؤ گے۔ کبھی کبھی آپ کو نہ سنائے دینے والی بات سنائی دینے لگ جائے گی اور نہ دیکھنے والی بات دکھائی دینے لگ جائے گی یہ سارا ہی جھوٹ ہو گا۔ اس لئے آپ غور سے بات کو سمجھو' مثلاً" اگر آپ نے اس منزل پر جانا ہے جس منزل پر دو دفعہ نہیں جانا اور تجربہ کرنے کا وقت ہی نہیں ہے۔ کوئی کہے گا یہ صحرا کا سفر ہے' وہاں پانی ہو گا' وہاں سے گزرنا اور تیسرے دن پار ہو جانا۔ تفکر والا کہے گا میں پوری تحقیق کروں گا۔ تحقیق کا وقت ہے ہی نہیں۔ کتنے لوگ تحقیق کرتے کرتے صحرا میں مر گئے۔ اس لئے جاننے والے سے پوچھ کے ماننا شروع کرو تمہارے پاس زندگی مختصر ہے۔ تحقیق سے کیسے مانو گے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ زندگی ہے ہی مختصر سفر۔ اس میں تجربے کا ٹائم ہی کوئی نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پیغمبر فکر کے ساتھ پیغمبر نہیں بنے' انہوں نے خدا کو فکر کے ساتھ دریافت نہیں کیا۔ بلکہ خدا کے ساتھ تعلق سے بیان کیا۔ تو گویا کہ انسان فکر کر کے اللہ کی طرف نہیں جا رہا بلکہ اللہ انسانوں کو خود علم عطا کر رہا ہے۔ وہ

علم حاصل کرو جو اللہ کی طرف سے نازل ہوتا ہے۔ اللہ کیسے علم نازل کرتا ہے؟ اللہ وہ ہے جس نے پرندوں کو اڑنا سکھایا' جس نے مچھلی کو تیرنا سکھایا' جس نے بچے کے پیدا ہونے سے پہلے دودھ کا انتظام کیا' وہ کہتا ہے کہ انسان کی تخلیق کو تو دیکھو ------ تو یہ علم فکر سے نہیں بلکہ تخلیق سے ہے۔ فکر سے حاصل ہونے والی صداقت اپنی ہی فکر کی زد میں آ جائے گی۔ فکر کے ساتھ شیطان آ جاتا ہے۔ ایک بزرگ کا شیطان سے مکالمہ ہو گیا کہ اللہ کے ہونے کے یہ ثبوت ہیں۔ شیطان نے سارے ثبوت رد کر دیئے۔ تب ان کے مرشد نے آ کے کہا کہ تم شیطان سے جیت نہیں سکتے' تم اسے کہو کہ میں نے خدا کو بغیر دلیل کے مانا۔ شیطان خود بہت بڑا فلسفی ہے۔ اس لئے بغیر تسلیم کے تفکر شیطان ہو سکتا ہے۔ تسلیم کبھی شیطان نہیں ہو سکتی۔ تسلیم کو کبھی نہ چھوڑنا۔ زندگی کا جو راستہ اختیار کرنا ہو جلدی اختیار کر لو۔ آخرت میں اللہ کو جواب دہ ہونا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دھوکہ کھا جاؤ ------ اپنے معمولات کو اللہ کے حوالے سے گزارو۔ اللہ کی محبت میں رہو' اللہ کے حبیب ﷺ کی محبت میں رہو اور غور کیا کرو' جس نے پورے یقین کے ساتھ' عمداً" نماز کو ترک کیا' اس نے کفر کیا۔ جہاں یہ پتہ چل جائے کہ حدیث شریف آ گئی ہے' اس کو Discuss نہ کرو بلکہ فوراً" مان لو۔ حدیث شریف کے ذریعے اپنی زندگی کی اصلاح کرتے رہا کرو۔ پھر آپ کو ایسی حدیث بھی ملے گی کہ اللہ کے راستے پر چلنے والے' علم والے لوگ جو ہیں ان کی زندگی عبادت ہے' اور ان کا سانس لینا عبادت ہو گا۔ جوں جوں علم بڑھے گا آپ کو پتہ چلے گا کہ اللہ والے لوگ موجود ہیں۔ تو شریعت جو ہے یہ

اصل میں نظام ہے دین کا ----- شریعت کے بعد طریقت کا لفظ آتا ہے' یہ اعتقادات کے اندر کی بات ہے' آپ کی کیفیت کی بات ہے اور چلتے چلتے جب انسان طریقت میں داخل ہوتا ہے تو پھر' "حقیقت" آجاتی ہے' حقیقت یعنی Real Truth' جس کے پاس آپ نے آگے جانا ہے۔ پھر جب آپ اس ذات کے پاس جاتے ہو تو وہ آپ کو منزلوں کی طرف سیر کرائے گا' اس کو آپ معرفت کہہ لو ----- یہاں آپ کو عرفان ہو گا ----- معرفت کو پانے والے اکثر لوگ کہتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ کیا ہے؟ وہاں انسان خموش ہو جاتا ہے۔ اس لئے طالب جو ہے وہ شریعت سے سفر شروع کرتا ہے۔ شریعت کی نفی کرنے والا طالب نہیں ہو سکتا۔ شریعت کا منکر اگر کہے کہ میں خدا کو تو مانتا ہوں لیکن نماز کو نہیں مانتا' ایسے مفکر کی تباہی قریب ہے۔ اللہ کو ماننے والا اللہ کے دین کو ضرور تسلیم کرے اور اس پر عمل کرنے کی ضرور کوشش کرے۔ شریعت میں داخل ہو جاؤ' طریقت پر عمل کرو' حقیقت کے قریب ہو جاؤ تو عرفان حاصل ہو جائے گا۔ اگر کر سکو تو کر لو۔ طریقت کی ضرورت یوں پڑتی ہے کہ ایک ہی مسجد میں نماز پڑھنے والے اپنے اپنے درجوں میں مختلف ہو سکتے ہیں۔ ایک کھوٹے دل والا جتنی بھی عبادت کرے اس کا نتیجہ کھوٹ ہی نکلے گا۔ منافقت کا نتیجہ منافقت ہی نکلے گا' مسلمانوں میں بے شمار مرتبہ لارنس آف عریبیہ پایا گیا' اسلام کے اندر بھی مسلمانوں کے دشمن موجود ہیں۔ طریقت سے یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ صداقت کا یعنی Truth کا سفر کیسے کرنا ہے۔ ورنہ ایسے بھی ہوتا ہے کہ ایک دین کو ماننے والے ایک دوسرے پر فوجیں چڑھا دیتے ہیں۔ اگر آپ کربلا کا راز

پہچانو تو خالی شریعت کو ماننے والے اور محبت مصطفیٰ ﷺ سے گریز کرنے والے کیا کیا کر گئے۔ لیکن جن لوگوں کے پاس طریقت کا علم تھا وہ آج تک کربلا کو کربلائے معلیٰ کہتے جا رہے ہیں۔ تو مدعا یہ ہے کہ صرف خالی شریعت سے بات نہیں بنتی جب تک شریعت کی Spirit پیدا نہ ہو۔ یہ راستہ حضور پاک ﷺ کی محبت کا راستہ ہے۔ اگر حضور پاک ﷺ کی محبت نہ ہو تو پھر نظام کی کیا ضرورت ہے۔ اس لئے کچھ شقی انسان ایسے ہوتے ہیں جو نظام مصطفیٰ ﷺ کے تو قائل ہیں لیکن محبت مصطفیٰ ﷺ کے قائل نہیں۔ ان لوگوں سے بچنے کے لئے یہ بتایا گیا کہ ظاہر کی نماز سے بہتر ہے کہ تو دوسرے راستے پر چل۔ ورنہ نماز ترک کرنے کا کہیں بھی حکم نہیں ہے۔ فرمان ہے کہ لاصلوٰۃ الا بحضور قلب: جب تک دل حضور نہ ہو نماز نہیں ہوتی۔ بابا بلھے شاہؒ نے کہا ہے کہ:-

نہ میں پاٹ تے پوجا کیتی، نہ میں گنگا نہایا
نہ میں تیہہ[۳۰] روزے رکھے، نہ میں پنج نماز کمایا
ناں میں تیرتھ کعبے گیا تے ناں تسبا کھڑکایا
بلھے نوں مرشد کامل ملیا، جس چھیتی رب ملایا

ایسے لوگ بھی آئے جنھوں نے ایک اور راستے کی نشاندہی کی۔ اللہ کی راہ میں مرجانا شہادت ہے۔ اللہ کے عشق میں مرجانا بھی شہادت ہے۔ طریقت کا نظام شریعت کے متبادل نظام نہیں ہے۔ بعض اوقات کچھ مجذوب لوگ [illegible]ئے جنھوں نے کچھ ایسی ویسی باتیں کر دیں۔ ایک بزرگ

تھے جو لباس کے بغیر پھرتے رہتے تھے۔ بادشاہ سلامت نے اسے دوشالہ دے دیا۔ چار دن کے بعد دیکھا تو سرمد پھر لباس کے بغیر ہے۔ پھر دوشالہ دے دیا۔ حتیٰ کہ فتویٰ لگا کے اس کی گردن اڑا دی۔ اورنگزیب عالمگیر سے سرمد نے کہا تھا کہ میں تمہارے لباس سے اپنا جسم چھپاؤں یا تمہارے قتل چھپاؤں۔ عالمگیر بادشاہ سے کچھ قتل ہو گئے تھے۔ ایک روز اس نے سرمد سے کہا کہ کلمہ سناؤ تو سرمد نے کہا کہ لا الہ الا اللّٰہ بادشاہ نے کہا آگے سناؤ۔ سرمد نے کہا آگے کچھ نہیں۔ کیوں کہ سرمد کا لباس پورا نہیں تھا۔ اس لئے اس نے احترام کے مارے محمد رسول اللّٰہ نہیں کہا۔ یہ ادب کا مقام ہے۔ جب سرمد کی گردن اڑا دی گئی تو پھر اس کے خون سے آواز نکلی محمد رسول اللّٰہ بعض اوقات انسان ادب کے مارے نام نہیں لے سکتا۔

ایک درویش ایک محفل میں بیٹھا ہوا تھا۔ جب اذان ہوئی تو اس نے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں۔ جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا میں باوضو نہیں تھا اس لئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام کیسے سنتا۔ بظاہر تو یہ بغاوت تھی، لیکن اصل میں یہ محبت اور اطاعت تھی۔ ایسے بھی لوگ تھے جو کہتے تھے کہ میں درود شریف کی محفل میں نہیں بیٹھوں گا۔ جب ان سے پوچھا گیا تو کہنے لگے کہ میں وضو سے نہیں ہوں۔ ایک بزرگ نے یہ کہا کہ پہلے میں دو دن فاقہ کروں گا پھر درود شریف کی محفل میں بیٹھوں گا یا تین شب بیداریوں کے بعد۔ یہ ادب کے مختلف درجات ہیں۔

بیانات اس وقت تک ہوتے ہیں جب تک انسان راستے میں ہو۔

جب جلوہ نظر آجائے تو بیان بند ہو جاتے ہیں۔ تفکر والا صرف بیانات تک رہتا ہے اور تسلیم کرنے والا حقیقت پا جاتا ہے۔

سوال :۔

انا کہ وصف حسن تو تفسیر می کند
خواب نادیدہ را تعبیر می کند

یعنی آپ کے جو اوصاف ہیں ان کی جو تفسیر لوگ کرتے ہیں وہ اس طرح ہے کہ جیسے خواب دیکھا نہ ہو اور تعبیر کر دیں۔ اس شعر کا مطلب سمجھا دیجئے۔

جواب :۔

عام طور پر تعبیر وہی بیان کرتے ہیں جنھوں نے خواب نہیں دیکھا ہوتا۔ اور دیکھنے والا تعبیر کر نہیں سکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بیان یعنی اللہ تعالیٰ کے بارے میں بیان ہمیشہ نادیدہ ہے' یعنی غائب ہے اور جہاں پر مشاہدہ ہے وہاں پر بیان نہیں ہے' اس لئے رویت حق والے خاموش ہو جاتے ہیں۔ صرف کچھ لوگوں کو حکم ہوتا ہے کہ تم بیان کرو۔ جلوے کا بیان نہیں ہے' صرف راز کا بیان ہے' یہ آشنائی کا ایک درجہ ہے یعنی پہچان کا درجہ ہے۔ دیدار کا درجہ خاموشی سے شروع ہوتا ہے اس میں خاموشی' آنسو' رونا دھونا' آہ و بکا اور چاک گریبان ہو جاتے ہیں۔ دیدار کی منزلیں اور ہیں اور راز آشکار ہونا اور ہے۔ راز اس لئے بتایا جاتا ہے کہ جب کبھی شوق والا دیدار کی طرف چلے تو اس کو پتہ ہو کہ میں نے کیا کرنا ہے تاکہ وہ آشنائی کی منزلیں طے کرتا جائے اور وہ

حقیقت تک پہنچ جائے۔ جب دیدار کی منزل آتی ہے تو راز ختم ہو جاتا ہے کیونکہ جب جاننے والا شخص ہی ختم ہو جاتا ہے تو راز کہاں رہے گا' وہاں ہر شے ختم ہو جاتی ہے' یہ وہ مقام ہے جہاں قطرہ سمندر میں مل گیا ----- اور سوال پوچھو ---- جلدی! جلدی پوچھو۔ ہمارا بولنا اور پوچھنا یہ سب ریکارڈ ہو رہا ہے۔ آنے والے زمانوں میں بلکہ بہت دور کے زمانوں میں آج کی یہ پوچھی ہوئی بات کئی سوالوں کا جواب بن جائے گی۔ آپ صاحبان فکر ہیں اور اپنے دور میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کو اپنے زمانے میں کچھ سوالوں سے آشنائی ہوئی اور اس سوال کی کسی جواب سے آشنائی کرائی گئی اور پھر سوال اور جواب والے دونوں چلے جائیں گے مگر سوال جواب کا ریکارڈ چھوڑ کے چلے جائیں گے۔ یہ پھر آنے والے زمانوں میں آنے والے سوالوں کا جواب بن جائے گا۔ اس لئے آپ سوال سے گریز نہ کرو۔ بعض اوقات یہ آپ کا اپنا سوال ہوتا ہے اور بعض اوقات یہ کسی اور کے لئے سوال ہوتا ہے۔ جب آنے والے زمانوں میں آپ کا سوال اور یہ جواب پہنچے گا تو پھر بات آگے سے آگے چلی جائے گی اور ان لوگوں کے لئے آسانی پیدا ہو جائے گی۔ جس جگہ پر کوئی تکلیف ہوتی ہے وہیں پر علاج پیدا ہو جاتا ہے' جہاں بیماری پیدا ہوتی ہے وہیں علاج پیدا ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ حل فرمانا چاہے تو زمانے کے مسائل زمانے ہی میں حل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے بے دریغ سوال کیا کرو۔

سوال :-

ہم نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ سب ادا کرتے ہیں لیکن سب کے دل میں

حضور پاک ﷺ کی محبت کیوں داخل نہیں ہوتی؟

جواب :۔

حضور پاک ﷺ کا عشق ہر مسلمان کو عطا نہیں ہوتا کیونکہ یہ ایک مقام ہے درجوں کا۔ جس طرح آپ کہتے ہیں کہ صالحین اور شہداء الگ الگ درجے ہیں' اولیاء الگ درجہ ہے' پیغمبر اور امتی الگ درجہ ہے حالانکہ پیغمبر اور امتی دونوں ہی اسلام میں ہیں۔ شروع زمانے میں دونوں ساتھ ساتھ رہتے تھے' جہاں پر حضور پاک ﷺ ہیں وہیں پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں لیکن درجے میں بہت فرق ہے۔ وہیں ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے حضور پاک ﷺ کو دیکھا اور محبت نہ کی اور ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے نہیں دیکھا اور محبت کی ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ جس کو چاہے محبت عطا فرما دے اور جس کو چاہے اس کی آنکھ دیکھے بغیر بھی دیکھ لے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ خاص عطا آج تک چلی آرہی ہے کہ آپ ﷺ کے چاہنے والے آج تک چلے آرہے ہیں اور محبت عطا ہوتی جا رہی ہے۔ یہ ہر ایک کے نصیب میں نہیں ہے۔

سرمدِ غمِ عشق بوالہوس را نہ دہند
سوزِ دلِ پروانہ مگس را نہ دہند

پروانے کا نصیب اور ہے' مگس کا نصیب اور۔ اللہ نے نظام چلانا ہوتا ہے۔ ساربان کی اور کیفیت ہے' کاروبار والے کی اور کیفیت ہے۔ اگر سب لوگ سب کچھ چھوڑ کر اللہ کے ہو کر بیٹھ جائیں تو بازار کون

چلائے گا۔ اگر ایک آدمی کار چلا رہا ہے اور وہ عشق میں گم ہو جائے تو گاڑی حادثے کا شکار ہو جائے۔ تو ایسے شخص کو گاڑی، پٹرول، سڑک وغیرہ کا شعور دیا جاتا ہے۔ اس کا علم صرف یہی ہے۔ اگر تم اسے عشق کی منزل پر چلا دو تو کاروبار کون چلائے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ روحوں کو وقف کر رکھا ہے اپنے کام کے لئے اور ان پر یہ منزلیں آشکار ہوتی ہیں۔ ان کے لئے دنیا کا کاروبار اور چیز ہے۔ ان کے لئے کائنات بولتی ہے، نجوم بولتے ہیں، واقعات بولتے ہیں، غور و فکر ہوتا ہے، رات کے فاصلے سمٹ جاتے ہیں۔ ہر دور کے ساتھ ان کا تعلق ہو جاتا ہے۔ ان کے لئے پھر خاص محفلیں ہوتی ہیں۔ یہ ہر ایک کے لئے نہیں ہوتا۔ ہر چیز ہر آدمی کے لئے نہیں ہے ورنہ یہ سوال بھی بن سکتا ہے کہ اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہر انسان کو اللہ سے محبت ہونی چاہئے تھی۔ یہ ایک راز ہے۔ خیر بھی ادھر سے ہے اور شر بھی۔ اللہ کو ماننے والا بھی ادھر سے ہے، ولی اللہ بھی اُدھر سے ہے اور عدواللہ بھی اس کا ہے۔ اللہ سے تم نہیں پوچھ سکتے کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ بلکہ اللہ تم سے پوچھے گا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اللہ نے آپ سے جنات کی محفل کا ذکر نہیں کیا بلکہ انسانوں کی محفل کی بات بتائی ہے کہ یہ انسان ہیں، یہ مومن ہیں، یہ کافر ہیں۔ سب کے درجے بتائے ہیں کہ یہ منافق ہیں، یہ حضور پاک ﷺ سے محبت کرنے والے ہیں اور یہ لوگ ہیں جو سرے سے خدا کو مانتے ہی نہیں۔ اگر اللہ سے "کیوں" کا لفظ پوچھا تو پھر خرابی ہو جائے گی۔ اللہ کے باب میں اور دین کے باب میں "کیوں" نہ پوچھنا۔ پھر سارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ جو لوگ آپ سے پہلے آئے اور دین میں

مکمل تھے انہوں نے کبھی "کیوں" نہیں پوچھا۔ کسی نے آج تک نہیں کہا کہ شیطان کو کیوں بنایا ہے یا شیطان کو معافی ملنی چاہئے۔ بزرگوں نے یہ ضرور کہا کہ وہ خود ہی فرعون بناتا ہے اور خود ہی موسٰیؑ' یہ اس کے کام ہیں۔ تمہارا کام ہے دیدار' ہمارا کام ہے حضور پاک ﷺ سے محبت کرتے جانا۔ جب محبت اصل میں داخل ہو جاتی ہے تو وہ آگے چلتا جاتا ہے۔ یہ الگ لوگ ہیں۔ یہ دل والے لوگ ہیں۔ کسی کو دل والا بنایا' کسی کو دماغ والا بنایا' کسی کو نفس والا بنایا۔ اگر کسی بزرگ کے پاس جاؤ یا عرس پر جاؤ تو ہر قسم کا آدمی وہاں ملے گا۔ داتا صاحبؒ کے عرس پر جلیبی اور اندر سے بنانے والا کون ہے؟ گجرات سے آ کر برتن بیچنے والا کون ہے؟ تھیٹر والا کون ہے؟ قوالی والا بھی آ گیا ہے۔ قوال کلام فارسی میں گا رہا ہے اور لوگ پیسے دیتے جا رہے ہیں۔ اندر مولوی صاحب تقریر کرتے جا رہے ہیں۔ پھر گورنر یا وزیر اعلیٰ چادر چڑھانے آ رہے ہیں' ساتھ ریڈیو اور ٹیلی ویژن والے تصویریں بنانے آ رہے ہیں۔ لنگر تقسیم ہو رہا ہے۔ دودھ کی سبیل چل رہی ہے۔ صرف چند آدمی ہوں گے جو علیحدہ بیٹھ کے داتا صاحبؒ سے بات کریں گے' داتا صاحبؒ فرمائیں گے اصل بات یہ ہے کہ میرے لئے تو کوئی نہیں آیا' یہ سب باتیں فالتو ہیں' یہ باتیں میری ہیں ہی نہیں' ان باتوں کے لئے ہم نہیں آئے تھے' یہ تو لوگوں نے کاروبار کے لئے باتیں بنا لی ہیں۔ اس کا صرف ایک فائدہ ہے کہ غریب لوگوں کو روزگار ملتا جارہا ہے۔ عرس پہ خالص دودھ کی سبیل ختم ہی نہیں ہوتی اور لوگ پیتے جا رہے ہیں۔ عرس ختم ہوتے ہی دودھ میں پانی کی مقدار بڑھ جاتی ہے اور وہ کمی بھی پوری کرلیتے ہیں جو عرس کی وجہ سے

ہوئی تھی۔ کوئی آدمی ایسا نہیں ملے گا جو عرس پر تو خالص دودھ دے رہا ہو مگر باقی سارا سال بھی خالص دودھ دے۔ ایسا کوئی نہیں ملے گا۔ عرس کی شام قریب کی پولیس چوکی سے پتہ کرو کہ کتنے جیب کترے پکڑے گئے' کہتا ہے پینتیس۔ یہ تو صرف پکڑے جانے والے تھے۔ یہ سارے ہی مسلمان ہیں اور داتا صاحبؒ کو ماننے والے ہیں۔ ماننے والوں میں جاننے والوں کی عام طور پر کمی ہوتی ہے۔ داتا صاحبؒ کو جاننے والا ایک شخص تھا جو ان کو بڑی دیر کے بعد میسر آیا۔ وہ خواجہ غریب نوازؒ تھے جنہوں نے فرمایا:۔

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

اور پھر انہوں نے اجمیر شریف جا کر اپنا یہ قول ثابت کر دیا۔ پرتھوی راج کی حکومت کو محمد غوری کے ذریعے فتح کرایا۔ یہاں سے مسلمانوں کے پہلے قدم کا آغاز کرایا۔ وہاں سے پھر اجودھن کو پاک پتن بنایا اور یہاں سے جا کر دہلی پر مسلمانوں نے قبضہ کیا۔ فقراء آتے گئے اور مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ اسی تعداد کے حساب سے آپ کو پاکستان نصیب ہوا۔ علماء صرف بیان کرتے جاتے ہیں۔

لبھاتا ہے دل کو کلام خطیب
مگر لذتِ شوق سے بے نصیب

علماء کے پاس خالی بیان ہے اور بیان برائے بیان ہے اور فقراء کے ہاں کیفیت ہے۔ حضور پاک ﷺ کی زندگی کی شرح کرنے والے

سب لوگ حضور پاک ﷺ سے محبت کرنے والے نہیں ہوتے۔

حضورؐ اکرمؐ کی زندگی پر کتابیں لکھنا نہیں ہے عرفاں
کہ ایک کافر کتاب لکھ کر نہ آج تک ہو سکا مسلماں

کافروں نے بھی حضور اکرم ﷺ پر کتابیں لکھیں ہیں' ہندو نے نعت کہی ہے' لیکن ہندو ہی رہا ہے۔ حضور پاک ﷺ کے دین کو ماننا' حضور پاک ﷺ کی ذات کو ماننا اور حضور پاک ﷺ کے خیال کو ماننا' کم لوگوں کے نصیب میں آیا ہے۔ اس لئے میں آج آپ کو ایک نئی بات بتا رہا ہوں کہ یہ ضروری نہیں کہ نعت کہنے والا محبت کرنے والا بھی ہو اور نعت سننے والا بھی ضروری نہیں کہ محبت والا ہو حالانکہ نعت Pure محبت کا تحفہ ہے۔ یہاں پر بھی ملاوٹ ہو گئی ہے۔ نعت میں بھی ملاوٹ ہو گئی ہے۔ جامیؒ محبت میں نعت کہے گا' رومیؒ محبت میں نعت کہے گا' کچھ اور لوگ بھی محبت میں کہیں گے' باقی لوگ الفاظ کی بھرتی کرتے جائیں گے۔ ایسا ہوا ہے کہ ایک آدمی ایک دور میں نعت کے خلاف تھا اور جب کوئی اسلامی زمانہ آیا تو نعت لکھنی شروع کر دی۔ لوگ حاکم وقت کے مطابق چلتے ہیں' نعت کا زمانہ آجائے تو نعت کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جن لوگوں پر حضور پاک ﷺ کا فیض ہو' جب وہ نعت کہتے ہیں تو وہ اور ہی نعت ہوتی ہے۔ شیخ سعدیؒ تین دن تک یہ تین مصرعے لے کر پھرتے رہے۔

بلغ العلیٰ بکماله
کشف الدجیٰ بجماله
حسنت جمیع خصاله

اس سے آگے کوئی مصرعہ نہیں آتا تھا۔ وہ روتے رہے اور پھرتے رہے۔ پھر آپ کو حضور پاک ﷺ کا مشاہدہ ہوا، دیدار ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا آگے لکھو۔

صلوا علیہ و آلہٖ

تو یہ ہوتی ہے محبت کی بات۔ یہ الگ بات ہوتی ہے۔ ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی۔ یہ عطا ہوتی ہے۔ اگر اللہ مہربان ہو جائے تو حضور پاک ﷺ کی محبت مل جاتی ہے اور حضور پاک ﷺ کی مہربانی ہو جائے تو عبادت ملنا شروع ہو جاتی ہے۔ پس ان دونوں کی بات ہے۔ زمین سے اللہ کی طرف پیغام جاتا ہے لا الہ الا اللہ اور اوپر سے آواز آتی ہے محمد رسول اللہ۔ حضور پاک ﷺ کے پاس جائیں تو لا الہ الا اللہ اور اللہ کے پاس جائیں تو محمد رسول اللہ سارا کھیل یہیں ہے۔ یہ دو جگ کا کلمہ ہے۔ توحید صرف اس کو سمجھ آئے گی جس کو بات رسالت سے سمجھ آئے گی، رسالت اس کو سمجھ آئے گی جس کو توحید نے بتایا۔ اپنی آنکھ سے دیکھا تو آپ ہی آپ نظر آیا، تیری آنکھ سے تجھے دیکھا تو تو ہی تو نظر آیا۔ اللہ کی آنکھ حضور پاکؐ کی آنکھ ہے اور اللہ کو دیکھنا ہو تو حضور پاکؐ کی آنکھ سے دیکھو —— پھر آپ کو بات سمجھ آنا شروع ہو جائے گی۔ صرف بیان سے محبت نہیں ہوتی۔

اور سوال بولو —— نہیں بولتے؟ پھر دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو یکسوئی عطا کرے یعنی ایک رخ عطا ہو جائے۔ زندگی کوئی لمبا کھیل نہیں ہوتا، اس میں پہلو بدلنے کا وقت بھی نہیں ہوتا۔ جس طرف لگے

ہو ایک طرف لگ جاؤ' اپنے فیصلوں پر کاربند ہو جاؤ' اللہ تعالیٰ آپ کو سکونِ قلب عطا کرے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر آخرت کی منزل آسان کرے۔ آخری بات ہمیشہ پہلے کیا کرو' جب مستقبل میں جا ہی رہے ہو تو وہ مستقبل نہ بھولنا جہاں سارا حال End ہو جائے گا' اس دن کے لئے آپ کو آسانی ہو' قبر میں اترنے کی آپ کو آسانی ہو۔ زندگی میں ہی یہ دعا کر کے جانا کہ یا اللہ ہمیں قبر میں اترنے کی آسانی ہو' تیرے پاس آنے کی ہمیں آسانی ہو' یہ زندگی چھوڑنے کی بھی ہمیں آسانی ہو ---- یا اللہ تیرے فضل سے ہی ہم زندگی کو چھوڑ سکتے ہیں اور تیرا فضل ہو تو ہم اپنے مزار میں اتر سکتے ہیں ----- مزار میں اترنا زندگی سے ہی سیکھو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آسانیاں عطا فرمائے۔

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ سیدنا و مولانا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ آمین برحمتک یا ارحم الرحمین۔

○

۱۔ اللہ تعالیٰ ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ اتنا قریب ہے لیکن ہم اس سے! اتنے دور کیوں ہیں؟

۲۔ جس شخص کو مشاہدہ حق حاصل ہو جائے تو اس کو اعمال کی کیا ضرورت ہے؟

۳۔ جو لوگ معاشرے میں انسانوں کی خدمت میں مصروف ہوں کیا انہیں حق کا مشاہدہ ہوتا ہے؟

۴۔ اطاعت اور عبادت میں کیا فرق ہے؟

۵۔ اللہ کہتا ہے کہ مجھے مانو لیکن اللہ کو خوش کرنے کے لئے انسان کو کیوں خوش کرنا پڑتا ہے؟

۶۔ ہم گناہ اور جرم اس لئے نہیں کرتے کیونکہ اللہ حاضر ناظر ہے لیکن اس کو غفور الرحیم دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ اس نے معاف تو کر دینا ہے......

۷۔ کیا پریکٹس سے محبوب بنایا جا سکتا ہے؟

۸۔ کیا صرف زبان سے کلمہ پڑھ لینے کا کوئی انعام ہے؟

۹۔ محبت خود کی جاتی ہے یا کسی کی عطا ہوتی ہے؟

۱۰۔ اگر محبت محبوب کی عطا ہے تو پھر ہمارے ذمے کیا رہ جاتا ہے؟

۱۱۔ اگر کوئی شخص ہمیں کچھ کہے اور ہم اخلاق کے مارے چپ رہیں تو وہ ہمیں بزدل سمجھتا ہے!

۱۲۔ بچوں کو اسلام کی تربیت دینے کے بارے میں بڑی پریشانی رہتی ہے؟ اس بارے میں کیا کریں؟

۱۳۔ ہماری زندگی میں بے شمار پریشرز ہیں، مذہبی طور پر ان کے لئے کیا حکم ہے؟

۱۴۔ ایک انداز سے گھریلو زندگی بڑی آسان ہے اور ایک انداز سے بڑی مشکل ہے۔ اس کا کیا حل ہے؟

سوال:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وہ ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اللہ تو ہم سے اتنا قریب ہوتا ہے لیکن ہم اس سے کیوں اتنے دور ہو جاتے ہیں۔ اور یہ کہ مشاہدہ حق کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب:

اگر کوئی شخص یہ مان لے کہ اللہ کریم ہماری شہ رگ سے زیادہ قریب ہے تو اللہ اس سے دور نہیں ہوتا۔ اور جو اپنے آپ، کو اللہ سے دور سمجھتا ہے وہ اس فقرے کو صحیح نہیں سمجھتا کہ اللہ شہ رگ سے قریب ہے۔ کیونکہ جب اللہ کریم آپ کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہے تو آپ لازمی طور پر اس کے قریب ہو۔ اللہ کریم کہتا ہے تم مجھے پکارو تو میں بالکل تمہارے قریب ہوں۔ جو شخص اللہ کو پکارنے کے بعد اسے اپنے قریب سمجھے تو اللہ خود ہی اس کے قریب ہو گا۔ اس لئے یہ ایک راز ہے کہ اللہ جب شہ رگ سے قریب ہے تو پھر دور کون ہے؟ جسے

آپ اللہ کہہ رہے ہیں وہ تو شہ رگ سے قریب ہے اور جو اسے قریب سمجھ رہا ہے اللہ اسی کے قریب ہے۔ جو شخص اللہ کو دور سمجھ رہا ہے تو اللہ اس سے دور ہے۔ پھر تم قیامت تک ڈھونڈتے رہو' اللہ نہیں ملے گا۔ وہ کہتا ہے مجھے پکارو کیونکہ میں دعائیں منظور کرتا ہوں لیکن کتنی ہی دعائیں ہیں جو منظور نہیں ہوتیں۔ اب یہ پہچان کی بات ہے۔ بلکہ اللہ اس سے بھی قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ فی انفسکم میں تمہاری سانسوں میں ہوں۔ اب یہ کون ہے جو سانسوں سے زیادہ قریب ہے اور انسان سے اتنا دور ہے۔ یہ ایک راز ہے۔ یہ اور ہی کہانی۔ ہےاور یہی تو کہانی ہے اور سارا راز یہی تو ہے کہ دور کون ہے اور قریب کون ہے؟ ایک اور پرانا سوال یہ ہے کہ جب سارا مکان اللہ کا ہے تو لامکان کیا ہے؟ یعنی جب سب مکاں اس کے ہیں تو پھر لامکاں کیوں ہے اور اگر وہ لامکاں میں ہے تو پھر یہاں دنیا میں اس کو تعارف کی کیا ضرورت تھی' وہ اپنے لامکاں کے اندر اپنی تنہائیوں میں رہتا۔ اگر آسمان پر رہنا ہے تو زمین پر حکمرانی کا کیا مطلب اور اگر زمین پر حکمرانی کرنی ہے تو پھر آسمان پر کیا مطلب؟ اور اگر یہی خواہش ہے اس کو کہ ایک دین کا نفاذ ہو اور ایک عقیدے کا پرچار ہو تو اس کی اپنی Contribution؟ اس طرح کے بے باک اور گستاخی والے سوال بھی پوچھے جاتے ہیں۔ اور اللہ خود ہی مالک ہے ہواؤں کا اور زمین و آسماں کے لشکروں کا تو مسلمانوں کو فوجیں بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر جب رزق کا ضامن وہ ہے تو ڈھائی فی صد زکوٰۃ کا مطلب کیا ہے؟ دینے والا وہ ہے تو لینے کون آ جاتا ہے؟ پھر اللہ یتیم کو یتیم خود پیدا کرتا ہے اور پیسے آپ سے مانگ کے دیتا ہے! آخر

قصہ کیا ہے؟ اگر انسان کے قریب ہے تو قریب رہے' پھر دور کیسے ہو جاتا ہے؟ یہی ایک راز ہے۔ کہانی اتنی ساری ہے کہ اللہ کو پالینے کے بعد اس کی تلاش شروع ہو جاتی ہے۔ بس یہ بات یاد رکھنا۔ راز یہ ہے کہ اللہ کو کوئی تلاش نہیں کر سکتا جب تک پہلے وہ اسے پا نہ لے۔ انسان پہلے اللہ کو پائے گا اور تلاش بعد میں کرے گا۔ تو راز کیا ہے؟ پانا سوز ہے اور تلاش بھی سوز ہی ہے۔ اللہ کو پانا دراصل اللہ کے فراق کا ادراک ہے اور اللہ کے فراق کا ادراک ہی اس کا وصال ہے۔ اس کا As such وصال کوئی نہیں ہوتا بلکہ اس کے فراق کا ادراک ہی وصال ہے۔ بس یہ بات یاد رکھنا! اللہ کو پالینا یا Communion ہو جانا یا "انا الحق" کی حالت میں آ جانا ——— یہ سارا فراق ہی ہے۔ اللہ سے وصال صرف رخصت ہونے سے ہوتا ہے۔ اللہ کے وصال کا طریقہ کیا ہے؟ دنیا سے Departure کی صورت میں۔ تو انسان جب تک تو "انا الحق" کہتا ہے تب تک تو وہ فراق میں ہوتا ہے۔ "انا الحق" کہنے والے کو جب مکمل وصال کرنے کا وقت آیا تو للہ نے بڑی مہربانی کی کہ اس کو دار پہ چڑھا دیا۔ دار پہ چڑھانا اصل میں اللہ کی مہربانی ہے۔ اللہ نے کہا یہ "انا الحق" کہتا جا رہا ہے لیکن یہ نامکمل کہانی ہے' اللہ کے وصال تک دو قدم اور رہتے ہیں۔ اس نے کہا پھر وصل کیسے ہو گا؟ فرمایا جان جان آفریں کے سپرد کر دو۔ اور پھر اس کو دار پر چڑھا دیا اور یہاں آ کے وصال کی کہانی مکمل ہو گئی۔ تو اللہ شہ رگ سے قریب اس وقت تک ہے جب تک تم زندہ ہو۔ بیان کی حد تک وہ تم سے دور ہے اور مشاہدے کی حد جب شروع ہو گی جب تم اپنی جان سے رخصت ہو جاؤ گے۔ وصال

Less than that نہیں ہو گا۔ تو اللہ دور نہیں ہے بلکہ قریب ہے اور قریب ہونے کا واقعہ کب شروع ہوتا ہے؟ یہ تو بیان ہے کہ میں تمہاری شہ رگ کے قریب ہوں' میں تمہارے بالکل قریب ہوں' دائیں ہوں اور بائیں ہوں اور سانسوں میں ہوں اور تمام واقعات میں ہی کر رہا ہوں۔ پھر بندے نے کہا یہ تو ہو گیا علم کہ آپ قریب ہیں اور اس کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ پھر وہی پرانا سوال ہے کہ

خضر کیوں کر بتائے کیا بتائے
اگر ماہی کہے دریا کہاں ہے

تم مچھلی کو اس کی موت سے پہلے دریا نہیں دکھا سکتے۔ اگر اسے دریا سے نکال کر ایک جھلک دکھا دو گے تو مچھلی اس کے بعد رخصت ہو جائے گی۔ مچھلی اگر دریا میں رہے گی تو زندہ رہے گی' لیکن اس صورت میں دریا کو نہیں دیکھ سکے گی۔ اگر باہر نکل کر دریا کو دیکھے گی تو دریا سے باہر ہو جائے گی اور مر جائے گی۔ اس لئے اللہ کریم کا دیدار یا وصال یا مشاہدہ قرب حق جب ہوا تو آپ کا اپنی زندگی سے فراق ہو جائے گا۔ تو وصال الی الحق یا وصال قدرت یعنی خدا کے ساتھ وصال اس وقت ہو گا جب آپ کا اپنی جان سے فراق ہو جائے گا۔ درمیان میں صرف علم ہے۔ مشاہدہ اس وقت شروع ہوتا ہے جب آپ جان سے ہاتھ دھوتے ہیں۔ یہ ہے جامہ ہستی کو چاک کر ڈالنا۔ جامہ ہستی کو چاک کئے بغیر حاصل ہستی نہیں ملے گا۔ یہ جامہ ہستی کیا ہے؟ جامہ ہستی سے مراد ہے کہ

اس جامہ ہستی کو کیا چاک تو دیکھا
انسان کہاں مظہر یزداں ہوئے ہم

مطلب یہ کہ وہ اب انسان کہاں رہا ہے اب تو وہ مظہر یزداں ہو گیا۔ جب جامہ ہستی چاک ہو گیا تو وہ شخص محویت میں چلا گیا اور جو محویت میں چلا گیا اس کو محویت میں اللہ نظر آیا۔ تو اللہ کو جاننے کا پہلا علم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں اور یہ علم کے طور پر ہم نے مان لیا کہ اللہ شہ رگ سے زیادہ قریب ہے اور وہ سانسوں میں ہے' یہ بھی ہم نے مان لیا' لیکن اس کا تجربہ یا مشاہدہ نہیں ہوا۔ اس لئے کہ انسان کو زندگی کی اس حالت میں مشاہدہ حق نہیں ہوتا۔ یعنی انسان کو اس عالم میں یعنی بشری عالم میں مشاہدہ حق نہیں ہوتا۔ مشاہدے کا تعلق آنکھ سے ہے اور وہ آنکھ اور ہے جس کے ذریعے سے اللہ کو دیکھا جا سکتا ہے۔

تمہاری آنکھ سے دیکھا تمہیں تو اٹھ گیا پردہ
ہماری آنکھ کو جلوہ تیرا حائل نظر آیا

اب ہماری اس آنکھ کو تو جلوہ حائل ہے۔ جس کو ہم نہیں دیکھ رہے وہی تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ روشنی Visible نہیں ہوتی بلکہ روشنی Visible بناتی ہے۔ تو یہ ہے راز روشنی کا کہ روشنی بذات خود' بغیر Medium کے نظر نہیں آئے گی۔ روشنی کیسے نظر آئے گی؟ جب وہ کہیں سے Reflect ہو گی اور جب کہیں Medium ہو گا۔ اب اللہ تعالیٰ کا نور دیکھنے کے لئے کوئی نہ کوئی میڈیم ضرور ہو گا اور یہ میڈیم وہ نسبت ہے جنہوں نے اللہ کو دیکھا۔ تو جن لوگوں نے اللہ کو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ سے دیکھا' ان کو کچھ جلوہ نظر آیا۔ اب اس

اور ماڈرن لائف اور حالات زمانہ کا ستایا ہوا ہو اور گھریلو ذمہ داریاں پوری کرتا ہو۔ وہ کیسے اللہ کے نور یا جلوے کا ادراک کرے؟ مسئلہ تو اصل میں یہ ہے کہ عام طور پر گھریلو زندگی جو گھبراہٹ کی زندگی ہے اور پریشانی کی زندگی ہے' اس میں ہم جامہ ہستی کو کیسے چاک کریں تاکہ ادراک حق ہو جائے اور ادراک جلوہ حق ہو جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ محویت اللہ کی طرف سے ایک عطا ہے۔ محویت سے جلوہ قریب آ جاتا ہے۔ محویت کا مطلب یہ ہے کہ آپ تمام اطراف کے شعور کی بجائے ایک طرف کا شعور حاصل کرو۔ پھر ایک طرف کا شعور حاصل کرنے کے بعد ایک طرف سے بھی گم ہو جاؤ۔ مثلاً" کوئی آپ سے یہ کہے کہ آپ صرف ہمارے دوست بن جاؤ' تو آپ نے کہا" بن گئے اور ہم نے سب کو بھلا دیا"۔ کہتا ہے" اب مجھے بھی بھول جاؤ" یعنی کہ ایک کے دم سے سب کو چھوڑا اور پھر جس کے دم سے سب کو چھوڑا اور اس کو بھی چھوڑا' حتیٰ کہ چھوڑنے کے خیال کو بھی چھوڑا۔ اب یہ ہے محویت کا عالم۔ اب وہ کہتا ہے کہ "کون تھا جس کے لئے تم نے سب کو چھوڑا تھا" کہتا ہے" اب تو مجھے یاد ہی نہیں"۔ چلتے چلتے جس مقام پر شعور' شعور سے غافل ہو جائے' وہی مقام ہے محویت کا۔ جب آپ کے ہاتھ سے آپ کا شعور نکل جائے۔ یعنی آپ کا" دانم" آپ کا" نمی دانم" ہو جائے تو جلوہ حق نظر آ جائے گا۔ تو جلوہ حق کب نظر آئے گا؟ جب آپ حضور پاک ﷺ کے حوالے سے بات کرو گے۔ جلوہ حق کا دوسرا طریقہ کیا ہے؟ جب انسان محویت میں آ جائے اور جانی ہوئی چیز کو انجانی کر جائے۔ یعنی اسے دوست ملا اور کہا میں آپ کا دوست ہوں۔ کہتا

الٰہ الا اللہ۔ یعنی کہ توحید نے رسالت نہیں سکھائی بلکہ رسالت نے توحید سکھائی ہے۔ ہمارا تعلق کس سے تھا؟ ہمارا تعلق رسالت سے تھا۔ ہمارا تعلق تو رسول خدا ﷺ سے تھا کہ انسان ہیں' کچھ فرما رہے ہیں' کچھ باتیں بتا رہے ہیں' کچھ Relation بتا رہے ہیں' کچھ Human Relation بتا رہے ہیں' کچھ Human Psychology بتا رہے ہیں' اور دوسری بڑی بڑی باتیں بتا رہے ہیں۔ ساتھ ہی لوگوں سے پوچھا کہ کیا کبھی ہم سے جھوٹی بات سنی؟ لوگوں نے کہا نہیں سنی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اگر ہم یہ کہہ دیں کہ دشمن آ رہا ہے تو؟ لوگوں نے کہا ہم مان لیں گے۔ "اور اگر ہم یہ کہہ دیں کہ ایسا نہیں ہے تو؟" "تو ایسا نہیں ہے"۔ اللہ پہ یہ اعتماد جو ہے آپ کو یہ اعتماد کس نے عطا کیا؟ یہ اعتماد حضور پاک ﷺ نے عطا کیا۔ آپ کا تعلق پہلے کس سے تھا؟ محمد رسول اللہؐ سے اور پیغام کیا ملا؟ لا الٰہ الا اللہ۔ وہ لوگ جو رسالت کے بغیر الٰہیات میں داخل ہوتے ہیں وہ غالباً" وہیں رہ جاتے ہیں۔ مثلاً" گورو نانک کا نام لو تو وہ صرف الٰہیات تک رہ گئے۔ تو رسالت کے ذریعے آپ شہ رگ کے قریب اللہ کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ تو مشاہدہ کب ہوتا ہے؟ جب تم محمد رسول اللہؐ کے قریب ہو جاؤ۔ ایک بات تو یہ ہو گئی۔ سوال کرنے والا بندہ اس کے بعد پھر پوچھتا ہے کہ یہ بھی مشکل مقام ہے' کچھ ادب کا مقام ہے' ہم سے تو نماز پڑھتے پڑھتے کمی بیشی ہو جاتی ہے' ان لوگوں کا مقام ہے جو بہت بلند حوصلے والے ہیں اور جن کی زندگی توبہ' توکل اور طہارت میں گزری ہے' یہ تو ان کی باتیں ہیں۔ ان لوگوں پر جلوہ حق آشکار ہوا ہو گا۔ تو ایک عام آدمی جو ضروریات زندگی

میں دین اور عبادات سب Involve ہو گئے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ان سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ اللہ سے پیار کرتے ہیں تو آپ کی اطاعت کریں پھر اللہ ان سے محبت کرے گا۔ وہ لوگ جو محویت میں ہیں اور حضورِ پاک ﷺ کی یاد میں ہیں' وہ رویت حق یا جلوہ حق دیکھ سکتے ہیں۔ یہ ایک مستند بات ہے کہ جلوہ حق غیراز جلوہ محبوب حق ﷺ نہیں ہو گا۔ یہ ایک خاص نقطہ ہے۔ اس نقطے کو یاد رکھیں۔ یہ شعبہ ان لوگوں کا ہے جن کے دین میں بڑے مقامات ہیں۔ دین کے ان مقامات میں' پوری زندگی دین کے مطابق اور وضو' تہجد گزاریاں' شب کی آہ و زاریاں اور باقی تمام بڑے بڑے واقعات شامل ہیں۔ ان لوگوں کے یہ مقامات ہیں جو کہہ سکتے ہیں کہ تیرا دربار' دربار الٰہی ہے' اور تیرا دربار' دربار مصطفائی ﷺ سے ہے۔ وہ اس مقام پہ ہوتے ہیں کہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ کعبے کا راستہ مدینہ سے ہو کے جاتا ہے بلکہ مدینے کا راستہ کعبے سے ہو کے جاتا ہے' کعبہ راستے میں ہے' مدینہ بعد میں ہے یا مدینہ راستے میں ہے کعبہ بعد میں ہے۔ اگر آپ لوگ Discussion کرو گے یا Differentiation کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ دونوں' دونوں کی راہ میں ہیں اور دونوں' دونوں کے ساتھ ہیں۔ اس لئے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کون کیا ہے؟ پہلے آپ نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا یا پہلے محمد رسول اللہ پڑھا؟ پڑھتے پہلے لا الٰہ الا اللہ ہیں اور سکھایا محمدؐ رسول اللہ نے ہے کہ اللہ کیا ہوتا ہے۔ تو محبت پہلے کس سے ہوئی ہے' محبت پہلے محمدؐ رسول اللہ سے ہوئی ہے اور پھر ان کا کیا پیغام ہے؟ لا

ہے کون سا دوست اور کس کا دوست۔ اس کا دوست کہتا ہے کہ "آپ کا نام یہی نہیں ہے کیا"؟ کہتا ہے "میرا نام یہ نہیں ہے" اپنا بھی نام بھول گیا اور تیرا بھی نام بھول گیا۔ یہ ہے اس کے راستے کی نشانی۔ اس میں ایک چیز اور دیکھو۔ وہ لوگ جو کسی کام میں گم ہو جاتے ہیں اور Concentration میں چلے جاتے ہیں، تو اللہ ان کا بنیادی شعور ہے۔ یعنی کہ کوئی شخص علم میں گم ہو گیا یا مطالعہ میں گم ہو گیا یا تحریر میں گم ہو گیا، یعنی کہ کسی بھی خیال کے اندر گم ہو گیا، کوئی بھی خیال اگر آپ کو اتنا مسحور کرے کہ آپ اس میں Captivate ہو جاؤ، کھو جاؤ تو اگر اللہ آپ کا بنیادی شعور ہے تو آپ کو جلوہ حق ملے گا۔ تو وہ تمام بزرگ جنہوں نے سیف الملوک، ہیر رانجھا، یوسف زلیخا اور لیلیٰ مجنوں لکھی ہیں، وہ تمام جلوہ حق کی داستانیں ہیں۔ حالانکہ ان داستانوں کا اللہ سے کیا واسطہ ہے، لیکن اس داستان کے اندر ہی انہوں نے جلوہ حق بند کر دیا۔ یہ تمام داستانیں جو ہیں وہ محویت بلکہ پوری محویت ہیں۔ ان کو لکھنے والے سارے اس کی ذات کے جلوے ہیں حتیٰ کہ سسی کا پنوں کے ساتھ تعلق بھی جلوہ حق ہے۔ یہ سب واقعات ایک ہی خیال میں گم اور حتیٰ کہ اس خیال سے بھی گم۔ یہ سارے کے سارے واقعات جو ہیں اللہ کے تقرب کی نشانیاں ہیں۔ اللہ کا تقرب کب ملتا ہے؟ جب تم اپنے آپ سے باہر ہو جاؤ کیونکہ اللہ اس لباس میں نہیں ملتا۔ اس لباس میں تو علم ملتا ہے عرفان ملتا ہے اور خیال ملتا ہے۔ لیکن تقرب نہیں ملتا۔ مشاہدہ کب ملتا ہے؟ جب آپ اپنی اس ذات سے باہر ہو جائیں کیونکہ اس ذات کے اندر اس ذات کا شعور تو مل سکے گا لیکن اس ذات کا مشاہدہ

نہیں ملے گا۔ کیونکہ مشاہدہ کے لئے ایک شرط ہے کہ آپ اپنے جامہ ہستی سے الگ ہو جاؤ۔ اس راستے والا شخص مجذوب ہو جاتا ہے یا پھر دوسرا راستہ عبادت کا راستہ ہے یعنی حضور پاک ﷺ کے نقش قدم پر چل کر جلوہ حق مل سکتا ہے یا پھر محویت کے عالم میں اتنا گم ہو جاؤ کہ اپنا آپ بھی نہ رہے کہ نہ میں' میں رہے' نہ تو' تو رہے۔

آج سجدے کی انتہا کر دو
شوق مٹ جائے یا جبیں نہ رہے

اللہ کے دیدار کی تمنا میں بہتر ہے کہ دیدار کی تمنا ہونی چاہئے اور دیدار نہیں ہونا چاہئے کیونکہ دیدار جو ہے وہ اللہ کے حبیب ﷺ کا ہونا چاہئے۔ اللہ نے دکھانے کے لئے جو چیز بنائی ہے وہ اپنے محبوب ﷺ کا جلوہ ہے۔ اور اچھے انسان اور مسلمان کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟ کہ وہ اللہ کے محبوب ﷺ کا جلوہ دیکھنے کی تمنا کرے۔ وہی آپ کی عاقبت کے لئے بہتر ہے' وہی آپ کی آخرت کے لئے بہتر ہے' وہی آپ کی تسکین روح کے لئے بہتر ہے اور وہی آپ کی تسکین جاں کے لئے بہتر ہے' کیونکہ دیدار حق جو ہے دراصل دیدار ذات محبوب حق ہے۔ ایک اور آسان طریقہ ہے یعنی جن لوگوں کو حق کا دیدار ہوا' ان لوگوں کے تقرب کا نام بھی دیدار حق ہے۔ من رانی فقد راللہ جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا۔ یہ حدیث شریف ہے کہ جس نے کبھی میرے دیکھنے والے کو دیکھا' اس نے مجھے دیکھا۔ حتیٰ کہ یہ Sequence چلتے چلتے' سینہ بہ سینہ' نظر بہ نظر' اگر کبھی اس نظر سے

آپ کی نظر مل گئی تو پھر بنیاد تک تمام نظارہ' تمام کا تمام آپ پر آشکار ہونے کا امکان ہے' اس میں ایک نقطے پر غور کرو۔ کیونکہ ایسا بھی اک واقعہ تھا کہ کچھ لوگوں نے حضور پاک ﷺ کو دیکھا لیکن انہوں نے اس طرح نہیں دیکھا مثلاً" ابو جہل نے نہیں دیکھا' کافروں نے نہیں دیکھا' حالانکہ وہ لوگ چچا تھے' ماموں تھے' رشتے دار تھے' عزیز تھے' شہر والے تھے' لیکن Non Believer تھے۔ سارے کے سارے تھے' وہ دیکھ رہے تھے لیکن نہیں دیکھ رہے تھے۔ اس میں راز یہ ہے کہ دیکھنے سے مراد یہ ہے کہ اس میں شوق اور ادب ضرور ہونا چاہئے ورنہ خالی دیکھنے کو مشاہدہ نہیں کہا جائے گا۔ اس مشاہدہ میں ادب ہو' شوق ہو اور کچھ عرصہ کا فراق ہو۔ یعنی کہ اس شوق میں کچھ وارفتگی ہو' کچھ تلاش پرانی ہو' کچھ آپ نے اس میں سفر کئے ہوں' اور شوق کا راستہ طے کرنے میں آپ نے ٹائم لگایا ہو اور اس میں یہ ساری Investment ہو تو پھر کبھی جا کے آپ کو پہچان ہو گی۔ اس میں ایک اور راز یہ ہے کہ اگر آپ کو تلاش کے دوران اللہ مل گیا' کیسے پہچانو گے کہ یہ اللہ ہے۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کہے گا میں بھوکا تھا اور تمہارے گھر آیا تھا مگر تم نے کھانا نہیں کھلایا تھا اور میں نے آ کے سوال کیا تھا مگر تم نے پیسہ نہیں دیا تھا مجھے۔ تم کہو گے آپ کب آئے تھے ہمارے گھر؟ اللہ کہے گا ہم سائل بن کے آئے تھے —— اللہ کی پہچان کے بارے میں میں نے آپ کو ایک بات بتائی تھی کہ آپ اللہ تعالیٰ کا شوق اپنے وجود میں جہاں موجود پاؤ گے' وہیں جلوہ ہو گا۔ اگر آپ نے آنکھوں سے جلوہ دیکھنا ہے تو تصور محبوب کا آپ کو پتہ ہونا چاہئے۔ پھر جس جگہ آپ کو کسی حسن

نے مسحور کر کے کھڑا کر دیا تو وہیں پر اور وہیں سے جلوہ شروع ہو جائے گا۔ جن لوگوں کو کان کے ذریعے شعور ہے تو جہاں کہیں کوئی نغمہ محویت پیدا کر کے آپ کو آپ کی ذات سے گم کر دے تو وہ نغمہ اللہ کا نغمہ ہو گا اور یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے عالمِ ذہن کے اندر تحیر پیدا ہو جائے' پھر آپ کہہ اٹھیں گے سبحان اللہ! کیا بات ہے! یہ پہاڑ اسی ایک ذات نے بنائے ہیں جس نے دریا بنائے ہیں۔ پہاڑ کتنا بھاری اور پانی کتنا ہلکا۔ پہاڑ میخوں کی طرح گڑا ہوا ہے اور کتنی ہوائیں چلنے والی ہیں۔ چاہے جتنی تیز ہوائیں چلیں پہاڑ میخوں کی طرح گڑے ہوئے ہیں۔ کیا یہ سب بنانے والی ایک ہی ذات ہے؟ جی ہاں ایک ہی ذات ہے۔ اگر یہ تحیر پیدا ہو گیا تو یہ سمجھو کہ یہ جلوہ حق کی ابتداء ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ اس لئے کائنات کا مشاہدہ کرتے کرتے کبھی کوئی ایسا واقعہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے کان میں کوئی آواز آئے یا آپ کے خیال میں تحیر پیدا ہو جائے یا آپ کے دل میں کسی اور محبوب کا کوئی اور جلوہ آ جائے تو یہ جلوہ پھیلتے پھیلتے روشنی بن جائے گا۔ اللہ محبوب بھی تو پیدا کرتا ہے۔ اللہ خود حسین ہے اور حسن پیدا کرتا ہے۔ اور اگر اللہ کا طالب اللہ کی مخلوق کا طالب نہیں ہے تو اللہ کا طالب کہاں سے ہوا۔ لہٰذا اللہ کے جلوے کا طالب اللہ کے بنائے ہوئے افراد اور اجسام کے جلوے کا طالب بھی ہو گا اور اگر یہ طالب صرف جلووں کا طالب نہ رہے بلکہ خود محویت میں گم ہو جائے تو جہاں پر محو ہو گا' وہاں سے الٰہیات کا سفر شروع ہو جائے گا۔ محویت کی تعریف یہ ہے کہ اپنا نام بھی بھول جائے اور محبوب کا نام بھی بھول جائے اور چل پڑے اس ذات کی طرف۔ وہ ذات خود ہی چلا لیتی ہے۔ تو جلوہ حق دیکھنے

کے راستے یہ ہوئے کہ محبوب ﷺ کے ذریعے جلوہ دیکھنا ہے یا اپنے محبوب کے اندر گم ہو جانے کے ذریعے دیکھنا اور اپنے آپ کو اپنے جہاں رنگ و بو سے بلند ہو کے دیکھنا ہے۔ ایسے شخص کے لئے کہا گیا ہے کہ:

نکل جا زماں و مکاں توڑ کر

جلوہ ماننے سے ملتا ہے۔ جلوے کی خوبی کیا ہے؟ جلوے کی خوبی یہ ہے کہ وہ شخص ماننے والا ہو اور عزت کرنے والا ہو اور کچھ عرصہ فراق کی آگ میں جلنے والا ہو، جس طرح یہ کہا گیا ہے کہ بنسری کی آواز اس کی جنگل کے پیڑ سے فراق کی آواز ہے۔ تو بنسری کی نے کیا کہہ رہی ہے؟ یہ نغمہ کہاں سے آ گیا؟ یہ سوز کہاں سے آ گیا؟ بنسری درد، سوز اور فراق کی داستان کہہ رہی ہے۔

خشک مغز و خشک تار و خشک پوست
از کجا می آید ایں آواز دوست

اور یہ کہ:

بشنو از نَے چوں حکایت می کند
و ز جدائیہا شکایت می کند

یہ اندر ہی اندر کیا نغمہ بج رہا ہے؟ یہ سارے اللہ کے کام ہیں۔ اس کائنات کے اندر اس نے خوب ہی جلوہ دکھایا ہے۔ اس کو جلوہ نظر آتا ہے جس نے کبھی اللہ کی تخلیق پر کوئی اعتراض نہ کیا ہو اور بڑا مشکل

مقام ہے۔ اعتراض نہ کرنا سب سے زیادہ مشکل مقام ہے جب کہ آپ کے ہر طرف اعتراض کی وجوہات بکھری پڑی ہیں۔ اس کائنات میں اللہ کی تخلیق پر کبھی اعتراض نہ کرو تو جلوہ مل جائے گا۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ دو کام ضرور کرو' نہ Demand کرو اور نہ Complaint کرو۔ بس شکایت بند کرو۔ جس کی شکایت کر رہے ہو پھر اس کے ساتھ تعلقات کیا رہیں گے۔ اگر یہ پتہ ہو کہ یہ کائنات اللہ نے بنائی ہے اور اسی کی کائنات میں تم پھر رہے ہو اور اسی کا جلوہ درکار ہے تو بادشاہ کے کام پر اعتراض کرنے والا بادشاہ کا قرب کیسے حاصل کرے گا۔ لہٰذا اعتراض نہ کرو۔ یہ ان لوگوں کی باتیں ہیں جو محبت کرنے والے ہیں اور جلوے کے تمنائی ہیں۔ دعا یہ کرو کہ جو لوگ جلوے کے تمنائی ہیں ان کو جلوہ ملے۔ جلوہ بقدر ظرف نہیں ہوتا بلکہ بقدر عطا ہوتا ہے۔ عطا کرنے والے کی مہربانی سے ملتا ہے۔ انسان کے پاس ظرف نہیں ہوتا اور اگر اللہ مہربانی کر دے تو آپ کو اپنے جلوے سے آشنا کرے۔ جلوے کی بات یہ ہے کہ:

چار سو ہے مگر کہاں ہے تو
دل کے آئینے میں نہاں ہے تو

شاید تو دل کے آئینے میں رہتا ہے۔ چار سو ہے' مگر کہاں ہے۔ بات یہ ہے کہ:

میرا بھی اشک فرقت ہے
ڈھونڈ لیتا ہوں جہاں ہے تو

جو اشک فرقت ہے وہی تو ہے اس کو ڈھونڈنے والا' اسے اور کوئی نہیں ڈھونڈ سکتا بلکہ جدائی کے آنسو اسے ڈھونڈ سکتے ہیں۔ وہ چار سو ہے اور نہاں ہے' عیاں ہے پھر بھی نہاں ہے۔ انسان اسے کب ڈھونڈے گا؟ جب اس کے پاس چراغ اشک ہو گا۔ چراغ اشک جو ہے یہی راستہ دکھانے والا ہے' آنسو چلتے چلے جاتے ہیں اور پھر انسان ان کے پیچھے پیچھے ہوتا ہوا یہ راز پالیتا ہے کہ یہاں یہاں راستہ ہے۔ جہاں جہاں سے وہ گزرا وہیں وہیں آنسوؤں کے دیپ جلاتے جاؤ۔ آنسوؤں کا معنی ہی دیپ ہے۔ آنسوؤں کے دیپ اگر جلا لے تو پھر انسان اللہ کا جلوہ دیکھتا ہے۔ وہ دور ہو تب بھی رونا آتا ہے' قریب ہو تب بھی رونا آتا ہے۔ کمال تو اس کا یہ ہے کہ ملتا ہے تب لوگ روتے ہیں' اور بچھڑتا ہے تب لوگ روتے ہیں۔ تو الٰہیات کی تعریف یہ ہے' صداقت کی تعریف یہ ہے اور محبت کی صداقت کی تعریف یہ ہے کہ جب جلوہ حق ملے تب روتے ہیں اور جب جلوہ حق بچھڑے تب روتے ہیں۔ دنیا دار بھی روتا ہے لیکن غم میں اور مصیبت میں؟ لیکن اس کا رونا کیا ہے؟ گلہ' تقاضا اور ایک دوسرے پر الزام تراشیاں۔ اور جلوہ حق والا کیوں روتا ہے؟ وہ کہتا ہے وہ آئے ہیں تو روتا ہوں اور جا رہے ہیں تو روتا ہوں۔ وہ بہت بہتر لوگ ہیں جو جلوے کے اندر ہوتے ہیں --- جلوہ اللہ تعالیٰ مہربانی کا نام ہے۔ ان تمام طریقوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا جلوہ دیکھنے کا ایک اور طریقہ ہے' اس کو بولتے ہیں Attributes کا راستہ' Justice کا راستہ' Peace کا راستہ' کسی کو معاف کر دینے کا راستہ' کسی کے ساتھ انصاف کرنے کا راستہ' پرندوں کے ساتھ محبت کرنے کا راستہ' انسانوں کے ساتھ محبت

کرنے کا راستہ' محروم' پسماندہ کی مدد کرنے کا راستہ' یہ سب اللہ کے راستے ہیں۔ یہ تمام راستے صفات الٰہیہ کے راستے ہیں۔ تو ان راستوں پر غور کریں جن کے ذریعے جلوہ حق ملتا ہے اور وہ محبوب کے ذریعے ہے اور ایک راستہ ذات کی طرف اپنی وارفتگی کے ذریعے ہے اور ایک راستہ ہے ذات خدا کی طرف صفات خدا کے ذریعے جانا۔ یہ بڑا خاص راستہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا تحفظ کرو کیونکہ پھر یہ راستہ چلتے چلتے ذات تک لے جائے گا۔ ایک اور راستہ ہے اور وہ ہے کثرت سے وحدت کا اور یہ راستہ بتاتا ہے کہ یہ ساری کثرت عین حق ہے بلکہ شیطان سمیت ہی عین حق ہے۔ تو سب کچھ عین حق ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے جلوے کی کہانیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا جلوہ عطا فرمائے' تاکہ آپ اس زندگی کے اندر وہ زندگی دریافت کر سکو جو آپ کو اصلی زندگی درکار ہے ---- اور سوال بولو ---- پوچھو ----

سوال:

سر ہوتا یہ ہے کہ ہم زندگی میں تگ و دو کسی چیز کو حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ حق کو حاصل کرنے کے لئے' انعام کو حاصل کرنے کے لئے' جنت کو حاصل کرنے کے لئے' جس شخص کو مشاہدۂ حق حاصل ہو جائے یا جنت حاصل ہو جائے تو پھر اس کے سامنے تو کوئی منزل نہیں رہ جاتی' پھر اس کو اعمال کی کیا ضرورت ہے کیونکہ اب ان میں نہ تجسس ہے اور نہ شوق رہا ہے۔

جواب:

آپ کا سوال یہ ہے کہ اگر ہمیں دنیا میں ذات حق کا شعور یا ادراک نصیب ہو جائے تو اس سے آگے کوئی بھی منزل نہیں ہے' ذات حق کے مشاہدے کے بعد تو منزلیں ختم ہو جانی چاہئیں۔ آپ کا پہلا سوال یہ تھا کہ جو انسان خدا کی طرف جا رہا ہے اس کو تو ادراک ہو جائے گا' جو شخص سوال کرنے والا ہے اس کو تو اس بات کا ادراک ہی نہیں۔ اب آپ کا سوال یہ ہے کہ جن لوگوں کو ادراک ہوا' اب وہ ادراک کے بعد کیا کر رہے ہیں؟ اور یہ کہ جن لوگوں کو ادراک حق ہو جاتا ہے' ان کو عرفان ہو جاتا ہے تو اس کے بعد اس شخص کو دنیاوی چیزوں کی کیا ضرورت رہتی ہے کیونکہ خدا تو اپنی ذات میں Sufficient ہے' اپنی ذات میں تنہا ہے' مخفی ہے' گنجینہ ہے اور کافی ہے۔ پھر اسے بشر کی کیا ضرورت ہے؟ پھر انسان کے ساتھ جھگڑا بھی ہے' دوستی بھی ہے' صلح بھی ہے' انسان کو دشمن بھی کہتا ہے اور دوست بھی کہتا ہے۔ اس راز کو سمجھو کہ کسی انسان کو اللہ تعالیٰ کا محبوب ﷺ بننے کے بعد اب کافروں کے ساتھ کیوں الجھنا پڑ رہا ہے۔ تو راز یہ ہے کہ الجھن تو اب شروع ہوئی ہے اللہ کا محبوب' ہونے کے بعد ہی تو یہ کہانی شروع ہوئی ہے۔ پہلے اپنا محبوب بناتا ہے اس کے بعد کام کراتا ہے۔ کیونکہ اللہ کا کام تو اب شروع ہوا ہے۔ تو جو لوگ اللہ کے محبوب ہوئے وہی لوگ تو تکلیفیں برداشت کرتے ہیں مثلاً" محبوب ہونے کے بعد شہید ہونا پڑتا ہے۔ محبوب پہلے بنے گا اور پھر شہادت آ رہی ہے۔ محبوب پہلے بنے گا

اور بعد میں وطن چھوڑ کے تبلیغ کے لئے پیدل غزنی سے لاہور کی طرف جانا پڑے گا۔ گنج بخشؒ تو وہیں غزنی میں ہو گئے تھے' فیض عالم بھی ہو گئے تھے اور مظہر نور خدا بھی ہو گئے تھے لیکن غزنی سے لاہور پیدل چل کے آنا پڑے گا۔ حضور پاک ﷺ سے سوال کیا گیا تھا کہ جب آپ پر اللہ راضی ہیں اور اللہ کا فیصلہ ہے کہ جو آپؐ سے محبت کرے اس پر بھی اللہ راضی ہے تو اب آپؐ رات کو کیوں جاگتے ہیں اور روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ کیا تم لوگ نہیں پسند کرتے کہ میں اس کے احسانات کا شکر ادا کروں۔ اب جن لوگوں کو دیدار حق ہوا یا دیدار عرفان حق ہوا' ان لوگوں پر یہ لازم ہے کہ جن لوگوں کو یہ نہیں ہوا وہ ان تک اللہ کا یہ رحم اور فضل Convey کریں۔ ان پر یہ فرض عائد بھی ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اللہ کی طرف سے عائد کر دیا جاتا ہے۔ ایک اور بات یہ ہے کہ جن لوگوں کو افقی سفر عطا ہوتا ہے ان کو راسی سفر بھی ملتا ہے اور جن کا راسی سفر ہوتا ہے ان کو افقی سفر بھی ملتا ہے۔ جو اللہ کی بارگاہ میں جتنے ہی مقبول ہوتے ہیں وہ اللہ کی دنیا میں اتنے ہی مقبول ہوتے ہیں' ان کو دنیا میں بھیجا جاتا ہے اور یہ واقعہ کیا جاتا ہے۔ اس لئے پیغمبروں کو کافروں سے تبلیغ کرنی پڑے گی اور اولیاء کرام کو غیر اولیاء سے بات کرنی پڑے گی اور غیر اولیاء کے لئے دعا بھی کرنی پڑے گی۔ ہوتا یہ ہے کہ کافر گستاخی کرتا جا رہا ہے اور ولی اللہ سنتا جاتا ہے کافر ڈھیٹ بن کے مسکراتا جا رہا ہے اور وہ ولی اللہ سے کہتا ہے کہ تحمل کرو اور وہ برداشت کرتا جا رہا ہے۔ ولی کی شان ہی یہ ہے کہ صداقت کے باوجود آگے سے دھیما رہتا ہے۔ لوگ زیادتیاں کرتے رہے ہیں لیکن طاقت ور لوگوں نے بڑے تحمل

سے زندگی گزاری ہے۔ تو وہ اپنا پورا شعبہ تحمل سے گزار گئے۔ انہوں نے بڑی بڑی محنتیں کی ہیں' لنگر پکاتے رہے' اور لوگوں کو کھانے کھلاتے رہے اور خود روزہ دار رہے اور شب بیدار رہے' اس لئے ان کو لوگوں نے خواجہ غریب نوازؒ کہا۔ اور وہ اپنا شعبہ پورا کر گئے' اپنا کام پورا کر گئے۔ انہیں اللہ کا قرب ملا اور اس کے بدلے میں انہوں نے اللہ کے بندوں کو اپنے قریب کیا۔ تو اگر اللہ کا قرب نصیب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے بندوں کا قرب ہو گا لیکن اللہ تعالیٰ کے بندوں کاقرب ہو تو یہ ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قرب ہو گا لیکن اللہ کا تقرب انسان کے تقرب کے لئے ہے اور انسان کی فلاح کے لئے ہے اور لوگوں کو نصیحت کرنے کے لئے ہے اور راز یہ ہے کہ جن لوگوں پر کوئی چیز آشکار ہو گئی' کوئی شعبہ آشکار ہو گیا یا کوئی راز آشکار ہو گیا اس کے بعد ان کی ڈیوٹی خود بخود بنتی رہتی ہے' اِس کو بتانے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی کہ اب تمہاری یہ ڈیوٹی ہے۔ وہ کیفیت ہی ایسی ہوتی ہے۔ مثلاً" ایک کیفیت یہ ہے کہ جس آدمی کو چیخ مل جائے' تو وہ آدمی سناٹوں میں جائے گا اور شور مچائے گا۔ اب چیخ مارنا آدھی کہانی ہے۔ فرمان ہے کہ " اور پھر ایک چیخ آئی اور پوری بستی غائب ہو گئی۔ یعنی رات کو زندہ انسان سوئے اور آسمان کی طرف سے کوئی چیخ کی آواز آئی' اور وہ سارے کے سارے' کلھم سو گئے' بلکہ مر گئے۔ یہ چیخ کی کہانی ہے۔ اسی طرح ایک پیغمبر ایسے ہیں جنہیں لحن ملا اور سوز ملا اور وہ گاتے جا رہے ہیں اور تبلیغ کرتے جا رہے ہیں۔ کسی پیغمبر کو لوہے کا شعور ملا اور وہ لوہا پگھلاتے جا رہے ہیں اور اپنا کام کرتے جا رہے ہیں۔ اسی طرح کچھ پیغمبر دلوں کے واقعات کرنے

والے ہیں اور کچھ ذہن کے واقعات کرنے والے ہیں' کچھ طبیب ہیں اور حکیم ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ہاتھ لگائیں تو بیماری دور ہو جائے' ہاتھ لگائیں تو کوڑھ کی بیماری دور ہو جاتی ہے' اب سارا راز یہ ہے کہ جب اللہ کا قرب مل جائے تو اللہ کے بندوں کے فرائض بھی شروع ہو جاتے ہیں یہ اللہ کا منشا ہے ـــــ اور بولو ـــــ کوئی سوال ـــــ

سوال:

ایسے لوگ جو معاشرے میں ایسے کاموں میں مشغول نظر آتے ہیں جو دوسرے لوگوں کے فائدے کے لئے ہیں تو کیا وہ بھی اسی قسم کے ہوتے ہیں؟

جواب:

جو لوگ معاشرے میں مشغول ہیں تو ضروری نہیں کہ وہ اللہ کے لئے مشغول ہوں لیکن جن کو اللہ نے شعور عطا کیا وہ معاشرے میں مصروف ہو سکتے ہیں۔ تو گویا کہ تقرب الٰہی جو ہے وہ تقرب دنیا ہو سکتا ہے لیکن اگر ان کی مصروفیت دنیا کے لئے ہو تو یہ ضروری نہیں کہ تقرب الٰہی کے لئے ہے۔ اس طرح کے لوگ اگر یہ کہتے ہیں کہ ہم دنیا کی خدمت کر رہے ہیں تو یہ تقرب الٰہی کا ذریعہ نہیں ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ خدمت کا مقصد کیا ہے؟ اصل راز ہے اللہ کے منشا کے مطابق دنیا کی خدمت کرنا۔ ورنہ تو دنیا کی خدمت اپنی انا کے لئے ہو سکتی ہے اور اپنی ذات کے لئے ہو سکتی ہے۔ مثلاً" آپ یہ کہو کہ ایک آدمی نے لوگوں کی خدمت کے لئے ہسپتال بنا رکھا ہے تو ہسپتال بنانے اور ایک دین دار

شخص کی لوگوں کی خدمت کرنے میں بڑا فرق ہے۔ مدعا یہ نہیں ہے کہ آپ ہسپتال بناؤ یا نہ بناؤ اور لوگوں کی خدمت کرو یا نہ کرو' بلکہ بات یہ ہے کہ تقرب الٰہی والا شخص عام طور پر دنیا کے لئے اور لوگوں کے لئے تقرب بن جاتا ہے۔ لیکن دنیا کا تقرب ضروری نہیں کہ یہ اللہ کا تقرب بنے۔ دنیا کا تقرب نفس کا واقعہ ہو سکتا ہے اور شر کا واقعہ ہو سکتا ہے کیونکہ بے شمار شر جو ہے وہ خیر کرتا ہے۔ شر اور خیر دو الگ الگ شعبے ہیں۔ بے شمار شر دنیا میں ایسے ہیں جو بظاہر خیر کے کاموں میں مصروف نظر آتے ہیں۔ نیکی کرنے والے بڑے بدہو ہو سکتے ہیں۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ ان کے نیکی کرنے کے عمل میں بھی بدی کارگر ہو' اسی کو بولتے ہیں منافقت 'Hypocricy' بہروپئے قسم کے لوگ' کہ بظاہر نیک ہوں لیکن باطن بدہو ـــــ اس لئے یہ بات واضح ہے کہ معاشرے میں خدمت کرنے والے لوگوں میں تقرب الٰہی والے صرف وہ ہوتے ہیں جن کی خدمت کی نیت اللہ کو راضی کرنا ہو۔

سوال:

اطاعت اور عبادت میں کیا فرق ہے؟

جواب:

آپ نے اطاعت اور عبادت کو کہاں اکٹھے دیکھا ہے اور ان کو کہاں الگ دیکھا ہے؟ کیا آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ اطاعت کرنے اور عبادت کرنے میں فرق ہے؟ بہرحال عبادت میں اطاعت ضروری ہے۔ کیا آپ یہ چیز پوچھنا چاہ رہے ہو کہ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ انسان خالی اطاعت

کرے اور عبادت نہ کرے؟ ایسا نہیں ہے۔ اطاعت کا مطلب یہ ہے کہ جس لائف کی ڈیوٹی اور فرائض آپ نے Perform کیے' جس طرح آپ نے عبادت کے انداز اختیار کئے' ویسے ہی اطاعت کرو۔ اطاعت کا مطلب ہے دونوں شعبے یعنی زندگی اور دین پورے کئے جائیں۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم تو صرف محبت کرتے ہیں اور دین کی اطاعت نہیں کرتے' ان کا ذکر نہ کرو کیونکہ وہ اور شعبہ ہے اور ان کا ہمارے ساتھ تعلق نہیں ہے ـــــ ہاں بولو ـــــ اور سوال بولو! ـــــ

سوال:

اللہ کہتا ہے کہ مجھے مانو لیکن اللہ کو خوش کرنے کے لئے تو انسان کو خوش کرنا پڑتا ہے۔ اس بارے میں فرمایئے!

جواب:

اگر آپ خود کرتے ہیں تو نہ کریں۔ اگر اللہ کہے تو انسان کو خوش کر دو۔ یہاں تک کہ اگر اللہ کہے کہ اس کو قتل کر دو تو قتل کر دو۔ میں یہ بتا رہا ہو کہ ہمارا تعلق اللہ سے ہے اور اللہ جب کہے کہ فلاں شخص سے صلح کر لو تو آپ صلح کر لو اور اگر کہے کہ خوش کر دو تو خوش کر دو اور اگر کہے یقاتلوا تو قتل کر دو۔ اب اگر آپ اللہ کے کام پر اعتراض نہیں کرتے تو پھر ساری اس کی دنیا ہے اور وہ جو کہے اسے مانتے جاؤ۔ اللہ کا بندہ جب اللہ کی بات کو مانتا جا رہا ہے تو وہ اس بات کو بھی مانتا ہے جو سمجھ آئے اور اس بات کو مانتا جا رہا ہے جو سمجھ نہ آئے۔ جو بات سمجھ نہ آئے اور وہ مان لی جائے تو کچھ عرصہ بعد وہ بھی سمجھ آ جائے گی کہ

اصل بات کیا تھی۔ تھوڑے عرصے بعد سب باتیں سمجھ آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ بس آپ اللہ پر بھروسہ کرو اور اس کی بات کو مانتے جاؤ' سمجھ آ جائے تب مانتے جاؤ اور نہ سمجھ آئے تب بھی مانتے جاؤ۔ انشاء اللہ تعالیٰ کچھ عرصے بعد یہ ادراک بن جائے گا۔ اللہ سے پہلے یہ پوچھنا کہ یہ کیا بات ہے کہ ہم مغرب کی طرف کیوں منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور مشرق کی طرف کیوں نماز نہیں پڑھتے کیونکہ اگر مشرق کی طرف منہ کریں تب بھی کئی میل بعد خانہ کعبہ آ جائے گا! اور یہ کیا قصہ ہے کیونکہ کچھ میلوں کے بعد تو زمین ویسے ہی Curved ہو جاتی ہے اور ساٹھ میل بعد پتہ نہیں کیا کیا ہو جاتا ہے۔ اور یہ نہ پوچھنا کہ چار فرض کیوں ہیں؟ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ مساجد الگ الگ ہیں' رنگ الگ الگ ہیں' بیس تراویح سے کیا ہوتا ہے' آٹھ تراویح سے کیا فرق پڑتا ہے؟--- بات یہ نہیں ہے بلکہ بات اللہ سے لگن کی ہے۔ اگر آپ لگن میں چلتے جاؤ تو آپ کو ایک ہی رنگ نظر آئے گا---- آپ اطاعت بالمحبت میں داخل ہو جاؤ تو پھر آپ کو سارا رنگ سمجھ آ جائے گا کہ سارا رنگ کیا ہے۔ ہم دنیا میں صرف پڑھنے پڑھانے کے لئے نہیں آئے بلکہ کچھ دیکھنے کے لئے بھی آئے ہیں۔ آپ اللہ کے جلوؤں کو دیکھو اور ضرور دیکھو۔ دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ زبان بند رکھو' بحثیں نہ کرو' کسی سے دست و گریباں نہ ہوا کرو اور انسانوں کے ساتھ جھگڑے نہ کرو' اس لئے انسان کو خوش ضرور کرو مگر اس خوشی میں یہ خیال رہے کہ آپ کا یہ عمل اللہ کے لئے ہے۔

سوال:

میں نے جو اللہ کے شہ رگ سے قریب ہونے کا سوال کیا تھا تو میں یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ یہ ہم مان تو لیتے ہیں اور کہہ بھی دیتے ہیں اور دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جانتے ہیں یعنی وہ ہمارے قریب ہوتا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کو ہم واقعی حاضر ناظر سمجھتے ہوں تو جو کچھ ہم گناہ اور جرم کے ذیل میں کرتے ہیں وہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ایک طرف تو ہم اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر مانتے ہیں لیکن اس سے زیادہ ہم اس کو غفور الرحیم مانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ معاف تو اس نے کر دینا ہے' اس لئے اگر دیکھ بھی رہا ہے تو کیا حرج ہے' کر لیتے ہیں ----

جواب:

نہیں یہ بات نہیں ہے۔ یہ محبت کی بات کی ہے اور ڈرانے کی بات نہیں کی ہے۔ اگر آپ اس بات کو نہیں مانتے ہو کہ خدا قریب ہے تو گناہ کیا ہے اور ثواب کیا۔ گناہ کر لیا' اب اللہ معاف کر دے گا۔ اگر آپ کے خیال میں اللہ ہے ہی نہیں تو کیا معاف کرے گا۔ جب اللہ کے قریب ہونے کا شعور مل جائے اور یقین مل جائے تو پھر گناہ کا واسطہ تو ختم ہو جاتا ہے۔

سوال:

سر! " قریب " کا لفظ ہو سکتا ہے ذرا مانوس ہو لیکن " حاضر ناظر " کا لفظ عام مسلمانوں کا رکھا ہوا ہے اور ہم لوگ اکثر یہ لفظ کہتے رہتے ہیں

جواب:

یہ تو کہنے کی بات ہے' ماننے کی بات نہیں ہے۔ مولوی صاحب آپ کو باتیں بتاتے ہیں اور آپ ان کا کہنا ماننا شروع کر دیتے ہو لیکن آپ کے سانس میں یا آپ کے خیال میں گناہ ہوتا ہے اور عمل میں گناہ ہوتا ہے آپ کے وجود کے اندر نفس ہے اور جس طرح وجود کے اندر نفس ہے' اسی طرح اللہ نے بتایا کہ تمہارے اندر میرا ادراک بھی ہونا چاہئے۔ حقیقت میں دونوں چیزیں اندر موجود ہیں اور جن کے لئے موجود ہیں ان کے لئے گناہ ہے ہی نہیں۔ وہ لوگ گناہ نہیں کرتے' ان کو اللہ کے بارے میں حاضر ناظر بتاؤ یا نہ بتاؤ تب بھی وہ گناہ نہیں کرتے۔ بے شمار لوگ ایسے ہیں جو گناہ نہیں کرتے اور بے شمار لوگ ایسے ہیں جو گناہ کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے اس بات پہ بحث کوئی نہیں ہے کہ یہ جو ہم کر رہے ہیں اگر اللہ کا بھروسہ ہوتا تو ہم کبھی نہ کرتے۔ اللہ پہ بھروسہ ہوتا ہی ان لوگوں کو ہے جو گناہ نہیں کرتے۔ ان کا مضمون ہی اور ہے محبت کرنے والا جو ہے وہ محبوب کی رضا کے خلاف نہیں چلتا اور وہ بے چارہ چل ہی نہیں سکتا۔ محبت کرنے والا تو پابند ہوتا ہے اس شکار کی طرح جو پھنس گیا ہو' اسے محبوب کہتا ہے کہ یہ کام مت کرو اور وہ نہیں کرتا۔ کہتا ہے اگلا حکم بھی فرمائیں۔ ایک حکم مانا' دوسرا بھی مانا' تیسرا بھی مانا۔ تو یہ جو بغیر محبت کی عبادت ہمارے ہاں رائج ہو گئی ہے' یہاں سے دقت شروع ہوئی ہے۔ اس لئے ایک بات غور سے سمجھنے والی ہے اور ل میں رکھنے والی ہے کہ ہمارا دور بھی اسلام کا دور ہے' اس میں وہی

کلمہ ہے لیکن ہمارے کلمے اور ان لوگوں کے کلمے میں بڑا فرق ہے جنہوں نے پہلے زمانے میں کلمہ پڑھا تھا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس زمانے میں اسلام پر پابندی کے ساتھ یا خوشی کے ساتھ چلنے والی ایک زندگی نمونے کے لئے موجود تھی اور آپ کے پاس Unfotunately کوئی زندگی موجود نہیں ہے۔ اب آپ کے پاس صرف عقیدہ ہی عقیدہ ہے اور اس طرح کا عمل پیدا نہیں ہو سکتا۔ مثلاً" اگر آپ نے اپنا عقیدہ کسی کتاب سے بنایا ہے تو کتاب ہی سے گمراہ ہو گے۔ جس کتاب سے آپ نے علم حاصل کیا' دوسری کتاب اس علم کو توڑنے کے لئے لائبریری میں موجود ہو گی یا دو چار دن بعد آجاتی ہے۔ تو کتاب ہی آپ کے عقیدے کو توڑے گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر آپ کو عقیدہ مولوی صاحب سے ملا تو دوسری مسجد کا مولوی صاحب اس عقیدہ کو توڑے گا۔ آپ نے خود چنا ہے تو آپ خود توڑو گے۔ آپ کا عقیدہ روز ٹوٹتا ہے' اس لئے کہ آپ کے پاس عقیدہ دینے والی شخصیت کے ساتھ محبت سے قائم رہنے والا رشتہ موجود نہیں ہے۔ جس شخصیت نے آپ کو دین کا شعور دیا' اس کے ساتھ ہمیشہ رہنے والی محبت نہ ہو تو شعور ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔ جس چیز کے ذریعے چاہے وہ کتاب ہو یا انسان ہو' آپ نے دین کا شعور حاصل کیا' اگر اس چیز اور ذات سے ہمیشہ رہنے والی محبت نہ ہو تو یہ شعور ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔ کتاب نے آپ کو دین سکھایا' کتاب سے ہمیشہ نسبت اور محبت نہیں ہو سکتی اور اسی طرح دین سے ہمیشہ محبت نہیں ہو سکتی۔ مولوی صاحب نے دین سکھایا' لیکن مولوی صاحب سے ہماری محبت نہیں ہوتی ہے' اس لئے دین سے ہماری محبت نہیں ہو سکتی

سرکار دو عالم ﷺ نے دین سکھایا اور سرکار دو عالم ﷺ سے محبت ہمیشہ ہوتی ہے' اس لئے دین سے محبت ہمیشہ ہو گی۔ اب یہ دیکھو کہ تمہیں دین میں داخل کرنے والا کون تھا؟ اگر اس سے محبت نہیں ہے تو اس کے دیے ہوئے پیغام سے محبت نہیں ہو گی۔ یہ ہے آپ کی پریشانی کا اصل راز کہ آپ اپنے آپ کو خود ہی دین دیتے ہو اور خود ہی شاباش دیتے ہو۔ اپنے آپ کو خود ہی Encourage کرتے ہو۔ یہ آپ کی اصل پریشانی ہے' اس کا حل یہ ہے کہ دین میں داخل کرنے والا آپ کا جو محسن تھا وہی آپ کا محبوب ہو' وہ آپ کو محبت میں داخل کرتا۔ کاش دین میں آپ کے محبوب ہی آپ کے محسن ہوتے۔ جن لوگوں کے دین میں ان کے محسن ان کے محبوب ہیں' ان لوگوں کے ساتھ دین کی کہانی ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ کیا کہا میں نے؟ جن کے محبوب دین میں محسن اور معلم ہیں' وہ لوگ دین میں ہمیشہ رہیں گے چونکہ وہ محبوب ہمیشہ ان کا رہے گا' یعنی ان کی محبت ہمیشہ رہے گی۔ تو محبت قائم ہو تو دین کا علم قائم رہتا ہے اگر محبت دینے والے سے محبت نہ ہو تو دین سے کیا محبت ہو گی؟ چٹھی دینے والے کو پہلے پسند کرو اور چٹھی بعد میں دیکھو کہ کیا لکھا ہوا ہے اور کیا نہیں لکھا ہوا۔ تو یہ دین کا علم محبوب کا دیا ہوا ہے۔ اس لئے محبوب کے ساتھ تعلق قائم ہونا چاہئے اگر یہ تعلق قائم ہو گیا تو پھر دین سے تعلق ہو گا۔ ہم Abstract دین کو Follow کرتے ہیں یعنی کتاب سے دیکھ لیا' کتاب سے پڑھ لیا' ایک اور کتاب کے پڑھنے سے پہلے مولوی صاحب سے پوچھ لیا' پھر دوسرے مولوی صاحب سے پوچھ لیا اور پھر تیسرے مولوی صاحب سے پوچھ لیا۔ پہلے نے اور عقیدہ بتا دیا'

دوسرے نے اور عقیدہ بتا دیا اور تیسرے نے اور عقیدہ بتادیا۔ آج ہمارے پاس اصل دین کی بجائے ہمارے پاس دین کا Patch Work رہ گیا ہے۔ اس لئے دعا کرو کہ آپ کو ایک واحد عقیدہ ملے ۔ آپ عقائد کا انبار لئے بیٹھے ہو' اس لئے آپ کو ایک عقیدہ نہیں ملا۔ کیونکہ آپ کا محبوب نہیں' اس لئے آپ کو لطف نہیں آتا اور سوز نہیں پیدا ہوتا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ کا ایک محبوب نہیں ہے بلکہ اصل محبوب کوئی نہیں ہے۔ تو آپ اپنے معلم سے محبت کرو تو علم قائم رہے گا ورنہ نہیں رہے گا۔ کتاب کا دیا ہوا علم قائم نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ دوسری کتاب اس کے خلاف اور لکھی پڑی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک آدمی آپ کے پاس کچھ پڑھ کے آتا ہے اور بتاتا ہے کہ یہ علم ہے۔ دوسرا بھائی دوسری کتاب پڑھ کے آ جاتا ہے اور آپ کو پریشان کر جاتا ہے۔ پہلا بھائی آپ کو شیعہ بنا گیا اور دوسرا آپ کو سنی بنا گیا۔ آپ یہ دیکھو کہ آپ کو بات بتانے والا کون ہے؟ یا تو آپ تبلیغ بند کرا دو یا ایک شعبہ تبلیغ کا مقرر ہو جائے یا آپ کو کوئی محسن مل جائے' معلم مل جائے اور محبوب مل جائے۔ ایسا شخص ضرور پیدا ہوتا ہے۔ ایسا ہوا ہے' ایسا ہو گا اور ایسا ہونے والا ہے۔

سوال:

سر! یہ تو محبوب کا اعجاز ہے کہ وہ محبوب رہے۔ کیا پریکٹس سے بھی محبوب بنایا جا سکتا ہے؟

جواب:
محبوب کے اعجاز کو اگر آپ مانتے ہو تو صرف ایک ہی محبوب حقیقی ہے اور اسی کا اعجاز قائم ہے۔ اگر آپ اعجاز کی بات کرتے ہیں تو اعجاز پھر اسی کا ہے۔ بلکہ ساری کرامتیں اور سارے معجزے اسی کے ہیں۔ اولیاء کرام بھی اس کے کمال کے تحت ہیں۔ یہ سب چراغ اس کے جلائے ہوئے ہیں۔ آپ کے دل میں جو محبت ہے یہ اسی محبوب کی ہے۔ تو گویا کہ یادِ حق یا دینِ حق ہو نہیں سکتا جب تک کہ محبت محبوب ﷺ حق نہ ہو۔ وہی ہیں محبوب جو سب چراغ جلاتے ہیں اور وہی روشنی کرتے ہیں اور وہی آپ کو دین دے رہے ہیں۔ اب بھی سب کچھ آپ ﷺ ہی دیتے ہیں۔ ساری کہانی ادھر سے ہے۔ اس لئے ادھر رجوع رکھا کرو۔ یہ سب انہی کا اعجاز ہے۔ سب فقیر انہی کے دم سے چلتے ہیں۔ سب درویش ان کے ہیں۔ سب مال ان کا ہے۔ ساری بات آپؐ کی طرف سے ہے۔ انسان کا اس میں کچھ نہیں ----- بات پوچھو -----

سوال:
ہمیں دین کا علم اور رسول اکرم ﷺ کے بارے میں علم بھی تو کتاب سے حاصل ہوا ہے ----

جواب:
نہیں۔ وہ علم آپ کو اگر کتاب سے نہ بھی حاصل ہو تو بھی ان کے اعجاز کی ایک الگ کہانی ہے۔ وہ ایک الگ شعبہ ہے۔ کتاب سے

محبت نہیں ہو سکتی اور کتاب سے بنائی ہوئی تصویر سے محبت نہیں ہو سکتی۔ کتاب میں اگر فوٹو بھی دیا ہو تب بھی محبت نہیں ہو سکتی۔ اگر دلوں میں حضور پاک ﷺ سے سچی محبت ہے تو یہ حضور پاک ﷺ کا اپنا ایک الگ شعبہ ہے کہ وہ اپنی امت کے کس کس آدمی سے' کب کب اور کس کس زمانے میں خود تشریف لا کے ملتے ہیں' کتنے کتنے آدمیوں کی تعلیم ہوتی ہے اور آپ یوں کہو کہ یہ جو آپ کی روح ہے اس کی عمر تو اتنی ہے جتنی دوسری روحوں کی ہے' حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی آپ کے جانثاروں کی محفل میں یہ روحیں موجود تھیں' جو آج آپ ﷺ کے ذکر میں موجود ہیں تو یہ پرانا فیض ہے۔ جس طرح جن اس زمانے سے چلے آ رہے ہیں' اسی طرح روحیں بھی اسی زمانے سے چلی آ رہی ہیں۔ یہ بنے بنائے کھیل ہیں ہم نے کچھ نہیں بنایا۔ تو جن لوگوں کو حضور پاک ﷺ سے محبت ہے اور یہ محبت آج ہے تو یہ کتاب سے نہیں ہے بلکہ یہ ذات سے ہے۔ کتاب میں تو ایک نام Recollect ہو گیا اور آپ نے کہا اچھا حضور کا نام آ گیا ہے۔ اگلا قصہ جو ہے وہ پہلے سے ہو چکا ہے یا پہلے والوں سے ہو رہا ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ آپ سیرت کی کتاب میں پڑھو گے کہ آپ ﷺ کونسی ہجری کو رخصت ہوئے اور کیا واقعہ ہوا اور کون سے دن میں کیا واقعہ ہوا' یہ ساری چیزیں آپ بولتے جاؤ گے۔ سیرت پاک پہ آپ بڑے مضمون بولو گے لیکن یاد رکھنا محبت صرف دینے والے کی طرف سے ملے گی' محبت کتاب سے نہیں ملے گی۔ کتاب کے بتائے ہوئے سیرت کے واقعات سے محبت نہیں ہو گی۔ محبت دینے والی

کچھ Agencies ہیں۔ یہ محبت حضور پاک ﷺ براہ راست عطا فرماتے ہیں۔ اللہ کریم جب کسی بندے کی ادا پر خوش ہو جاتا ہے تو اپنے محبوب ﷺ کی محبت عطا فرماتا ہے۔ حضور پاک ﷺ کی محبت ملنے کے تین شعبے ہیں:۔ پہلا یہ کہ اللہ کسی پہ راضی ہو کے براہ راست محبت عطا فرماتا ہے۔ دوسرا حضور پاک ﷺ خود ہی اعجاز فرماتے ہیں اور جا کے لوگوں کے دلوں میں اپنی محبت کے چراغ جلاتے ہیں یا پھر اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کے محبوب جو ہیں وہ اپنے محبوبوں کو بھی اپنے حضور پاک ﷺ کی محبت عطا کر سکتے ہیں۔ کتاب کا اس میں کوئی کام نہیں ہے۔ جتنے لوگوں کو۔ حضور پاک ﷺ سے محبت ہے تو کوئی نہ کوئی وہ محبت دینے والا ہے یعنی یا تو اللہ کریم خود ہے یا حضور پاک ﷺ خود یا حضور پاک کے کوئی چاہنے والے فقیر' چاہے وہ صاحب مزار ہوں یا گلی سے گزرنے والا ہو۔ وہ فقیر چاہے تو آپ کو سوال کے جواب میں کچھ دے جائے مثلاً" آپ نے کسی انسان سے نیکی کی اور اس نے کہ چل یہ لفظ پڑھا کر۔ آپ پڑھتے پڑھتے حضور پاک ﷺ کی محبت میں داخل ہو گئے۔ محبت جو ہے یہ عطا ہوتی ہے۔ ورنہ کتاب میں تو اور بھی بے شمار لوگوں کے احوال دیے ہوئے ہیں۔ حضور پاک ﷺ کی یہ خاص Exception ہے کہ وہ ایسی ذات ہے جس کی تمام لوگوں کو محبت عطا ہوئی ہے اور یہ بیان کی بات نہیں ہے۔ یہ الگ شعبہ ہے۔ جب تک قرآن زندہ ہے اور یہ ہمیشہ رہنا ہے تو حضور پاک ﷺ کی محبت پیدا ہوتی رہے گی۔ آپ ﷺ ایسی ہستی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خاص

انتظام فرمایا ہوا ہے۔ جس انسان کی روح سے جھگڑا ختم ہو جائے اس کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت ملتی رہتی ہے۔ تو کتاب کا یہاں کوئی کام نہیں۔

سوال:

جب کوئی اسلام لاتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے کلمہ پڑھو اور ایمان لاؤ۔ اُس کے لئے یہ دل سے کہنا ضروری ہے اور زبان سے ادا کرنا ایک بالکل دوسری بات ہے اور دل سے محسوس کرنا بالکل اور بات ہے۔ اگر ایک جگہ کلمہ لکھا ہوا ہو اور ایک آدمی اسے زبان سے ادا نہیں کر رہا اور اسے دیکھ رہا ہے اور محسوس کرتا ہے کہ یہ سچائی ہے جیسے ابو جہل کی مثال لے لیں' وہ مانتا تھا کہ بات سچ ہے' یہ جو کلمہ ہے یہ بھی سچ ہے مگر اس نے زبان سے اقرار نہیں کیا۔ تو اس کا کوئی انعام نہیں؟ کیا صرف زبان سے کہنے کا انعام ہے؟

جواب:

اب آپ یہ سوچو کہ جو آپ کہہ رہے ہو اس کی سند کیا ہے کہ وہ سچ مان رہا ہے' اس کو زبان سے ادا کرنے میں کیا چیز رکاوٹ ہے اور کیا مصلحت آڑے ہے۔ اس طرح کی مصلحت تو گمراہی ہے۔ دنیا کے ماننے کی اور بات ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ دنیا نہیں مان رہی' بلکہ آپ مسلمان بھی تو نہیں مان رہے۔ آپ دیکھو کہ آپ کہاں پہنچ گئے ہو؟ دنیا تو اسلام کی سچائی کو مان رہی ہے اور مسلمان ایک فیلڈ ہے جسے وہ کاٹتے رہتے ہیں اور ایک فصل ہے جسے ان کی درانتیاں کاٹتی جا رہی ہیں۔ مسلمان اگر

اپنے آپ کو سچا مان لے تو کہانی اور ہو جائے۔ ابھی تو آپ لوگ اسلام کو سچا نہیں مان رہے اور آپ خود اپنے آپ کو سچا نہیں مان رہے اور آپ ایک قوم کی وحدت کو بھی نہیں مان رہے۔ آدھی قوم اس طرف ہے آدھی اس طرف۔ سیاست میں بٹے پڑے ہو۔ پاکستان کے مسلمان ہیں تو " الامان والحفیظ "۔ اس لئے آپ کی سچائی جو ہے کیا یہ سچائی کے رنگ لا رہی ہے۔ گھروں کے اندر میاں بیوی آپس میں پریشان ہیں تو رحماء بینھم کدھر سے آئے گا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ دونوں جھوٹے ہیں بلکہ اگر یہ کہو کہ بیوی ہمیشہ سچی ہے تو وہ کہتا ہے کہ ایک تو جھوٹا ہے ہی۔ ایک سچا ہو گیا اور ایک جھوٹا ہو گیا' بات یہ ہو گئی ہے! یہ مسلمانوں کا حال ہے ---- تو گویا کہ حضور پاک ﷺ کی خواہش یہ ہے کہ جتنے مسلمان ہیں کاش یہ سچے مسلمان ہو جائیں۔ تو حضور پاک ﷺ کی طرف سے کلمے کا حکم ہو جائے کہ آپ کلمہ پڑھو' زبان سے بولو' قلب سے تصدیق کرو۔ اقرار باللسان و تصدیق بالقلب زبان سے حقیقت کا اقرار کرو اور دل سے تصدیق کرو۔ ہم لوگ کون ہیں؟ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا عقیدہ کیا ہے؟ ہمارا عقیدہ اسلام ہے۔ ہمارا کلمہ کیا ہے؟ تو کلمہ بیان کردو ---- لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (ﷺ) یہ ہمارا کلمہ ہے اور ہم حضور پاک ﷺ کی امت میں ہونے کو اپنے لئے انتہائی شرف سمجھتے ہیں۔ ہمارے لئے اتنا ہی کافی ہے' بس!

سوال:

محبت خود کی جاتی ہے یا کسی کی عطا ہوتی ہے؟

جواب:

محبت محبوب کی عطا ہے۔ محبوب صرف ایک چیز دیتا ہے اور وہ ہے محبت' باقی چیزیں آپ عطا کرتے ہو۔ اب یہ جو محبوب کا حق ہے یہ اس کے پاس رہنے دو کہ محبوب جس پر چاہے مہربان ہو جائے' جسے چاہے فراق کے سفر پر روانہ کر دے اور جسے چاہے وصال کی حاضری کے لئے بلا لے۔ یہ سب محبوب کے کام ہیں۔ محبوب ایک ہی ہوتا ہے سب کا۔ محبوبوں کے نام الگ الگ ہوتے ہیں لیکن محبوب ایک ہی ہوتا ہے۔ تو محبوب جو ہیں وہ فراق میں بھی پرورش پاتے رہے ہیں اور وصال میں بھی پلتے رہے ہیں۔ محبتیں ان دیکھی بھی پلتی رہی ہیں اور دیکھ کے بھی پلتی رہی ہیں۔ تو محبت میں آخری بات یہی ہے کہ محبت جو ہے یہ محبوب کی عطا ہے۔ اور ایک شعبہ یہ بھی کہتا ہے کہ محبوب بھی محبت کی عطا ہے۔ اب یہ مجاز کی حد تک تو صحیح ہے' حقیقت میں جب انسان داخل ہوتا ہے تو پھر سب عطائیں محبوب کی ہیں' وہاں محب کچھ نہیں ہے۔

دیدار کے قابل تو کہاں میری نظر ہے
یہ تیری عنایت ہے کہ رخ تیرا ادھر ہے

محبوب ایک ہے اور دو انسان دیکھنے والے ہیں' ایک کو محبت ہوتی ہے' دوسرے کو نہیں ہوتی۔۔ اب آپ کیا کہتے ہیں؟ کہ محبوب نے ایک پر تو اپنا جلوہ آشکار کیا لیکن دوسرے پر نہیں کیا۔ تو محبوب جس پر چاہے اس پر اپنا جلوہ آشکار کردے اور اسے محبوب بنا دے اور اس کو محبت ہو جائے گی۔ محبوب جس پر آشکار نہیں ہو گا اسے محبت نہیں ہو گی۔ محبت جو

ہے یہ عطائے جلوہ محبوب ہے۔

سوال:

سوال یہ ہے کہ محبت کے سوا تو ہے کچھ نہیں۔

جواب:

یہ بیان آپ کا ہے ورنہ بات ایسی نہیں ہے۔

سوال:

اگر محبوب حقیقی کی محبت نصیب نہیں ہوئی تو کچھ بھی نصیب نہیں ہوتا اور وہ ہمارے بس میں نہیں ہے اور اس کی عطا ہے تو پھر ہمارے ذمے کیا رہا۔ سوائے انکساری کے ---- میرا سوال یہ ہے!

جواب:

سوال اب بنا ہے۔ اور یہ وہ والا پہلا سوال نہیں بلکہ نیا بنا ہے۔ جن کو محبت عطا نہیں ہے' ان کا کیا کام ہے؟ میرا خیال ہے کہ آپ کی پیدائش سے پہلے بھی آپ پر عطا ہے کہ آپ کی روح تشریف لانے سے پہلے سرگرداں تھی' عالم تحیر میں سرگرداں تھی کہ میں نے جانا ہے' مجھے کسی امت میں پیدا ہونا عطا کیا جائے تو محبوب نے عطا کر دیا کہ ہماری امت میں اسے پیدا کر دو تاکہ یہ ہماری نوازشات سے محروم نہ ہو۔ تو یہ تو بڑی عطا ہو گئی ہے آپ پر۔ پھر اپنا دین عطا ہو گیا ---- ہم جو بات کر رہے ہیں وہ صرف جلوے کی بات کر رہے ہیں' عطا کی کمی نہیں ہو رہی ہے' یہ عزم کی بات ہے اور نہ محبت میں معذرت کی بات ہو رہی ہے۔

یہ نہیں کہ جن کو محبت نہیں ہوئی ہے وہ محروم ہیں۔ وہ اپنی جگہ پر سرفراز ہیں کیونکہ امت کے اندر جو واقعات ہو رہے ہیں یہ امت کے کام آنے والی چیز ہے' حتیٰ کہ جو آدمی مال جمع کر رہا ہے اور ارتکاز زر کر رہا ہے وہ بھی امت کے کام آئے گا۔ اس میں گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے' سارا کام ایک ہی ہے ---- ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ محبت کرنے والے جب جلوہ محبوب کا انتظار کر رہے ہیں' انتظار کے علاوہ ان پر اور کوئی کیفیت نہیں اور وہ انتظار ہی کریں گے۔ اور کام نہ کریں تو نہ کریں ---- انتظار ضرور کریں گے۔ یہ اس کے لئے ہے جس کو محبت کی ضرورت ہو' جس کو اور واقعات کی ضرورت ہو وہ اور واقعات کرتا جائے' یہ ان کی بات ہے جن کو خوراک ہی محبت ہے' مثلاً" پروانے کی خوراک روشنی ہے' یہ اور کہانی ہے۔ جس طرح کہ مجنوں سے کہا کہ تمہیں دھن دولت دیتے ہیں تو وہ کہے گا صرف لیلیٰ سے بات کراؤ۔ اب یہ مجبوری ہے اس کی۔ وہ پیدا ہی ایسا ہوا۔ اسے دنیا میں اور کوئی چیز نہیں چاہئے۔ اسے حکومت دے دو تو وہ نہیں لے گا' وہ کہے گا مجھے تو صرف لیلیٰ چاہئے۔ اب لیلیٰ مجنوں کے لئے کیا اہمیت رکھتی ہے کہ وہ دھن دولت بھی چھوڑ گیا' بادشاہت بھی چھوڑ گیا' صحت بھی چھوڑ گیا اور دوسرے واقعات بھی چھوڑ گیا ---- یہ اور کہانی ہے اور یہ دگر بات ہے۔ اس لئے محبت کرنے والے جو ہیں وہ باقی چیزوں کا گلہ کر نہیں سکتے' ان کو تو ایک ہی چیز کی ضرورت ہے' محبت' محویت' جلوہ محبوب ---- کام کرنے والے کام کریں گے' لوگ باقی لوگوں کے لئے اور وہ محبوب کے لئے۔ بس یہ یاد رکھنے والی بات ہے۔ اور آدمی اور کام کے لئے اور

وہ اس محبوب کے لئے۔ اگر آپ وہ محبت والے ہیں تو اس کا ذکر کرو اگر اور آدمی ہیں تو اور کام کرو اور کرتے جاؤ۔ جس دنیا میں ہیر رانجھے ہوئے اسی دنیا میں اور واقعات کرنے والے بھی ہیں' اسی دنیا میں تعمیر بھی ہو رہی ہے' مکان بھی بن رہے ہیں اور سڑکیں بھی بن رہی ہیں۔ یہ سب کام اپنی جگہ پر کہانی ہے اور جلوے والے جلوہ دیکھ رہے ہیں ----

ایک اور راز یہ ہے کہ محبوب کا جلوہ دیکھنے سے پہلے بھی دیکھا ہوا ہوتا ہے۔ اگر دیکھنے سے پہلے نہ دیکھا ہوا ہو تو محبوب کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ محبوب کی تو پہلی ملاقات میں یہ پہچان ہوتی ہے کہ "یہ تو وہ ہے جس کو میں نے پہلے بھی دیکھا ہوا ہے"۔ ورنہ پہلی ملاقات میں محبت کیسے ہو سکتی ہے۔ یہ تو پہلی ملاقات سے پہلے بھی کچھ ہوا پڑا ہے ورنہ پہلی ملاقات میں محبت کیسے ہو سکتی ہے۔ پہلی ملاقات ہے اور پہلی بار دیکھا ہے اور احساس یہ ہوا ہے کہ اس کو تو میں نے پہلے بھی دیکھا ہوا ہے۔ کہیں دیکھا ہوا ہے؟ شاید کوئی اور زندگی ہو اور دنیا میں آنے سے پہلے ہم کہیں اور ہوں۔ ابھی اس انسان کے ساتھ واقعات تو بعد میں ہونے ہیں۔ تو پہچان جو ہے یہ پہلے ہے۔ یعنی آدمی محبوب کے متعلق کہتا ہے کہ وہ اپنا سا لگتا ہے' غیر ہے لیکن اپنا سا لگتا ہے۔ یہ جو محبوب ہے یہ عجیب و غریب چیز ہے اور انسان Recognize کر لیتا ہے کہ یہ کوئی بات ضرور ہے۔ تبھی تو وہ اپنا لگتا ہے۔ گھبرانے والی کوئی بات نہیں' پہچان ہو جاتی ہے ---- ہاں بولو ---- کوئی اور بات بولو! ----

سوال:

جناب اگر ہمیں کوئی شخص کچھ کہے اور ہم آگے سے چپ رہیں

تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ بزدل ہے' ہو سکتا ہے کہ ہم اخلاق کے مارے اسے جواب نہ دے رہے ہوں' اس صورت میں ہمارا رویہ کیا ہونا چاہئے؟

جواب:

اخلاق کا تعلق لوگوں کے سمجھنے سے نہیں ہے کہ لوگ کیا سمجھیں گے اور کیا نہ سمجھیں گے۔ صاحبان اخلاق جو ہیں وہ صاحبان اخلاق رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ لوگ اسے بد اخلاق سمجھیں تب بھی وہ صاحبانِ اخلاق رہتے ہیں۔ اخلاق آپ کا شعبہ ہے لیکن خیال رکھنا کہ یہ نہ ہو کہ کسی انسان کو جواب دو اور کسی کو جواب نہ دو۔ بعض اوقات یہ بھی نفرت کی انتہا ہوتی ہے کہ جواب ہی نہیں دیا۔ کہتے ہیں اس نے ہمیں برا بھلا کہا' ہم نے آگے سے جواب ہی نہ دیا کیونکہ ہم اس کو اتنا برا سمجھتے ہیں کہ اس کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا۔ یہ بڑی بد اخلاقی کی بات ہے اگر آپ کا اخلاق ہے تو لوگ اس کو بزدلی نہیں کہیں گے بلکہ اخلاق ہی کہیں گے۔ اخلاق جو ہے پہچانا جاتا ہے۔ بزدلی پہچانی جاتی ہے اور غصہ پہچانا جاتا ہے۔ اخلاق یہ ہے کہ اللہ کی رضا کے لئے اپنے مزاج کو بد اخلاق نہ ہونے دینا۔ اپنے عمل کا منشاء رضائے الٰہی رکھنا چاہئے۔ لوگوں کو خوش کرنے کی بات نہیں ہو رہی۔ لوگ جو مرضی کہیں' آپ پروا نہ کرو۔ اگر اخلاق ہے تو اخلاق ہی رہے' لوگوں کی رضا کی بات نہیں ـــــ ہاں بولو ـــــ اور کوئی سوال ـــــ

سوال:

بچوں کو اسلام کی تربیت دینے کے بارے میں بڑی پریشانی رہتی ہے۔ اس کے لئے کیا کریں؟

جواب:

یہ آپ اکیلے کی نہیں سب کی پریشانی ہے۔ اس کے لئے میں نے پہلے بھی تفصیل سے بتایا تھا کہ اب آپ لوگوں کو محسوس ہونا شروع ہوا کہ بچوں کے آنے سے پہلے آپ نے کم از کم اپنی زندگی کو اسلام میں ڈھالنا تھا۔ آپ نے یہ اپنی زندگی اسلام میں ڈھالنی تھی۔ یہ بچوں کے مسئلے کی بات نہیں ہے بلکہ آپ کی اپنی کمزوریوں کی بات ہے۔ یہ تو ہمارا پہلے دن سے فیصلہ ہے کہ بچوں نے ہم سے علم نہیں سیکھنا بلکہ انہوں نے ہمارے عمل کا مشاہدہ کرنا ہے اور گواہ ہیں موقعہ کے' کہ آپ کرتے کیا ہو --- آپ ان کو جتنا مرضی سچ بولنے کی تلقین کرتے جاؤ' جب تک تمہیں سچ بولتے ہوئے نہیں دیکھیں گے' وہ نہیں مانیں گے۔ تو اس لئے تم نے بچوں کو کیا علم دینا ہے بلکہ تمہاری زندگی ہی بچوں کا علم ہے۔ اپنی زندگی کو اپنے بچوں کے مستقبل کے لئے آج ہی ڈھال لو۔ بچوں کو علم دینا بند کر دو' ان کے سامنے اپنی زندگی ایسی بناؤ کہ بچوں کو کم از کم اس میں ایسی چیز نظر آئے کہ بچے راضی ہو جائیں۔ علم کیا دو ان کو؟ مشاہدے کا علم دو۔ وہ آپ کے اچھے عمل کا مشاہدہ کر کے خود ایسا کرنے پر مائل ہوجائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کا اثر پڑے گا کیونکہ وہ آپ کا خون ہے۔ آپ کی طرف سے جلدی اثر ہو گا۔ آپ ان کو صحیح قسم کی زندگی

گزار کے دکھا دو' آپ کا اثر پڑے گا اور دوسروں کا اثر نہیں پڑے گا۔ دوسرے بھی انشاء اللہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ یہ تو سماج کی گمراہی ہے کہ ہر طرف برائی ہے اور بچے کہتے ہیں کہ ہم گمراہ ہو گئے ہیں۔ تو بچوں کو راستہ دکھانے والے بنو۔ انہیں اپنی زندگی کا راستہ دکھاؤ۔ اور اس طرح اسلام کی بات بتاؤ۔ ان کے کان میں بات پڑ جائے تو اگر آج عمل نہیں کریں گے تو کچھ عرصہ بعد بات عمل آ جائے گی۔ اب دعا کرو بچوں کے لئے۔ اگر آپ اللہ کے لئے نماز نہیں پڑھتے ہو تو کم از کم بچوں کے مستقبل کے لئے نماز پڑھو۔ بچوں کے لئے دعا کرو کہ یا اللہ ہماری غلطیوں کی سزا ہمارے بچوں کو نہ ملے۔ ہمیں پاکستان بزرگوں کے فیض سے ملا' کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم پاکستان دے بیٹھیں اور ہمارے بچے پھر محروم ہو جائیں۔ اس لئے یا اللہ ہمارے ملک کو ہمارے بچوں کے لئے محفوظ فرما! ہم سب یہ دعا کرتے ہیں۔ اور ہمیں اسلام پر چلنے کی اتنی توفیق عطا فرما کہ ہمارے بچوں کو اسلام کی دولت سے محرومی نہ ہو۔ باقی یہ کہ گرد و پیش کیا ہو رہا ہے' VCR پہ کیا ہونے والا ہے۔ گھروں میں کیا ہونے والا ہے' ہر طرف بڑا خطرہ ہے ! اب اللہ ہی مہربانی کرے۔ دعا کرو کہ اللہ مہربانی فرمائے ---- اور سوال بولو ----

سوال :

سر! میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہماری زندگی میں بے شمار پریشرز ہیں' کیا آدمی انہیں Resist کرے یا دوسرا یہ کہ Yield کر جائے یا Retreat کر جائے۔ مذہبی طور پر اس بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:

مذہبی طور پور تو بڑا واضح حکم ہے' مذہب میں امیر بھی ہے اور غریب بھی ہے اور سب کے لئے علیحدہ علیحدہ Code ہیں۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ جب زندگی میں حالات بہتر کرنے کے لئے چوری ہی ایک ذریعہ رہ جائے تو کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو چوری نہیں کریں گے اور زندگی غربت میں ہی گزار لیں گے اور کچھ لوگ ہیں جو چوری کر لیں گے۔ تو یہ کیا فرق ہے؟ جب چوری کے بغیر گزارہ نہیں ہوتا اور ڈاکے کے بغیر گزارہ نہیں ہوتا تو ایک آدمی ایسا بھی ہو گا جو آپ کو کہے گا کہ ہم ڈاکا نہیں ڈالیں گے بلکہ ہم غریبانہ گزارہ کر لیں گے۔ آپ کو ایسے انسان ضرور ملیں گے۔ تو Resist کرنے کا جو نام ہے یہ پھر کمزوری کی بات ہے۔ Resist کرنا اور گمراہی کو Temptation کہنا کمزور آدمی کی بات ہے۔ ہم اسے Temptationنہیں کہتے کیونکہ جو راستہ بند ہے وہ بند ہے۔ Temptation کا لفظ کہتے ہی آپ کمزور ہو جاتے ہیں۔ جو چیز اللہ نے بند کر دی ہے وہ اب بند ہے۔ مثلاً" یہ آپ کا گھر ہے اور وہ اس کا گھر ہے' یہ ہمارے حقوق ہیں' سو ہمارے حقوق ہیں اور وہ تمہارے حقوق ہیں' سو تمہارے حقوق ہیں۔ Temptation کیا ہوتی ہے؟ یہ ترغیبات' خواہش اور گناہ کی خواہش کو کہتے ہیں۔ گناہ کی خواہش کب ہوتی ہے؟ گناہ کی خواہش تب ہوتی ہے جب گناہ کو Judge کرنے والے کے ساتھ محبت نہ ہو۔ ہم نے دیکھا ہے کہ غریب رہنے والے بھی اللہ کے بڑے قریب رہے۔ تو جب تک آپ کی سوچ کا معیار اور آپ کی زندگی اللہ کے لئے نہیں ہوں گے' آپ کبھی نہیں بچ سکتے۔ زندگی کو

اللہ کے لئے بسر کرو تو سارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اگر اللہ کے لئے نہیں کرنی تو پھر اپنے لئے زندگی بسر کر کے دکھاؤ! وہ تم کر نہیں سکتے۔ کب تک بسر کرو گے اپنی زندگی؟ جو چاہتے تھے وہ کر لیا ہوتا۔ اب تک تو آپ نہیں کر سکے۔ اب تک جو کیا سو غلط کیا۔ یا تو آپ اپنی مرضی سے زندگی خوش گزار لیتے' اگر آپ سے پوچھا جائے کہ کتنی زندگی اور چاہئے تو آپ کہیں گے اتنی اور چاہئے جتنی ہم گزار آئے ہیں۔ اگر اتنی اور مل جائے پھر بھی آپ یہی کرتے رہو گے۔ اب بجائے اس کے کہ اتنی زندگی اور ہو اور آپ پھر سے یہی غلطیاں کرتے جائیں' اس کو یہیں سے کوئی موڑ دو اور اپنا راستہ بناؤ۔

چھڑا کے دامن بتوں سے اپنا
غبارِ راہِ حجاز ہو جا

آپ کو صحیح خبر دے رہا ہوں کہ اس دنیا سے نکل جاؤ۔ اور اللہ کے آگے سر جھکا دو کہ یا اللہ ہم گھبرا گئے ہیں' تو ہمیں معاف کر دے اور ہمیں سکون کی دولت عطا فرما' چھوٹی موٹی ضروریات بھی پوری کرتا رہ' اور ہمیں سکون بھی عطا فرما ---- بے سکون نہیں ہونا چاہئے آپ لوگوں کو۔ Temptation جو ہیں ان کو آپ Temptation نہ کہو' جو حق ہے وہ کرو' جو حق نہیں ہے وہ نہ کرو۔ گمراہی نہ کرو۔ نیک راہ پہ چلو

---- ہاں بولو ---- اپنا اپنا سوال بولو ----

سوال:

ایک انداز سے اپنی گھریلو زندگی کو دیکھا جائے تو یہ بہت آسان اور آسودہ ہے' ایک انداز سے ساری چیزیں گڑ بڑ ہو جاتی ہیں۔ اس کا کیا حل ہے؟

جواب:

میں کچھ اور بتانا چاہ رہا ہوں اور آپ کچھ اور طرح سے سوچتے جا رہے ہیں۔ آپ اپنے کام ہی سوچتے رہتے ہیں۔ یہ ایک اور ہی شعبہ ہے۔ سوچا جائے تو زندگی ایک انداز سے یوں ہے اور دوسرے انداز سے یوں ہے۔ اگر تم زندگی اپنی مرضی سے گزار رہے ہو تو گلہ نہ کرنا' کیونکہ جب تم اپنی مرضی سے گزار رہے ہو تو گلہ کس بات کا۔ گلہ وہ آدمی کرے جو دوسرے کی مرضی پر زندگی گزار رہا ہو۔ وہ گلہ کر سکتا ہے کہ تم نے ہمیں ایسا کام کرنے کو کہا تھا' ہم نے وہ کیا لیکن وہ اس طرح ہو گیا۔ پہلی بات یہ ہے کہ اپنی مرضی سے گزارنے والا کوئی گلہ نہیں کر سکتا' جو لوگ تمہیں تنگ کر رہے ہیں دراصل تم ان کو تنگ کر رہے ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ جن کا گلہ تم کر رہے ہو انہیں بھی تم سے گلہ ہے' تیسری بات یہ ہے کہ اگر تم خدا کو اپنی زندگی سے یا اپنے دل کی زندگی سے نکال رہے ہو تو خدا تمہارے دل سے Peace of mind نکال دے گا۔ یہ پکی خبر ہے۔ Peace of mind نام کی کوئی چیز نہیں ملے گی جب تک خود اللہ نہ دے۔ اس کا نام ہی Peace of mind ہے۔ اگر اللہ دل میں آ جائے یعنی گھر والا گھر میں آ جائے تو

Peace of mind آ جائے گا۔ اور اگر تم نے اس کو دل سے نکال دیا تو Peace of mind نکل جائے گا۔ اللہ کو پہچاننے کی ضرورت کوئی نہیں، اس کے ساتھ ویسے ہی عاجزی کرتے رہا کرو کہ یا اللہ یہ مہربانی کر، یا اللہ وہ مہربانی کر ---- آگے سے جواب ملے نہ ملے، تم بولتے جایا کرو! ---- حتیٰ کہ زندگی کی چھوٹی چیز بھی اس سے مانگتے رہا کرو۔ کبھی مسکین کے ساتھ ظلم نہ کرنا، کسی غریب کے ساتھ زیادتی نہ کرنا، جو آپ کے اختیار میں لوگ ہیں ان پر ظلم نہ کرنا۔ تو میں سختی سے منع کر رہا ہوں۔ اور میں اس وقت منع کر رہا ہوں جب آپ لوگوں سے ظلم سرزد ہونے کا خطرہ موجود ہے۔ تو کیا میرا پیغام واضح ہو گیا؟ آپ کو میں کوئی مضمون نہیں سناتا بلکہ آپ کو میں کام کی باتیں بتاتا ہوں۔ آپ پیغام سن لو ---- پیغام یہ ہے کہ آپ لوگ ظلم نہ کرو۔ دوسرا میں نے پیغام یہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی سے اور اللہ کے محبوب ﷺ سے محبت رکھا کرو اور آپ لوگ اچھے مستقبل کا اچھی طرح انتظار کرو۔ آپ لوگوں نے میرے ملنے سے پہلے شادیاں کی ہوئی تھیں۔ اب اگر آپ میاں بیوی ایک دوسرے کا گلہ کرتے ہیں تو یہ تو میرے آنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ تو اس لئے میں Simultaneously دونوں کو Dislike کرتا ہوں۔ مقصد یہ کہ میرے لئے سب سے بڑی دِقت والا بندہ وہ ہے جس کے گھر میں اختلاف ہو۔ میرے لئے سوائے اس کے اور کوئی دِقت نہیں ہے۔ آپ لوگوں نے اپنے گھروں میں خوشگوار ماحول نہیں رکھا ہوا۔ لہٰذا آپ لوگوں کے اندر ہم دخل کیا دیں۔ مجھے آپ میں کم آدمی ایسے نظر آئے جن کے گھروں میں کسی قسم کا چھوٹا موٹا اختلاف نہ ہو۔

اب آپ لوگ ذاتی طور پر مجھے بتاؤ کہ کتنے لوگ ہیں آپ میں ایسے کہ جن کے گھروں میں چھوٹا موٹا اختلاف نہ ہو اور میں ان کے گھر ضرور جاتا ہوں۔ اختلاف کو ہم Avoid کرتے ہیں۔ اس لئے آپ کم از کم میری بات کو سمجھنے کے لئے' مجھ سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے ایک کام ضرور کرو کہ گھروں کے اندر جھگڑا بند کرو ---- اور ایک دوسرے کو خوشی سے قبول کرو۔ اب تو آپ کے بچے بھی ہو گئے ہیں۔ زندگی بھی بن گئی ہے۔ اختلافات دور کرنے میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ اصلاح کرنے کی بجائے قبول کرو۔ یہ ہے میرا پیغام۔

سوال:

گھر میں جھگڑے نہ کریں اور کوئی جیسا بھی ہے اسے قبول کریں' اس کی عملی شکل کیا بنے گی؟

جواب:

اگر گھر کے اندر ایک فریق سچا ہو تب بھی میں دونوں کو جھوٹا سمجھتا ہوں۔ کیا کہا میں نے؟ اگر ایک سچا ہے پھر بھی اس کا مطلب ہے کہ گھر میں جھگڑا موجود ہے۔ ایک سچا ہے تو دوسرا ساتھی جھوٹا ہے ---- جس نے ساتھی کو جھوٹا ثابت کر دیا اس نے اس سے بڑا اور کیا جھوٹ بولنا ہے کہ ساری Energy اس نے ساتھی کو جھوٹا ثابت کرنے میں لگا دی۔ اس نے اپنے ساتھی کو سچا نہیں بنایا بلکہ جھوٹا ثابت کر دیا۔ ساتھی کے ساتھ مہربانی کیا کرو ---- آپ تو اس طرح زندگی گزار رہے

ہو جیسے ساتھی کو پکڑ کے اللہ کے دربار میں لے کے جا رہے ہو کہ یہ ہے وہ عذاب جو میرے اوپر تو نے گرایا ہے۔ آپ کا ساتھی اللہ کی مہربانی ہے اور اس کی عطا ہے۔ اس بات کو پہچاننے کی کوشش کرو۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ گھر راضی ہونا چاہئے۔ دعا کرنی چاہیے کہ جو تعلق بنا لئے ان پر اللہ کا رحم رہے۔ گھر میں تعلق خوشگوار بنا لو۔ ناگوار کو گوارہ کر لو۔ مطلب یہ کہ اگر ذہنی طور پر لاتعلق ہو چکی ہے اور سب اپنی اپنی لائین چل رہے ہیں، وہ اپنی لائن چل رہے ہیں اور ہم اپنی لائن چل رہے ہیں تو اس تعلق کو سنوارنے کی کوشش کرو۔ بس یہ محنت کر لو۔ مشکل بات تو کوئی نہیں۔ تھوڑی سی محنت کر لو۔ جس طرح کبھی پہلے زمانے میں کی ہو گی، پھر وہی پرانی یادیں بحال کرو۔

مٹ گئے میری امیدوں کی طرح حرف مگر
آج تک تیرے خطوں سے تیری خوشبو نہ گئی

پرانے خط جو خوشبو دار تھے انہیں دوبارہ ٹھیک کر لو۔ میں تو آپ کو واضح طور پہ بتا رہا ہوں کہ میرے لئے مشکل یہ ہے کہ جب کبھی ہاؤس Divide ہو گا تو وہاں دنیا کا کوئی آدمی گفتگو نہیں کر سکتا۔ Divided House میں کوئی شخص دل جمعی سے بات نہیں کر سکتا۔ Divided House میں مہمانوں کے ساتھ بڑی توہین ہوتی ہے اور ہم سب بڑے Respected مہمان ہیں۔ مہمان بلانے کا تقاضا یہ ہے گھر کا ماحول Respectful ہو۔ اگر آپ گھر میں خوشگوار رہو، آپس میں خوش رہو تو ہم اس بات پر خوش ہو جاتے ہیں، کس بات پر خوش ہو جاتے

ہیں؟ کہ گھر والے خوش باش رہیں۔ بچوں کو تمیز سکھایا کرو' گھر میں اکٹھے رہا کرو' یا تو آپ ہمارے آنے سے پہلے ایک دوسرے کو فارغ کر چکے ہوتے مگر اب ہمارے آنے تک نہیں کیا تو اب ہمارے آنے کے بعد بھی نہ کرنا۔ مثلاً" ایک آدمی آتا ہے میرے پاس اور اس کی بیوی بھی ساتھ آکر ملی۔ دونوں ہمارے تعلق میں آگئے۔ اب ایک نے دوسرے کو چھوڑ دیا ہمیں دونوں ملنے آتے ہیں۔ ایک کو ہم اِدھر جا کے ملیں گے اور ایک کو اُدھر۔ کیا ہمارے پاس اتنا ٹائم ہے۔ اس لئے ہم دونوں کو نہیں ملیں گے بلکہ تا قیامت نہیں ملیں گے کیونکہ جب ہمیں ملے تھے تو اکٹھے تھے اور اب بتا رہے ہیں کہ ہم علیحدہ ہو گئے ہیں۔ اس لئے میں Divided House سے گھبراتا ہوں۔ اللہ تمہارے گھروں کو قائم رکھے آمین

ترتیب :۔ ڈاکٹر مخدوم محمد حسین

کمپوزنگ :۔ رئیس نذیر احمد

تصانیف

حضرت واصف علی واصفؒ

1	کرن کرن سورج	(نثر پارے)
2	دل دریا سمندر	(مضامین)
3	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
4	شب چراغ	(اردو شاعری)
5	The Beaming Soul	
6	بھرے بھڑولے	(پنجابی شاعری)
7	حرف حرف حقیقت	(مضامین)
8	شب راز	(اردو شاعری)
9	گفتگو I	(سوال جواب)
10	بات سے بات	(نثر پارے)
11	گمنام ادیب	(خطوط)
12	گفتگو II	(سوال جواب)

ملنے کا پتہ

کاشف پبلی کیشنز ۳۰۱۔اے / جوہر ٹاؤن ○ لاہور

واصف علی واصف